یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الکواکب فی حلق الشوارب

یعنی

مونچھوں کے حلق کا شرعی حکم

تصنیف

فخر المتاخرین العالم العارف باللہ

مفسر کلام اللہ تعالیٰ وخادم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ السید احمد علی شاہ

الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی

النقشبندی الجشتی القادری السہروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنت وجماعت (احناف) اس مسئلے میں کہ مونچھیں مونڈوانا (حلق کرنا) جائز ہے یاناجائز؟ بیّن ھذہ المسئلۃ بالادلۃ الشرعیۃ۔

المستفتی: سید ضیاء الحق شاہ حنفی ترمذی سیفی

الجواب ومنہ الصدق والصواب

الحمدللہ الذی رفع اھل الحق ووضع اھل الباطل واحق الحق وابطل الباطل والصلٰوۃ والسلام علی نبینا وسیدنا وسندنا ووسیلتنا فی الدارین محمدالنبی المکمل الاکمل وعلی الہ واصحابہ الذین جاھدوا لاحقاق الحق وابطال الباطل ورفعوا الحق ووضعوا الباطل وعلی التابعین الذین ناظروا لاظہار الحق واخفاء الباطل وعلی تبعھم الذین لایخافون لومۃ لائم فی احقاق الحق الراسخ وابطال الباطل الزائل اللھم انانسئلک الفتح والغلبۃ فی المناظرات مع اھل الباطل بجاہ الرسول الاکمل (ﷺ) امابعد!

مرقات شرح مشکوٰۃ شریف باب السواک میں مونچھوں کے منڈوانے کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

۱: ایک قول مکروہ ۲: دوسرا قول حرام ۳: تیسرا قول سنت کا ہے[1]

حرام اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مُثلہ پایا جاتا ہے اور مُثلہ حرام ہے۔

لیکن شرح سفر سعادت اور نووی شرح مسلم میں ہے:

مُثلہ کو حرام کہنا یہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب میں ہے۔[2]

اور ہدایۃ الابرار میں ہے کہ یہ کراہت اور بدعت کا قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے اور یہ قول مرجوح ہے۔ اور یہ دلیل صرف امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے لئے ہے۔ ہمارے احناف کی نہیں ہے کیونکہ ہم حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور پیروکار ہیں۔

اور فتح القدیر میں ہے کہ مونچھوں کے قصر کرنے (یعنی قینچی سے تراشنے) کا مذہب بعض متاخرین احناف کا مذہب ہے۔[3]

---

[1] (مرقات المفاتیح، جلد: ۱: صفحہ: ۲۰۱: طبع بیروت)

[2] (شرح سفر سعادت صفحہ: ۴۹۴، نووی شرح مسلم صفحہ: ۱۲۹: جلد: ۱)

[3] (فتح القدیر جلد: ۲: صفحہ: ۴۶۴)

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفتیٰ بہ قول ذکر کیا ہے:

"و ذکر الطحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان الحلق سنۃ و نسب ذٰلک الی علماء الثلٰثۃ (ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین)"۔

یعنی حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مونچھوں کا مونڈھوانا (حلق کرنا) سنت ہے اور یہ قول انہوں نے علماء ثلاثہ حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابی یوسف اوامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف منسوب کیا ہے۔

مولوی عبد الحیٔ لکھنوی تحریر کرتے ہیں:

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجتہد تھے۔ چونکہ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم مجتہد ہیں اور ان کا مونچھیں مونڈنے کو سنت کہنا ایک قوی دلیل ہے۔[1]

صاحبِ کشف المبہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ:

"و اما المقلد فعندہ قول مجتہدہ۔۔۔الخ"۔

یعنی مقلد اپنے مجتہد کے قول سے استدلال کرے گا۔[2]

شرح طریقہ محمدیہ کے مؤلف لکھتے ہیں:

"و لذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتہد۔۔۔الخ"۔

یعنی مقلد کے لئے دلیل مجتہد کا قول ہے۔[3]

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ:

"و من شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامہ۔۔۔الخ"۔

یعنی مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ امام کے قول سے تجاوز نہ کرے۔[4]

اسی بات کو امام شعرانی نے بیان کیا ہے:

"فیجب علی کل مقلد ان لا یعترض علی قول مجتھد الی ان قال و کذٰلک یجب علیہ الاعتقاد الجازم بان ذٰلک الامام علی ھدی من ربہ فی ذٰلک"۔

---

[1] (الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ، ص ۳۲)

[2] (کشف المبھم، ص ۱۱)

[3] (شرح طریقہ محمدیہ: جلد: ۲: صفحہ: ۶۵)

[4] (میزان شعرانی، صفحہ: ۱۳)

ترجمہ: ہر مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے.....اسی طرح مقلد پر واجب ہے کہ وہ پختہ یقین کرے کہ اس مسئلے میں امام مذہب، اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔[1]

آگے مزید لکھا ہے:

"فاعتقادک یا اخی الصحۃفی کلام ائمۃالھدی واجب علیک۔۔۔الخ"۔

ترجمہ: اے میرے بھائی! آپ پر واجب ہے کہ ہدایت آئمہ کے کلام میں آپ میرا اعتقاد رکھیں کہ وہ صحیح ہے۔[2]

مسلم الثبوت کے شروع میں اجمالی طور پر ذکر کیا ہے کہ:

"اما المقلد فمستندہ قول المجتھد"۔

یعنی مقلد اپنے مجتہد کے قول سے استدلال کرے گا (نہ کہ اپنی رائے سے)۔

اور صاحبِ تلویح نے ذکر کیا ہے کہ مقلد یہ عقیدہ رکھے گا:

"ھٰذا حق لانہ ادی الیہ رأی ابی حنیفۃ و کل ما ادی الیہ رأی ابی حنیفۃ فھو حق فھٰذا حق"۔

یعنی یہ مسئلہ حق ہے کیونکہ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے سے ثابت ہے اور جو امام ابو حنیفہ کی رائے سے ثابت ہو تو وہ حق ہے لہٰذا یہ حق ہے۔

اور فقہ کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ:

"نعمل بقول المجتھد و ان لم نعلم من أین قال"۔

یعنی ہم مجتہد کے قول پر عمل کریں گے اگرچہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حکم کہاں سے نکالا۔[3]

اور فتح القدیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

"اذا ثبت عندہ قول المجتھد وجب علیہ العمل بہ"۔

یعنی مجتہد کا قول جب ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اور تفسیر احمدی میں صاحبِ کتاب لکھتے ہیں:

"ولیس للمقلد ان ینازع المجتھد فی حکمہ"۔

---

[1] (میزان الکبریٰ جلد: ۱: صفحہ: ۵۹)

[2] (میزان الکبریٰ ج ۱، ص ۶۲)

[3] (بحر الرائق: جلد: ۵: صفحہ: ۲۶۹)

اور مقلد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں جھگڑے۔[1]

اور کسی کو یہ زیبا نہیں کہ مجتہد کو خطاوار ٹھہرائے اور اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ مجتہد وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم ماننا لازم کیا ہے (کہ وہ اولوا الامر میں داخل ہیں) پس جس نے کسی مجتہد کی طرف خطا کی نسبت کی تو گویا اس نے شارع کی طرف خطا کی نسبت کی۔

اور اسی بات کو صاحبِ میزانِ شعرانی اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں یوں لکھا ہے کہ:

"ان لاینبغی لاحد قط ان یخطئ مجتھدا او یطعن فی کلامه لان الشرع الذی ھو حکم اللہ تعالیٰ قد قرر حکم المجتھد فصار شرع اللہ تعالی بتقریر اللہ تعالی ایاہ فکل من خطا مجتھدا بعینه فکأنه خطأ الشارع فیما قرّرہ حکمًا"۔

ترجمہ: کسی شخص کیلئے بھی مناسب (جائز) نہیں کہ وہ کسی مجتہد کو کسی اجتہاد میں غلط قرار دے یا ان کے کلام میں لعن طعن (زبان درازی) کرے کیونکہ اس شریعت نے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، مجتہد کے قول ثابت اور مقرر کیا ہے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کے ثابت کرنے سے مجتہد کا قول شریعت قرار پایا، تو ہر وہ شخص کہ جو کسی مجتہد کو غلط کہتا ہے تو گویا وہ شارع (اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس حکم میں غلط قرار دے رہا ہے جو اس نے ازروئے حکم مقرر فرمایا ہے۔[2]

کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی مجتہد کو مخطی سمجھے یا اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ شریعت جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نے مجتہد کے قول کو مقرر اور لازم کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے شرع اللہ تعالیٰ کا ہوا خاص اس کے لئے تو مجتہد کو بعینہ خطاوار سمجھا تو گویا اس نے شارع کو خطاوار سمجھا۔ اس نے اس کے حکم کو مقرر کیا ہے۔

لہٰذا ان تمام دلائل سے امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجتہد ہونا اور مجتہد کے قول کا دلیل قوی ہونا ثابت ہوا اور امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مونچھیں مونڈھنے (حلق کرنے) کے بارے میں قوی دلیل ہے۔ یعنی مونچھیں مونڈھنا سنت ہے۔

پس مونچھیں مونڈھنا سنت ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ:

"والحلق سنة وھو احسن من القص وھٰذا قول ابی حنیفة وصاحبیه رحمھما تعالی کذا فی محیط السرخسی"۔

---

[1] (تفسیراتِ احمدیہ: صفحہ: ۲۰۹)

[2] (میزان الکبریٰ: صفحہ: ۲۶)

اور مونچھوں کا حلق کرنا (مونڈھوانا) سنت ہے اور یہ تراشنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ قول امام اعظم اور صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا قول ہے۔ اسی طرح محیط سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی ہے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری چار سو علماء (احناف) نے آٹھ سال میں تحریر فرمایا تھا اور اس وقت اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔

اور اسی طرح علامہ زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبیین الحقائق شرح کنز میں اور محدثِ شہیر شارح بخاری شریف علامہ بدر الدین عینی حنفی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں مونچھوں کو مونڈھوانا سنت ہے۔[2]

لٰہذا حلق کرنا اور قصر کرنا (یعنی مونڈھنا اور تراشنا) دونوں درست ہیں اس میں کسی کو بُرا بھلا نہیں کہنا چاہئے لیکن تراشنے کے مقابلے میں مونڈھنا زیادہ بہتر اور افضل اور احسن ہے۔

جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ باب حلق الشوارب کے آخر میں فرماتے ہیں:

"وفیہ من اصابۃ الخیر مالیس فی القص"۔

اور مونچھون کے مونڈھوانے میں جو خیر (ثواب) ہے وہ تراشنے میں نہیں ہے۔

اور ہدایۃ الابرار میں ہے:

"الحلق بالموسٰی ایسر منہ بالمقصّۃ"۔

یعنی اُسترے سے صاف کرنا قینچی سے کاٹنے سے زیادہ آسان ہے۔[3]

رحمتِ بیان شرح رشید البیان میں لکھا ہے کہ امام اعظم اور صاحبین اور امام احمد بن حنبل اور اہلِ کوفہ اور صوفیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حلق پسند ہے اور اسے اچھا سمجھتے تھے اور فرمایا کہ یہ سنت ہے اور احسن ہے۔

اس کی تین دلیلیں ذکر کی ہیں:

(۱) قال رسول اللہ ﷺ احفوا الشوارب۔ قال رسول اللہ ﷺ انھکوا الشوارب۔ قال رسول اللہ ﷺ جزّوا الشوارب۔ قال رسول اللہ ﷺ طرّوا الشوارب۔

---

[1] (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ: جلد: ۵: صفحہ: ۳۵۸)

[2] (تبیین الحقائق شرح کنز: جلد: ۲: صفحہ: ۵۵، رمز الحقائق: جلد: ۱: صفحہ: ۱۰۲)

[3] (ہدایۃ الابرار: صفحہ: ۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو جڑ سے کاٹو، آپ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو خوب کاٹو حتٰی کہ جلد نظر آجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو بالکل باریک کردو۔[1]

صاحبِ کنزالعمال فی سُنن الاقوال والافعال فرماتے ہیں:

الفطرۃ خمس الختان وحلق العانۃ ونتف الابط وتقلیم الاظفار وحلق الشوارب۔

یعنی دین میں پانچ چیزیں سنت ہیں۔ ختنہ کرنا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال کاٹنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں مونڈھنا۔[2]

احادیث کے تمام الفاظ مونچھیں مونڈھوانے پر دلالت کرتے ہیں

(۲) حضرت ابنِ عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت واثلۃ بن الاسقع، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوسعید الساعدی، حضرت رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ، حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ تمام حضرات مونچھیں مونڈھواتے تھے اور ایک بال بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

سنن ابوداؤد کے حاشیہ میں ہے۔ کہجو کوئی سنت طریقہ پر عمل کرنا چاہتے ہیں یا تو وہ احفاء اور حلقپر عمل کریں ہے اور یا قص پر۔ لیکن کاٹنا (مونڈوانا) زیادہ بہتر ہے۔[3]

اس مسئلے میں مفتیٔ اعظم کے پی کے جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا محمد شائستہ گل صاحب نوّر اللہ مرقدہ نے ایک رسالہ بنام "حلق الشوارب من السنن الرواتب" تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے بہت سے دلائل ذکر کئے ہیں۔

ہدایۃ الابرار میں ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال النبی ﷺ حلقوا الشوارب واعفوا اللُحی"۔

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹواؤ (منڈھواؤ) اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ۔[4]

---

[1] (رحمتِ بیان شرح رشید البیان مصنف الحاج القاری القادری الحنفی المولوی رحمت اللہ ابن ملاموسی مندوخیل: جلد: ۱: صفحہ: ۳۵۱)

[2] (کنز العمال فی سُنن الاقوال والافعال، جلد: ۱: صفحہ: ۲۵۳)

[3] (ابو داؤد: صفحہ: ۸: حاشیہ: نمبر ۳)

[4] (ھدایۃ الابرار، صفحہ: ۲۷)

اورافغانستان، بخارا، تاشقند، سمر قند، غزنی اور پاکستان کے صوبہ ٔسرحد کے کثیر اولیائے کرام کا معمول مونچھیں مونڈھوانا ہے اور ان کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اور اس کے علاوہ عظیم عالمِ دین، قائدِ اہل سنت، امام انقلاب ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ حضرت علامہ مولانا الحافظ القاری الشاہ احمد النورانی نوّر اللہ مرقدہ کا عمل بھی مونچھیں مونڈھوانا ہی تھا۔

(۳) مونچھوں کو حاجی کے سر کے بالوں پر قیاس کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح حاجی کے لئے سر کے بال تراشنا جائز اور مونڈھوانا افضل و بہتر ہے اسی طرح مونچھیں تراشنا جائز اور مونڈھوانا افضل و احسن و بہتر ہیں۔[1]

حتیٰ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مونچھوں کے مقام کی سفید جلد واضح نظر آتی تھی۔ لہٰذا ان تمام آثار سے معلوم ہوا کہ حلق کرنا سنت اور احسن ہے۔ لہٰذا ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مونچھیں تراشنا اور مونڈوانا دونوں جائز ہیں اور مونڈوانا افضل ہے۔ بعض لوگ مونڈھوانے کو خوارج کی علامت بتاتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اگر اس طرح ہو تو پھر امام اعظم اور صاحبین اور کثیر احناف علماء اور صوفیاء اور صوبہ ٔسرحد کے علماء و صلحاء اور عالمِ اسلام کے مقتدر علماء و صوفیاء اور حضرت قائدِ ملتِ اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان تمام حضرات پر خوارج ہونے اور کافر ہونے کا فتویٰ لگتا ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری کے چار سو جید علماء پر خوارج ہونے کا الزام لگانا ہے جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ بالا تمام علمائے کرام اور صوفیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح العقیدہ حنفی سُنی مسلمان تھے۔

اور مطلوب شرعی کو کسی مشابہت کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ مثلاً عمامہ باندھنے، نماز پڑھنے، عصا پکڑنے، دعا کرنا، شلوار قمیص پہننا، ڈاڑھی رکھنا، اذکار واوراد وغیرہ یہ تمام گمراہ فرقے بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام کام اسلام کے ہیں اور جو بھی مدعی اسلام ہو وہ یہ کام اختیار کر سکتا ہے۔ اصل اختلاف عقیدے کا اختلاف ہے کہ ان خوارج وہابی، رائیونڈی وغیرہ کے۔ کفریہ عقائد ہیں اور اہلِ سنت و جماعت کے مخالف ہیں۔ اور ہم الحمد للہ اہلِ سنت و جماعت کے صحیح اور مضبوط عقائد پر ہیں۔ اور اگر وہ لوگ مونچھیں مونڈواتے اور عمامہ باندھتے ہیں تو صرف مؤمنین کو دھوکہ دینے کے لئے لیکن ہم ان کی وجہ سے یہ اچھے اعمال ترک نہیں کر سکتے۔ اور ان کا عمل ہمارے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ۔ (البقرہ ۱۲۴)

---

[1] (طحاوی، الدعامۃ، محیط، ھندیہ، عینی، بحوالۂ: رحمت بیان: جلد: ۱: صفحہ: ۳۵۲)

اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔

عن ابن عباس فی قوله عزوجل:(وَ اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ)،قال :ابتلاہ اللہ بالطھارۃ خمس فی الرأس، و خمس فی الجسد،وفی الرأس: قص الشارب و المضمضۃ و الاستنشاق و السواک و،وفی الجسد: تقلیم الأظفار و حلق العانۃ و الختان و نتف الابط و غسل مکان الغائط و البول بالماء۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے :وَ اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ۔ کے قول کے تحت روایت ہے کہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا جسم کی صفائی کے بارے میں امتحان لیا۔پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ کا تعلق پورے جسم سے ہے۔

سر میں یہ پانچ چیزیں ہیں:

(۱) مونچھوں کو (جڑ سے) کاٹنا

(۲) کلی کرنا

(۳) ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا

(۴) مسواک کرنا

(۵) سر کی مانگ نکالنا۔

اور جسم میں پانچ چیزیں یہ ہیں:

(۱) ناخن کاٹنا

(۲) زیرِ ناف بال مونڈنا

(۳) ختنہ کرنا

(۴) بغلوں کے بال نوچنا

(۵) پاخانہ اور پیشاب کی جگہ کو پانی کے ساتھ دھونا۔(یعنی پانی سے استنجاء کرنا)[1]

---

[1] (عبدالرزاق،عبدبن حمید،ابن جریر،ابن المنذر،ابن ابی حاتم،حاکم،ج،۲،ص،۲۹۳،بیہقی فی السنن الکبریٰ کتاب الطھارۃ باب السنۃ فی الاخذ من الاظفار والشارب ،،ج،۱،ص،۳۱۶،رقم:۶۸۵،دارالحدیث القاھرۃ ،تفسیرطبری ،زیر آیت ھذا ،ج،۱،ص،۵۹۹،و تفسیر درمنثور ،ج،۱،ص،۳۰۱،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور، کراچی،حاشیہ الجمل علی الجلالین ،ج،۱،ص،۱۵۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،تفسیر ابن کثیر، ج،۱،ص،۱۷۶،میر محمد کتب خانہ کراچی)

کلی کرنا:

کلی کرنا وضو میں سنت اور غسل جنابت میں فرض ہے۔بغیر اس کے غسل نہ ہوگا،لیکن کلی میں مبالغہ کرنا(غرغرہ کرنا)اوراگر روزہ نہ ہو تو مسنون ہے،نیز کلی داہنے ہاتھ سے کرناچاہیئے کہ یہ بھی سنت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی سنت:

عن ملیح بن عبداللہ الخطمی، عن ابیہ،عن جدہ،قال:قال رسول اللہ ﷺ:خمس من سنن المرسلین :الحیاء ,والحلم،والحجامۃ،والسواک،والتعطر۔(رواہ البزاز(مجمع))

حضرت ملیح بن عبداللہ خطمی اپنے باپ سے اوروہ اپنے داداسے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایاکہ:پانچ چیزیں رسولوں کی سنت ہیں:حیاء،بردباری،پچھنے لگوانا،اور مسواک کرنااور عطرلگانا۔

عن أبي أيوب قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"أربع من سنن المرسلين:الحياء,والتعطر,والسواک، والنكاح".

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں:ختنہ کرنا،عطرلگانا،مسواک کرنا،نکاح کرنا۔[1]

عن أبي الدرداءقال :قال رسول اللہ ﷺ :ثلث من اخلاق المرسلين:تعجيل الفطر, وتاخير السحور, والسواک، اخرجہ الطبرانی فی معجمہ،وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ موقوفاً،والدارقطنی رواہ فی الأفراد من حدیث حذیفۃمرفوعاًنحوحدیث أبی الدرداء۔

ترجمہ:حضرت ابوالدرداءرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین اعمال انبیائے کرام علی نبیناو علیہم السلام کی عادات واخلاق میں سے ہیں:

۱۔افطاری(کاوقت ہوتے ہی)جلدی

۲۔سحری کو آخری وقت میں کرنا

۳۔مسواک کرنا۔(البنایۃ)

[1] (ضعیف المشکاۃ382،الارواء75،الردعلی الکتانی ص12(ضعیف الجامع الصغیروزیادتہ760،سنن الترمذی ج۳ص۸۰،رواہ احمدوالترمذی)

معلوم ہوا مسواک میں جہاں اور بہت سی خوبیاں ہیں وہاں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت اور ان کی عادات میں سے ہے۔ جو لوگ مسواک استعمال کرتے ہیں وہ بڑے خوش قسمت ہیں کہ مسواک کے اور منافع کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اس سنت کا ثواب بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے مسواک نہیں کرتے وہ بڑے ہی نقصان اور خسارے میں ہیں کہ دیگر منافع کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اس سنت عظمیٰ کے ثواب سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن اسماعیل فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو مسواک جیسی اہم سنت کو ترک کر دیتے ہیں، جس کے بارے میں بہت سی احادیث حضور ﷺ سے منقول ہیں جن میں اس کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔ یادرکھو مسواک کا چھوڑنا بڑا ہی خسارہ اور نقصان ہے۔

طہارت کی اقسام:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، رَضِيَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيهِ وَسَلَّم: الطَّهَارَاتُ أَرْبَعٌ قَصُّ الشَّارِبِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَتَقْلِيمُ الأَظْفَارِ وَالسِّوَاکُ۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ طہارت (کی) چار (قسمیں) ہیں: مونچھیں کاٹنا، موئے زیر ناف مونڈنا، ناخن کاٹنا اور مسواک استعمال کرنا۔[1]

فائدہ:

پاکی کی صرف یہی چار قسمیں نہیں، بلکہ بہت سی قسمیں ہیں، جو کتب فقہ میں اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، لیکن حضور اقدس ﷺ نے یہاں صرف ان مذکورہ بالا چار قسموں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرما کر ان کی اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ کی خوشنودی:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاکِ، فَإِنَّہُ مَطْيَبَةٌ لِلْفَمِ، وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ"۔

---

[1] (المسند البزار / البحر الزخار، الجزء ۱۰ ص ۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسواک کا استعمال اپنے لیے لازم کرلو۔ کیوں کہ اس میں منہ کی پاکیزگی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔[1]

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء میں منہ کا عضو ایک امتیازی مقام و شان رکھتا ہے، اور عادتاً جسم کو غذا اور ایندھن فراہم کرنے کیلئے منہ ہی ذریعہ اور واسطہ بنتا ہے۔ اور دوسرے سے گفتگو اور کلام کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ سے (ذکر و تلاوت وغیرہ کی شکل میں) ہم کلامی اور مناجات کیلئے بھی عموماً منہ ہی استعمال ہوتا ہے، اور سانس کی آمد و رفت کی شکل میں زندگی کا چراغ روشن رہنے کیلئے بھی منہ ہی واسطہ بنتا ہے۔

اس لئے اس اہم اور کثیر الاستعمال عضو کی نظافت کو حاصل و باقی رکھنے کیلئے زیادہ صفائی درکار تھی، اس لئے شریعت کی طرف سے مسواک کی شکل میں ایک عمدہ اور جامع نظام فراہم کر دیا گیا۔ اور رات دن میں کم از کم پانچ مرتبہ ہر نماز کیلئے وضو کرتے وقت مسواک کی تعلیم دی گئی، اور تبدیلیٔ احوال کے موقع پر بھی اس کو سنت قرار دیا گیا، اور اس پر عظیم الشان فضائل بتلائے گئے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

استاکوا و تنظفوا۔

مسواک کرو، اور نظافت و صفائی حاصل کرو۔[2]

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه اسماعيل بن عمرو البجلي ضعفه أبو حاتم و الدارقطني و ابن عدى، و وثقه ابن حبان و ابراهيم بن أورمة ذكره فأحسن الثناء عليه۔[1]

---

[1] (وأخرجه البيهقي في "الشعب" (11074) من طريق محمد بن جعفر الطالقاني، عن عقيل، به. و محمد بن جعفر لم نقع له على ترجمة، وأخرجه ابن ماجه (3172) من طريق ابن لهيعة، عن قرة بن عبد الرحمن بن حيْويل المعافري، عن الزهري، به، وأخرجه البيهقي في "السنن" 280/9 من طريق ابن وهب، عن قرة بن عبد الرحمن المعافري، عن الزهري، أن عبد الله بن عمر، به، مرفوعاً. وهذا إسناد منقطع. قال أبو حاتم في "العلل" 45/2: هو الصحيح، وأخرجه ابن ماجه (3172) من طريق عبد الله بن لهيعة، عن يزيد بن أبي حبيب، عن سالم، به، مثله. وهو إسناد ضعيف أيضاً لضعف ابن لهيعة، و الحديثُ الصحيح في هذا الباب حديثُ شداد بنِ أوس عند مسلم (1955) (57)، ولفظه: "إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحدَّ أحدكم شفرته، فليُرح ذبيحته"، وسير د 123/4، قوله: "بِحَدَ الشَّفار"، قال السندي: ضبط بكسر الشين، جمع شفرة، بمعنى السكين، وقوله: "وأن تُوارى"، أي: الشفار، أي: تُخفى، على بناء المفعول، وقوله: "فليجهز" من أَجْهَزَ، أي: ليسرع في الذبح. في: مرضاة، دون واو)

[2] (مصنف ابن ابی شيبه، رقم الحديث: ۱۸۱۷، كتاب الطهارة، باب فی أی ساعة يستحب السواک؟ المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث: ۷۴۴۲، عن سليمان بن سعد)

وقال بدر الدین العینی: وفی سندہ اسماعیل بن عمرو، وثقہ ابن حبان وضعفہ الدار قطنی۔[2]

وقال المناوی: قال الهيثمی فيه اسماعيل بن عمرو البجلی ضعفه أبو حاتم و الدار قطنی و ابن عدی و وثقه ابن حبان اه۔ و بہ یعرف مافی رمز المصنف لحسنہ الاأن یرادأنہ حسن لغیرہ۔[3]

مسواک سے منہ کی صفائی تو ہوتی ہی ہے، اسی کے ساتھ گلے، جبڑے اور دانتوں کی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ:

السواک مطھرۃ للفم، ومرضاۃ للرب۔

مسواک منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔[4]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

امرت بالسواک حتی خشیت ان یکتب علی۔

مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مسواک کا اتنا زیادہ حکم دیا گیا، کہ مجھے اپنے اوپر اس کے فرض ہو جانے کا خوف ہونے لگا۔[5]

اور ایک موقع پر کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

حَدِيثُ تَمَّامِ[6] بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُمَرَ أَبُو الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الزَّرَّادِ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

---

[1] (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۲۴۱، ۲۴۰)

[2] (عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۱۳)

[3] (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۷۶۹ ۹)

[4] (بخاری، کتاب الصوم، باب سواک الرطب والیابس للصائم، دار طوق النجاۃ، بیروت، نسائی، رقم الحدیث ۵، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۳۳۲، عن عائشۃ، ابن ماجۃ، رقم الحدیث ۲۸۹، عن ابی امامۃ)

[5] (مسند احمد: رقم الحدیث: ۱۶۰۰۷، عن واثلۃ بن الاسقع، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ قال الهيثمی: رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر، وفیه: لیث بن أبی سلیم وهو ثقة مدلس وقد عنعنه (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۹۸) وفی حاشیة مسند احمد: حدیث حسن لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف لضعف لیث: وهو ابن ابی سلیم، وبقیة رجاله ثقات رجال الشیخین۔ وقال الالبانی: قلت: وهذا اسناد حسن فی الشواهد رجاله کلهم ثقات غیر لیث وهو ابن أبی سلیم، وهو ضعیف لاختلاطه (السلسلة ضعیفة، تحت رقم الحدیث ۱۵۵۶)

[6] هو أصغر ولد العباس، وكانوا عشرة، وهو شقيق كثير بنِ العباس، وكان العباس يحمله ويقول: تموا بتمَّام فصاروا عشره يارب فاجعلهم كراما برره واجعل لهم ذِكراً وانمِ الثمره وقال أبو عمر بن عبد البر: وكل بني العباس لهم رؤية، وللفضل ولعبد الله رواية ورؤية. وقد تاب تمام هذا على المدينة من جهة ابن عمه علي، ثم عزله بأبي أيوب الأنصاري، ومات زمن المنصور. ("جامع المسانيد" 1/الورقة 163، وانظر "سير أعلام النبلاء" 443/3)
إسناده ضعيف، أبو علي الزراد - واسمه الصيقل - قال أبو علي بن السكن وغيره: مجهول، قال الحافظ في "لسان الميزان" 83/7: ورواية الثوري عنه في مسند۔

أَوِ أتِيَ - فَقَالَ: " مَا لِي أَرَاكُمْ تَأْتُونِي قُلْحًا، اسْتَاكُوا، لَوْلا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ السِّوَاكَ كَمَا فَرَضْتُ عَلَيْهِمِ الْوُضُوءَ"۔

"یہ کیابات ہے کہ میں تمہیں پیلے دانتوں کی حالت میں آتا ہوادیکھ رہاہوں، تم مسواک کیا کرو، اوراگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑجانے کا خوف نہ ہوتا تومیں (بحکم الٰہی) ان پر مسواک کو فرض قرار دے دیتا، جس طرح سے ان پر وضو کو فرض قرار دیا۔"[1]

اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ، عَنْ تَمَّامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قال: مَالِي أَرَاكُمْ تَدْخُلونَ عَلَيَّ قُلْحًا اسْتَاكُوا، وَلَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يَسْتَاكُوا عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ» قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالسِّوَاكُ عِنْدَنَا مِنَ السُّنَّةِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُتْرَكَ۔

"یہ کیابات ہے کہ میں تمہیں پیلے دانتوں کی حالت میں آتا ہوادیکھ رہاہوں، تم مسواک کیا کرو، اوراگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑجانے کا خوف نہ ہوتاتومیں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے ہاں مسواک کرنا سنت ہے لہذا اس کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دانتوں کو صاف نہ کرنے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ سے رات کو سونے سے پہلے، سوکر اٹھنے بعد، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور دیگر مختلف اوقات میں مسواک کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ۔

نبی ﷺ گھر میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے۔[2]

---

[1] (مسنداحمد ج۳ ص۳۳۴)

[2] (مسلم، باب سواک، ج ا ص ۲۲۰)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

نبی ﷺ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرمایا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ - إِنْ كَانَ قَالَهُ - " لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ الْوُضُوءِ "، وقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَقَدْ كُنْتُ أَسْتَنُّ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ، وَبَعْدَ مَا أَسْتَيْقِظُ، وَقَبْلَ مَا آكُلُ، وَبَعْدَ مَا آكُلُ حِينَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا قَالَ۔

میں سونے سے پہلے اور سو کر اٹھنے کے بعد؛ اور کھانے سے پہلے؛ اور کھانے سے فارغ ہو کر مسواک کرتا ہوں، جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں آپ کا ارشاد سنا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضو میں مسواک کا حکم دیتا۔[2]

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَنُّ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُولُ: عَأْعَأْ"۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور اس وقت آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا، اور آپ ﷺ عاعا کی آواز نکال رہے تھے"۔[3]

---

[1] (صحیح البخاری، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ج ۲ ص ۵۱)

[2] (مسند احمد الرسالۃ باب مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج ۵ ص ۱۰۴، حديث صحيح، وهذا إسناد قوي، الحسن بن سوار صدوق لا بأس به، ومن فوقه ثقات من رجال الشيخين. الليث: هو ابن سعد، وخالد بن يزيد: هو الجمحي المصري. وانظر (7339). قوله: "إن كان قاله"، قال السندي: لتحقيق أنه قاله وتقريره وتأكيد على أن "إنْ" مخففة من الثقيلة، وحَذْف اللام بعدها جائز وارد في كلام العرب كما صرح به بعض أهل التحقيق، وإن كان ظاهر كلام النحاة خلافه)

[3] (صحیح، سنن النسائی رقم الحدیث ۳، ج ۱ ص ۹)

اسی قسم کی حدیث حضرت بردہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلاَنَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ «يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ أُعْ أُعْ، وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ.

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اع اع کر رہے تھے جبکہ مسواک آپ ﷺ کے دہن ﴿منہ﴾ مبارک میں تھا کیونکہ آپ ﷺ الٹی کر رہے تھے۔[1]

(يستن) بذلك أسنانه بالسواك أو غيره. (يقول أع أع) حكاية لصوته أثناء الاستياك، (يتهوع) يتقيأ۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ مسواک سے زبان مبارک کو بھی اہتمام کے ساتھ صاف فرمارہے تھے، اور اس کی وجہ سے مخصوص آواز پیدا ہو رہی تھی۔

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا مسواک کا دوسروں کو ہدیہ فرمانا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَائِلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ، ثنا شَبَابُ الْعُصْفُرِيُّ، ثنا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ، ثنا دَاوُدُ بْنُ الْمُسَاوِرِ، عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي خَيْرَةَ الصَّبَاحِيِّ، قَالَ، كُنْتُ فِي الْوَفْدِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَزَوَّدَنَا الْأَرَاكَ نَسْتَاكُ بِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، عِنْدَنَا الْجَرِيدُ وَلَكِنَّا نَقْبَلُ كَرَامَتَكَ وَعَطِيَّتَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ الْقَيْسِ إِذْ أَسْلَمُوا طَائِعِينَ غَيْرَ مُكْرَهِينَ إِذْ قَعَدَ قَوْمِي لَمْ يُسْلِمُوا إِلَّا خَزَايَا مَوْتُورِينَ۔

حضرت ابوخیرہ صباحی فرماتے ہیں کہ میں عبدالقیس قبیلے کے اس وفد میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں پیلو ﴿پودے کی ایک ٹہنی یا شاخ﴾ عطا فرمائی کہ اس سے ہم مسواک کریں۔ ہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں یہ ٹہنیاں بہت زیادہ ہیں لیکن ہم آپ ﷺ کی سخاوت اور عطیہ کی بناء پر ﴿تبرک سمجھتے ہوئے﴾ قبول کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ عبدالقیس کی مغفرت فرما کیونکہ بلاجبر واکراہ خود مطیع اور فرمانبردار بن کر آئے ہیں جبکہ میری قوم نے اس وقت اسلام قبول کیا جب وہ مجبور ورسوا ہو گئے تھے۔[2]

منہ اور دانتوں کی صفائی سے جہاں ایک طرف دانت ستھرے رہتے ہیں اور خوبصورتی اور دوسروں کی کشش کا باعث ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ کیڑا لگنے سے اور میل کچیل سے محفوظ ہو کر ایک لمبی مدت تک پائیدار اور مضبوط ہو جاتے ہیں، اس

---

[1] (بخاری رقم الحدیث ۲۴۴، كتاب الوضوء، باب السواك، دار طوق النجاة، بيروت وأخرجه مسلم في الطهارة باب السواك رقم 254)

[2] (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۹۲۴)

کے علاوہ کئی بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔اگر منہ گندہ ہو تو غذا منہ سے گندگی (خوراک کے سڑے ہوئے ذرات وغیرہ) کو لے کر معدہ میں جاتی ہے اورانسان طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔علماء نے مسواک کے بہت سے فائدے شمار کیے ہیں۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''منبہات'' میں مسواک کے بیس فائدے ذکر کیے ہیں۔مصنف ''نہر فائق'' رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سے کچھ اوپر منافع بتائے ہیں، جن میں سب سے ادنیٰ گندگی کا دور ہونااور سب سے اعلیٰ موت کے وقت کلمۂ شہادت یاددلاتی ہے اور موت کے علاوہ ہر بیماری کیلئے شفاہے۔

''نہایت الامل'' میں ہے کہ مسواک میں بہتّر فائدے ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے وقت کلمۂ شہادت یادآجاتاہے۔اوراس کے برخلاف حشیشہ (بھنگ) کھانے میں ستر نقصان ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مراقی الفلاح'' کے حاشیہ میں مسواک کے فوائد نقل کرتے ہوئے لکھاہے:

من فضائله ماروى الأئمة عن علي و ابن عباس و عطاء رضي الله تعالى عنهم أجمعين: عليكم بالسواك فلا تغفلوا عنه و أديموه فإن فيه رضا الرحمن و تضاعف صلاته إلى تسعة و تسعين ضعفا أو إلى أربعمائة ضعف و إدامته تورث السعة و الغنى و تيسير الرزق و يطيب الفم و يشد اللثة و يسكن الصداع و عروق الرأس حتى لا يضرب عرق ساكن و لا يسكن عرق جاذب و يذهب وجع الرأس و البلغم و يقوي الأسنان و يجلو البصر و يصحح المعدة و يقوي البدن و يزيد الرجل فصاحة و حفظا و عقلا و يطهر القلب و يزيد في الحسنات و يفرح الملائكة و تصافحه لنور وجهه و تشيعه إذا خرج إلى الصلاة و تستغفر حملة العرش لفاعله إذا خرج من المسجد و تستغفر له الأنبياء و الرسل و السواك مسخطة للشيطان مطردة له مصفاة للذهن مهضمة للطعام مكثرة للولد و يجيز على الصراط كالبرق الخاطف و يبطىء الشيب و يعطي الكتاب باليمين و يقوي البدن على طاعة الله عز و جل و يذهب الحرارة من الجسد و يذهب الوجع و يقوي الظهر و يذكر الشهادة و يسرع النزع و يبيض الأسنان و يطيب النكهة و يصفي الخلق و يجلو اللسان و يذكي الفطنة و يقطع الرطوبة و يحد البصر و يضاعف الأجر و ينمي المال و الأولاد و يعين على قضاء الحوائج و يوسع عليه في قبره و يؤنسه في لحده و يكتب له أجر من لم يستك في يومه و يفتح له أبواب الجنة و تقول له الملائكة هذا مقتد بالأنبياء يقفو آثارهم و يلتمس هديهم في كل يوم و يغلق عنه أبواب جهنم و لا يخرج من الدنيا إلا و هو طاهر مطهر و لا يأتيه ملك الموت عند قبض روحه إلا في الصورة التي يأتي فيها الأولياء و في بعض العبارات الأنبياء و لا يخرج من الدنيا حتى يسقي شربة من حوض نبينا محمد صلى الله عليه و سلم و هو الرحيق المختوم و أعلى هذه أنه مطهرة للفم مرضاة للرب۔

مسواک کے وہ فضائل جن کو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا، یہ ہیں ،فرماتے ہیں کہ مسواک کو لازم کرلو، اس سے غافل نہ رہو، اس پر مداومت کرتے رہو، کیوں کہ اس میں حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے اوراس سے نماز کا ثواب ننانوے یا چار سو گنا بڑھ جاتا ہے، اور ہمیشہ مسواک کرنے سے کشادگی اور مال داری پیدا ہوتی ہے روزی آسان ہو جاتی ہے، منہ پاکیزہ اور مسوڑھے مضبوط کر دیتی ہے۔ درد سر کو اور سر کی تمام رگوں کو سکون ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی حرکت کرنے والی رگ ساکن ہوتی ہے، بلغم کو دور کرتی ہے، دانتوں کو مضبوط بناتی ہے، بینائی کو صاف کرتی ہے، معدہ کو درست اور بدن کو قوی بناتی ہے، انسان کی فصاحت وحافظہ و عقل کو بڑھاتی ہے، دل کو پاک کرتی ہے، نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، ملائکہ خوش ہوتے ہیں، اوراس کے چہرے کے نور کی وجہ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور جب وہ نماز کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، اور جب وہ مسجد سے نکلتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اور انبیاء اور رسول اس کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ مسواک شیطان کو ناراض کر دیتی ہے اوراس کو دھتکارتی ہے، ذہن کو صاف، کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ بچوں کی پیدائش بڑھاتی ہے۔ پل صراط پر سے کوندنے والی بجلی کی طرح (بہت جلد) اتار دیتی ہے۔ بڑھاپے کو مؤخر کرتی ہے۔ نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دلاتی ہے۔ بدن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے قوت دیتی ہے۔ اور حرارت کو بدن سے دور کرتی ہے۔ پیٹھ کو مضبوط بناتی ہے ۔ کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے۔ حالت نزع کو بہت جلد ختم کرتی ہے۔ دانتوں کو سفید، منہ کو خوشبودار، حلق اور زبان کو صاف ، سمجھ کو تیز کرتی ہے۔ رطوبت کیلئے قاطع ہے، نظر کو تیز اور حاجتوں کے پورا ہونے میں مدد کرتی ہے، قبر کو کشادہ بناتی ہے اور مردہ کیلئے غمخوار ہو جاتی ہے اور مسواک نہ کرنے والے کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ فرشتے اس کے بارے میں ہر دن کہتے ہیں کہ یہ (شخص) انبیاء کا اقتداء کرنے والا ہے، ان کے نشان قدم پر چلتا ہے ،ان کی سیرت کا متلاشی ہے۔ اس کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، مسواک کرنے والا شخص دنیا میں (گناہوں سے) پاک صاف ہو کر جاتا ہے اور موت کا فرشتہ روح نکالنے کیلئے اس کے پاس اس صورت میں آتا ہے جس صورت میں اولیاء کے پاس آتا ہے، بعض عبارات میں ہے کہ جس صورت میں انبیاء کے پاس آتا ہے اسی صورت میں آتا ہے۔ مسواک کرنے والا دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک کہ وہ حضور ﷺ

کے حوض سے شراب نہ پی لے اور وہ رحیق مختوم ہے۔(اوران سب فوائد سے)بڑھ کر یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی رضا ہے اور منہ کی صفائی ہے۔[1]

استنشاق الماء:(یعنی ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا)

اور یہ کلی کی طرح ہے جس کا ذکر آرہاہے یہ دونوں وضو میں سنت ہیں اور غسل میں ہمارے نزدیک فرض ہیں اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں غسل میں سنت ہیں اورامام احمد اورمالک رحمہااللہ کی ایک روایت میں ان کا واجب ہونا مذکورہے۔

سر کے بالوں میں مانگ نکالنے کے متعلق

جانناچاہیئے!سر کی ابتداء پیشانی کی جانب سے بال نکلنے کی جگہ سے ہوتی ہے اور اس میں اعتبار عام لوگوں کا ہے پس بعض لوگوں کی جو پیشانی پرہی بال اگ آتے ہیں یہ جگہ سر کی حدود میں داخل نہیں بلکہ چہرے کی حد میں داخل ہے(کیونکہ یہ پیشانی کا حصہ ہے)اور,,نزعتان،،اور ''صلع،،سر کے حدود میں داخل ہے۔(پیشانی کے حدود میں داخل نہیں)اس لئے وضو میں اس کو دھونے کی ضرورت نہیں،اور,نزعتان،،سے مراد پیشانی کے وہ دونوں اطراف ہیں کہ سر کا حصہ ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے ان دونوں اطراف میں بال نہیں ہوتے،پس بال نہ ہونے سے مغالطہ کھاکر ان اطراف کو پیشانی کا حصہ نہیں سمجھناچاہیئے ۔اور ''صلع،،سے مراد پیشانی کے متصل سر کا بالکل ابتدائی حصہ ہے،بعض لوگوں کے اس حصہ پر بال نہیں ہوتے جس سے اس کے پیشانی کا حصہ ہونے کا گمان ہو تاہے۔

لیکن شرعاًاس کو سرہی کا حصہ شمار کیاجائے گا،اس لئے وضومیں اس کوچہرہ دھونے کے ساتھ نہیں دھویاجائے گا۔''نزعتان،،کی اس ہیئت کو اہل عرب پسند کرتے ہیں۔اور لغت کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس مرد کی پیشانی کے دونوں جانب بال نہ ہوں اس کو ''انزع'' اور جو عورت ایسی ہواس کو''زعرا'' کہتے ہیں(حالانکہ ازروئے قاعدہ اس کو ''نزعا'' کہنا چاہیئے) پس نزعتان نزع سے ماخوذ ہے یعنی الگ ہونا گویا کہ بال اس جگہ سے ہٹ گئے۔

---

[1] (الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح،باب فصل فی سنن الوضوء،ج ۱ ص ۶۹)

اور تہذیب میں یہ بھی مذکور ہے:

النزعتان من الرأس عندنا وعند جماهير العلماء واستحب الشافعي واصحابه غسلهما مع الوجه للخروج من خلاف من قال هما من الوجه۔

ترجمہ: "نزعتان سر کا حصہ ہیں ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک۔ اور امام شافعی رحمہم اللہ اوران کے اصحاب نے چہرے کے ساتھ اس کا دھونا مستحب قرار دیا ہے تاکہ جن لوگوں نے اس کو چہرے کا حصہ سمجھا ہے، احتیاطاً ان کے قول پر بھی عمل ہو جائے"۔[1]

اور "صلع" سے مراد پیشانی کے متصل سر کے سامنے کے حصہ پر بال نہ ہونا ہے جیسا کہ بعض لوگوں میں ایسا ہوتا ہے، بالوں سے خالی سر کا یہ حصہ "صلع" کہلاتا ہے۔

"اصلع" صلعاء مثل احمر، حمراء اس کے صیغہائے صفت ہیں۔

اور آنکھ اور کان کے درمیان رخسار کی ابھری ہوئی ہڈی کی بالائی جانب کا حصہ جس کو صدغ کہتے ہیں یہ سر کا حصہ ہے۔ جس کی دلیل عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تلقین ہے جو انہوں نے نائی کو کی تھی:

"ابلغ العظمين فانهما منتهى اللحية"۔

ترجمہ: سر کے بال کنپٹی کی دونوں ہڈیوں تک مونڈ ڈالو! اس لئے کہ وہاں تک داڑھی کی حد ہے۔

اوران دونوں ہڈیوں کو عربی میں "فنبکین" بھی کہتے ہیں جیسا کہ صاحب نہایہ نے حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"امرني جبرئيل ان اتعاهد فنبكي"۔

ترجمہ: "جبرائیل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فنیکین کی رعایت رکھوں"۔[2]

اور گدی کی جانب سر کی حد گردن تک ہے لیکن گردن سر کی حد سے خارج ہے اس لئے گردن کا مسح سر کے مسح میں داخل نہیں۔ البتہ موضع تحذیف یعنی وہ حصہ جو "صدغ" (کنپٹی) اور "نزعتان" (پیشانی کے اطراف) کے درمیان ہے جس پر ہلکے ہلکے بال ہوتے ہیں اس کے متعلق اختلاف ہے۔[3]

---

[1] (تهذيب الاسماء للنووي واللغات ج۴ ص ۲۴۶)

[2] (كنز العمال ج ۹ ص ۳۰۲ حديث نمبر ۲۶۱۰۵)

[3] (تحفة المحتاج في شرح المنهاج، باب الوضوء، ج ۲ ص ۳۷۳)

ابن سریج کے بقول یہ حصہ چہرے میں شامل ہے کیونکہ چہرے کی رنگ (سپیدی) اس حصہ میں نمایاں ہے، اس وجہ سے شرفاء گھرانوں میں اس حصہ پر اگنے والے بالوں کو دور کیا جاتا ہے۔ اور اس جگہ کو موضع تحذیف کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس جگہ کے بالوں کو دور کیا جاتا ہے۔

''کتاب البرکہ'' میں لکھا ہے:

قدتعودالناس التحذیف ولابأس به قال الغزالی وھوالقدرالذی اذاوضع الخیط علی رأس الاذن والطرف الثانی علی الجبین وقع فی جانب الجبھة ولیس من القزع فی شئ۔

ترجمہ: لوگوں کی عادت موضع تحذیف سے بال دور کرنے کی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحذیف وہ جگہ ہے کہ اگر دھاگے کا ایک کنارہ کان کے سرے پر رکھا جائے اور دوسرا سرا پیشانی پر رکھا جائے تو پیشانی کی جانب کا مقام موضع تحذیف ہے اور یہ عمل (موضع تحذیف سے بال صاف کرنا) قزع میں داخل نہیں ہے۔

ابو اسحاق اور اس کے متبعین کے نزدیک یہ بال سر کے بالوں کے متصل ہونے کی بناء پر اسی کے حکم میں ہیں:

وھوالموافق لنص الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ والاول اظھر والثانی اشھر۔

ترجمہ: یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے موافق ہے اور پہلا قول ظاہر کے زیادہ مناسب ہے جبکہ زیادہ مشہور دوسرا قول ہے۔[1]

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح منھاج،، میں فرمایا ہے: **صحح الجمھور ان موضع التحذیف من الرأس۔،،**

ترجمہ: جمہور نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ موضع تحذیف سر کا حصہ ہے۔،،

''لِاِتِّصَالِ شَعْرِهٖ بِشَعْرِ الرَّأسِ وَنَقَلَ الرَّافِعِیُّ فِیْ شَرْحَیْهِ تَرْجِیْحَهٗ عَنِ الْاَکْثَرِیْنَ''

ترجمہ: ''بوجہ ان بالوں کے سر کے بالوں کے ساتھ متصل ہونے کے اور رافعی نے اپنے دونوں شرحوں میں اکثر اہلِ علم سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ مواضعِ مذکورہ سر کی حد میں داخل ہیں پس ان جگہوں کے بالوں کو بھی سر کے بالوں کا حکم حاصل ہے یعنی سر منڈانے کے ساتھ ان کو منڈایا جائے ورنہ نہیں۔

---

[1] (کذافی فتح العزیز شرح الوجیز للرافعی، ج ۱ ص ۳۹۹)

مسئلہ: مردوں کیلئے پورے سر کے بال رکھنا مسنون ہے اوران کو منڈانا جائز (مباح) ہے۔ اور نبی کریم ﷺ سے حج وعمرہ کے علاوہ سر منڈانا ثابت نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی طرز عمل اور معمول اسی کے مطابق تھا۔ البتہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سر کے بال منڈاتے تھے۔

مواہب میں مذکور ہے:

ولم یروأنه -صلی الله علیه وسلم- حلق رأسه الشریف فی غیر نسک حج أو عمرة فیما علمته، فتبقیة الشعر فی الرأس سنة ومنکرها مع علمه یجب تأدیبه، ومن لم یستطع التبقیة فیباح له إزالته۔

ترجمہ: نبی ﷺ سے حج وعمرہ کے علاوہ جہاں تک مجھے معلوم ہے سر منڈوانا مروی نہیں، پس سر پر بال چھوڑنا سنت ہے اور جاننے کے باوجود اس کی سنیت کا منکر لائق تعزیر ہے اور جو شخص بال رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کیلئے بال نہ رکھنا جائز ہے۔[1]

اور جو کوئی بالوں کی نگہداشت (تیل، کنگھی وغیرہ) پر قادر ہو تب بھی اس کیلئے سر منڈانا مباح ہے۔ اسی طرح "روضہ" اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی "مجموع" میں یہ روایت مذکور ہے۔

اور ابن قیم نے بھی زاد المعاد باب تنبیہات میں نقل کیا ہے:

لم یحلق صلی الله علیه وسلم رأسه الشریف إلا أربع مرات.

ترجمہ: "نبی ﷺ نے صرف چار مرتبہ سر مبارک منڈوایا"۔[2]

قَدُومَاتٌ أَرْبَعَةٌ: بِمَكَّةَ عُمْرَةُ الْقَضَاءِ، وَفَتْحُ مَكَّةَ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ، وَحَجَّةُ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ: عمرۂ قضاء میں، فتح مکہ کے موقع پر، عمرۂ جعرانہ میں اور حجۃ الوداع کے موقع پر کہ ان ہی چار مواقع پر ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ کو مکہ معظمہ میں حاضری کے مواقع میسر آئے۔[3]

---

[1] (المواهب اللدنیه فی منح المحمدیه، الفصل الاول فی کمال خلقته وجمال صورته ﷺ ج ۲ ص ۸۰، منتهی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، الفصل الثالث فی صفة شعره ﷺ ج ۱ ص ۳۴۲)

[2] (زاد المعاد باب تنبیهات ج ۲ ص ۱۸)

[3] (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، باب الترجل، ج۷ ص ۲۸۲۵)

اور نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ **باب ترجل** میں حدیث **احلقوا کلہ او اترکوا کلہ** کے ذیل میں فرمایا ہے:

فی الحدیث اشارۃ الی ان الحلق فی غیر الحج و العمرۃ جائز و ان الرجل مخیر بین الحلق و ترکہ لکن الافضل ان لا یحلق الا فی غیر احد النسکین کما کان ﷺ یفعلہ و اصحابہ و انفرد منھم علی کرم اللہ وجھہ۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ بھی سر منڈانا جائز ہے اور آدمی کو سر منڈانے اور بال رکھنے میں اختیار ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ سر نہ منڈائے جیسا کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور تھا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس معاملے میں منفرد تھے "(کیونکہ آپ ہر جمعہ کے دن سر منڈاتے تھے)۔

عینی شرح بخاری میں ہے:

ادعیٰ ابن عبد البرّ الاجماع علی اباحۃ حلق الجمیع و ھو روایۃ عن احمد۔

یعنی ابن عبد البر نے پورے سر کے بال منڈانے کی اباحت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔[1]

اور محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صراط مستقیم میں فرمایا ہے کہ سر کے بال منڈانا مرد حضرات کے لئے بالاتفاق جائز ہے اور جو لوگ بالوں کو تیل لگانے اور درست رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لئے (سنت کے مطابق) بال رکھنا افضل ہے۔

اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ سر کے بال (سنت کے مطابق) رکھنا سنت ہے اور قدیم عرب کی یہی عادت تھی لیکن تیل کنگھی کے ذریعہ بالوں کی نگہداشت رکھنی چاہیئے، اوراب تو عام و خاص اکثر لوگوں میں بال منڈانے ہی کا رواج ہے خصوصا مشائخ، صوفیاء اور درویش صفت لوگ (مولف کی مراد اس سے اپنے زمانہ کے اہلِ ہند ہیں)۔بظاہر اس کی وجہ بالوں کی نگہداشت سے ان کی عدیم الفرصتی ہے۔

---

[1] (عمدۃ القاری ج ۲۲ باب القزع)

سر کے بالوں کی نظافت

سر کے بالوں کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ ان کی صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام کیا جائے، رسول اللہ ﷺ بالوں میں کنگھا فرمایا کرتے تھے اور تیل کا استعمال بھی فرمایا کرتے تھے۔

اس عمل سے بالوں کا گرد و غبار اور میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور بالوں میں جوئیں پڑنے سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

اور اگر کوئی مرد سر پر بال رکھے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرے اور اگر یہ نہ کر سکے تو پھر بالوں کو منڈوادے۔

وعن ابی ھریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال من کان لہ شعر: بفتح العین ویسکن, والظاھر أن المراد بہ شعر الرأس (فلیکرمہ): أی فلیزینہ ولینظفہ بالغسل والتدھین ولا یترکہ متفرقا، فان النظافۃ وحسن المنظر محبوب۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے بال ہوں عین کے فتح کیساتھ، اس سے مراد سر کے بال ہیں، بس اس کی عزت کرو یعنی اسے مزین رکھو، اسے صاف رکھو، دھونے کے ساتھ، تیل لگانے کے ساتھ اور اسے بکھرے ہوئے نہ چھوڑو کیونکہ صفائی اور خوبصورت دکھنا پسند کیا جاتا ہے۔[1]

من اتّخذ شعرا فلیحسن الیہ او لیحلقہٗ۔

ترجمہ: جو بال رکھے تو اچھی طرح رکھے (دھوئے، تیل کنگھی وغیرہ کرے) ورنہ منڈادے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من کان لہ شعر فلیکرمہ۔

ترجمہ: جس کے بال ہوں تو اسے چاہیئے کہ ان کا اکرام کرے۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ قال: من اتخذ شعرا فلیکرمہ۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بال رکھے تو ان کا اکرام کرے۔[1]

---

[1] (رواہ أبو داود) مرقاۃ المفاتیح، ج۷ ص۲۸۲۷، کتاب اللباس، باب الترجل)

[2] (رواہ الطبرانی فی الاوسط، حدیث ۴۰۸۰، ج۹ ص۱۳۳، وفی مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الشارب)

[3] (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۱۶۳، کتاب الترجل، باب فی اصلاح الشعر، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، واللفظ لہ المعجم الأوسط للطبرانی، رقم ۸۴۸۵، شعب الایمان للبیہقی رقم ۶۰۳۶، مشکل الآثار للطحاوی، رقم ۳۳۶۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان لابی قتادۃ جمۃ فسأل النبی ﷺ فیھا؟ فقال: اکرمھا و ادھنھا۔

یعنی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے جمہ (کندھوں تک) بال تھے، انہوں نے اس بارے میں نبی ﷺ سے سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا اکرام کیجئے اور ان میں تیل لگایئے۔[2]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت النبی ﷺ یقول: من ربی منکم شعرا فلیکرمه، قیل: یا رسول الله، وما کرامته؟ قال: یدھنه، و یمشطهٗ کل یوم۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم میں سے جو بال رکھے تو اسے چاہیئے کہ ان کا اکرام کرے، رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ بالوں کا اکرام کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں روزانہ تیل لگائے اور کنگھی کرے۔[3]

سر منڈانے کو معمول بنانا سنت ہے اس لئے کہ یہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تقریری سنت کے قبیل سے ہے اور پھر خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سر منڈانے پر مواظبت (ہمیشگی) بھی تنہا سنت ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

ترجمہ: میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو۔[4]

فتاویٰ عالمگیری میں روضہ زندویسی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

و ان السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق و اما الحلق و ذکر الطحطاویؒ الحلق سنۃ و نسب ذالک الی العلماء الثلاثۃ۔

---

[1] (ج ۱ ص ۱۵۹، دار ابن الجوزی، السعودیۃ/الریاض، و اللفظ لہٗ، الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۳ ص ۴۱۴، الترغیب و الترھیب لقوام السنۃ، رقم الحدیث ۲۰۳، اخبار اصبھان، رقم الحدیث ۱۷۳۹)

[2] (رقم ۱۷۶، در الحرمین، القاھرۃ، و اللفظ لہٗ؛ شعب الایمان للبیھقی، رقم ۱۰۴۱۶)

[3] (ج ۱ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

[4] (مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالسنۃ، ابن ماجہ ج ۱، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین)

ترجمہ: تحقیق سنت طریقہ سر کے بالوں کے حق میں یہ ہے کہ یا تو بال رکھ کر درمیان سے سیدنی مانگ نکالی جائے اور یا پھر سر منڈھایا جائے اور امام طحاوی نے سر منڈانے کو سنت کہا ہے اور یہ بات ائمہ ثلاثہ احناف کی طرف منسوب کی ہے (جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے)۔[1]

مسئلہ: مردوں کے لئے حج کے دوران مقررہ وقت پر بال کٹوانے کے بجائے منڈوانا افضل ہے، اگرچہ کٹوانا بھی جائز ہے:

مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (الفتح ۲۷)

(اپنے سروں کے بال منڈانے والے اور کٹوانے والے ہیں۔

اور نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اللھم ارحم المحلقین۔

اے اللہ تعالیٰ منڈوانے والوں پر رحم فرما۔

صحابہ کرام نے عرض کیا:

والمقصرین؟۔

(اور کٹوانے والے بھی؟)

تب بھی آپ ﷺ نے پہلا جملہ ہی ارشاد فرمایا یہاں تک کہ انہوں نے چوتھی بار "والمقصرین" کے ساتھ استفسار کیا تب آپ نے والمقصرین کہہ کر محلقین کے لئے رحم کی دعا میں ان کو شامل فرمایا: (ان الفاظ کے ساتھ: اللھم ارحم المحلقین والمقصرین)۔[2]

فتاویٰ عالمگیری میں شرح طحاوی سے نقل کیا ہے:

یحلق او یقصر والحلق افضل۔

حلق کرے یا قصر کرے، لیکن حلق افضل ہے۔[3]

وحلق الکل افضل اقتداء بالنبی ﷺ۔

ترجمہ: پورے سر کو منڈانا افضل ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام (کے عمل) کی اتباع کی وجہ سے۔

---

[1] (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع عشر فی الختان الحصاء وحلق المراۃ شعرھا ووصلھا شعر غیرھا)

[2] (بخاری، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، رقم ۱۶۱۲)

[3] (کتاب المناسک وفیہ سبعۃ عشر بابا، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج)

پس کہتا ہے بندہ عاجز فقیر سید احمد علی شاہ ترمذی سیفی کہ زلفیں رکھنا اور منڈوانا دونوں جائز ہیں۔

جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

حلق الرأس مع الصدغین سنة۔

یعنی کنپٹی سمیت سر منڈوانا سنت ہے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

یستحِبّ حلق الرأس فی کل جمعة کذا فی الغرائب۔

ہر جمعہ کو سر منڈوانا مستحب ہے۔[2]

فتاویٰ سلطانیہ میں لکھا ہے:

ولو حلقت المرأة رأسها فان فعلت لوجع اصابها فلا بأس به.فان فعلت تشبها بالرجل فهو مکروه۔

اگر کسی خاتون نے سر میں کسی بیماری کے سبب اپنا سر مونڈوایا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مردوں کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے ایسا کیا تو پھر مکروہ ہے۔[3]

وفی زین الحلم شرح عین العلم لملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ :ویحلق رأس أی شعره ان اراد التنظیف والاحتیاط فی الغسل کما اختارهٔ علی کرم اللہ وجهه حیث کان کثیر الاغتسال وقد سمع النبی ﷺ تحت کل شعرة جنابة ولذا قال ومن ثم عادیت رأسی الی قوله وحیث قرّر علیه السلام فعل علی رضی اللہ عنہ صار سنة ای حلق الرأس مع انه قال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عین العلم کی شرح زین الحلم میں ہے کہ غسل میں احتیاط یا صفائی کی وجہ سے اگر سر کا حلق کیا جائے تو جائز ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر مونڈوانے کو اختیار کیا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غسل فرمانے والے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہر بال کے نیچے جنابت ﴿ناپاکی﴾ ہوتی ہے۔اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر ﴿کے بالوں﴾ کے ساتھ دشمنی کرلی، اور جب

[1] (خلاصۃالفتاویٰ ص ۳۴۲، جلد ۴)

[2] (فتاوی عالمگیری، ص ۳۵۷، ج ۵، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

[3] (فتاویٰ سلطانی ص ۴۵۵)

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل کو برقرار رکھا تو سر منڈوانا سنت قرار پایا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔[1]

وفی فصول العبادیة رجل قال لآخر حلق رأسک أو قلم أظافرک فان هذا سنة النبی ﷺ وقال ذالک الرجل لا أفعل وان کان سنة فهذا کفر لانه قال ذالک علی سبیل الانکار والرد۔ کذا فی سائر السنن خصوصا فی السنة هی معروفة وثبوتها بالتواتر کالسواک ونحوه۔ وفی الغرائب وروی محمد رحمه اللہ تعالیٰ عن ابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ قال خطانی حجام فی سفر القبلة فی ثلاثة اشیاء اذا جلست لحلق الرأس قال لی استقبل القبلة فاستقبلت الیها فقدمت جانب یساری فقال لی قدم جانب یمینک فقدمت جانب یمینی فاذا فرغت اردت ان اخرج فقال دفن شعرک ثم اخرج فدفنت کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول للحلاق ابلغ العظمین فانهما منتهی اللحیة یعنی حدها ولذلک سمیت لحیة لان حدها اللحی۔

فصول العبادیة میں ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ اپنا سر منڈواؤ یا اپنے ناخن کاٹو کیونکہ یہ آپ ﷺ کی سنت ہے اور دوسرا اس کے جواب میں کہے کہ میں ایسا نہیں کروں گا اگرچہ سنت ہے تو یہ قول کفریہ ہے ﴿یعنی یہ کلمہ کفر ہے﴾ کیونکہ اس نے جو جواب دیا یہ بطور انکار اور رد تھا۔ یہی حکم آپ ﷺ کی تمام سنن کے بارے میں ہے خاص کر ان سنن کے بارے میں کہ جو معروف ہو اور ان کا ثبوت تواتر سے ہو جیسے مسواک وغیرہ۔

غرائب میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سفر قبلہ ﴿حرم شریف﴾ میں حجام نے مجھے تین غلطیوں پر تنبیہ کی:

۱۔ جب میں سر مونڈوانے کیلئے بیٹھا تو حجام نے کہا کہ قبلہ رو ہو جاؤ تو میں قبلہ رو ہو گیا۔

۲۔ میں نے حجام کی طرف سر مونڈوانے کیلئے بائیں طرف کو آگے کیا تو اس نے کہا کہ پہلے دائیں طرف کا حلق ہو گا تو میں نے دائیں طرف آگے کر دی۔

۳۔ جب میں فارغ ہوا اور باہر جانے لگا تو حجام نے کہا اپنے بال دفن کر دو پھر نکلو تو میں نے بال دفن کر دیئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجام سے فرمایا سر مونڈتے ہوئے بڑی ہڈیوں تک پہنچو کہ یہ داڑھی کی انتہاء ہے اور اس لئے داڑھی کو لحیہ کہتے ہیں کہ یہ داڑھ کی انتہاء تک ہوتی ہے۔[2]

---

[1] (بحوالۂ هدایه الابرار ص ۳۱)

[2] (هدایة الابرار ص ۳۲)

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا سر منڈانے کے متعلق فتویٰ

مسئلہ ۲۳۵: از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

تمام سر کا منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حضور سرور کائنات ﷺ یا حضرت مولائے کائنات سیدنا امام علی مرتضی رضی اللہ عنہ یا حضرت امامین مطہرین رضی اللہ عنہما یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم ان حضرات نے سر منڈایا ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت تمام سر کے بال رکھنا ہے اور امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنت سارا سر منڈانا۔

وقد روی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان تحت کل شعرۃ جنابۃ ثم قال من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی۔

بلا شبہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راویت کی ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے لہذا اس وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں۔[1]

دونوں صورتیں جائز ہیں آدمی اپنے لئے جس میں مصلحت سمجھے، اور **اول اولی، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۹: ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی ایھا العلماء الکرام اندریں مسئلہ کہ مروی وماثور است کہ موئے مرغول سرآن سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغیر از حلق بستہ کیفیت متکیف بودند یعنی گاہ بگوش وگاہ بدوش وگاہ از گوش فرود آمدہ و نزدیک بدوش رسیدہ آیار جل امت اجابت آن تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رانیز لازم است کہ ہمیں جادہ مستقیم رااخذ نمودہ سالک شوند بازو برتقدیر اول آیا کہدام صنف است از اصناف سنن ہدی ست کہ تارکش مستحق لوم وعتاب است یا زائد کہ تارکیش لائق ایں امر نبود چنانچہ در رسالہ منارمی نویسند: **وھی نوعان سنۃ الھدی وتارکھا یستوجب اساءۃ**

---

[1] (سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ ۱/۳۳ وجامع الترمذی ابواب الطہارۃ ۱/۱۶)(سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳)

کالجماعة و الاذان والزوائد وتارکھا لایستوجب اسائة کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی لباسه وقعوده وقیامه الخ رسالہ شرح نورالانوار قمرالاقمار۔

اے علماء کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحمت کے پھول برسائے تمھارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروی اور منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سر مبارک کے (کسی قدر) گھنگھریالے مقدس بال منڈائے بغیر، تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے متصف تھے:

(۱) یعنی کبھی کانوں تک

(۲) کبھی کندھوں تک

(۳) اور کبھی کانوں سے نیچے لٹکے ہوئے اور کندھوں کے قریب پہنچے ہوئے تھے

(اب سوال یہ ہے کہ) کیا تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت اجابت (یعنی امت مسلمہ) کے کسی مسلمان فرد کے لئے بھی یہی لازم اور ضروری ہے کہ وہ اسی ٹھیک طریقہ کو اختیار کرکے اس پر چلے۔ نیز پہلی صورت میں یہ سنن ہدی میں سے کونسی قسم ہے کہ جس کا چھوڑدینے والا ملامت اور سرزنش کے لائق ہے یا سنت زائدہ ہے کہ جس کا ترک کرنے والا سزا مذکور کے لائق نہیں۔

چنانچہ رسالہ ''منار'' میں لکھتے ہیں سنت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک سنت ہدٰی، جس کا تارک مستحق اساءت ہے۔ جیسے نماز باجماعت اور اس کے لئے اذان۔

(۲) دوسری قسم سنت زوائد کہ جس کا تارک اساءت کا سزاوار نہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک عادات، پہننے، بیٹھنے اور قیام میں الخ۔ (قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار، از مولانا عبدالحکیم لکھنوی)[1]

الجواب: عادت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر تمام سرموئے داشتن است از گوش تادوش در غیر حج وحجامت ہیچ گاہ حلق ثابت نیست امیرالمومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم دائما حلق فرمودہ واز ان روکہ زیر ہر موجنابت ست مباد کہ آب بجائے نرسد وے فرمود ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی وسنت خلفائے

[1] (نورالانوار شرح المنار بحث سنن الھدی والزوائد مطبع علیمی دھلی ص۱۶۷)

راشدین نیز سنت ست ہر چہ مناسب حال خود مبیند برآں عمل کنند موئے راا کرام باید فی الحدیث من کان له شعر فلیکرمه اگر اکرام تواند و بجد اسراف نرساند موئے داشتن بہتر ست ورنہ در حلق فارغ البال وبرہر چہ ازیں عمل کند مستحق لوم وعتاب نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت عالیہ اپنے پورے سر مبارک پر بال رکھنے کی تھی اور یہ کیفیت کان سے کندھوں تک ہوتی، لہذا بغیر حج کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں البتہ مومنوں کے امیر حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ہمیشہ بال منڈواتے اس وجہ سے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے کہیں ایسانہ ہو کہ وہاں تک پانی نہ پہنچے، اور فرمایا کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بال رکھنے کا مخالف ہوں، اور خلفائے راشدین کی سنت بھی درجہ سنت رکھتی ہے لہذا جو بھی اپنے حال کے مناسب سمجھے وہی روش اختیار کرے، بہر حال بالوں کا احترام کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے جس آدمی کے بال ہوں اسے ان کا احترام واکرام کرنا چاہئے لہذا اگر عزت توقیر کر سکے اور اسے اسراف کی حد تک نہ پہنچائے تو پھر بال رکھنے بہتر ہیں ورنہ منڈوا کر فارغ البال ہو جائے لہذا ان میں سے جو طریقہ اپنائے (اور اس پر عمل کرے) تو ملامت اور عتاب کا سزاوار نہ ہو گا، واللہ تعالٰی اعلم۔[1]

حلق العانۃ (زیر ناف بال) صاف کرنا

زیر ناف بال صاف کرنا مر دوعورت دونوں کے لئے مسنون ومشروع ہے۔ بلکہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کے ادیان میں مشترک مشروع ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں اس کو انسان کی فطرتی عادات میں سے شمار کیا گیا۔

والاستحداد أی حلق العانة وھو۔۔استعمال الحدید من نحو موسی وغیرہ فی حلق العانة ای الشعر الذی حوالی ذکر الرجل وفرج المرأة وزاد ابن شریح وحلقة الدبر۔

[1] (سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاھور ۱/ ۳۳)(سنن ابی داؤد کتاب الرجل باب فی اصلاح الشعر آفتاب عالم پریس لاھور ۲/ ۲۱۸)(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۳۰)(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ کتاب الحظر والاباحۃ ص ۲۸۶۔۲۹۲)

استحداد یعنی موئے زیر ناف صاف کرنا اور استحداد کا معنٰی ہے بالوں کی صفائی کیلئے استرا وغیرہ کی شکل میں لوہے کو استعمال کرنا اور موئے زیرناف سے مراد وہ بال ہیں جو مرد کے آلۂ تناسل کے ارد گرد ہوں اور عورت کے عضو مخصوص ﴿شرمگاہ﴾ کے ارد گرد ہوں۔ ابن شریح نے کہا کہ مقام پاخانہ کے ارد گرد کے بالوں کو بھی عانۃ کہتے ہیں۔[1]

قلت و علیہ الفتوٰی کما فی الشامیۃ۔

میں کہتا ہوں اسی پر فتویٰ ہے جیسے کہ شامی میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر زیر ناف بال مونڈنا بھی فرض تھا، ہم پر سنت ہے۔ خیال رہے کہ زیر ناف بال دور کرنے کیلئے زیادہ طور پر احادیث میں (**استحداد**) کے الفاظ استعمال ہیں، یعنی نبی کریم ﷺ نے لوہے کے آلہ (استرا وغیرہ) کو استعمال کیا۔

ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان لا یتنور، و کان اذا اکثر الشعر علی عانتہ حلقہ۔

کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے زیرناف بالوں کو دور کرنے کیلئے چونہ (پاؤڈر وغیرہ) استعمال نہیں کیا، بلکہ جب بال دور کرنے کی ضرورت درپیش آتی تو آپ ﷺ ان بالوں کو مونڈ کر دور کرتے۔

لیکن ایک دوسری حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ کان اذا اطلی ولی عانتہ بیدہ۔

کہ بے شک نبی کریم ﷺ زیرناف بالوں پر چونہ (پاؤڈر وغیرہ) استعمال کرکے ہاتھوں سے بالوں کو صاف کردیتے۔

خیال رہے کہ "**اطلی**" کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

اطلی یعنی بالنورۃ و ھی حجر یتخذ منہ طلاء لازالۃ الشعر من بواطن الجسد۔

کہ آپ ﷺ نے چونہ کا استعمال کیا، کیونکہ پتھر سے حاصل ہونے والے چونہ کو جسم کے اندرونی حصہ کے بال دور کرنے کیلئے جب استعمال کیا جائے تو اسے بھی طلائی کہہ لیا جاتا ہے۔

---

[1] (المرقاۃ ۸/۲۸۹ و مجمع الزوائد ۵/۳۰۳)

دونوں حدیثوں میں تطبیق:

ابن خویز منداد کہتے ہیں:

وھذا یدل علی ان الاکثر من فعلہ کان الحلق وانما تنور نادرا لیصح الجمع بین الحدیثین۔

اس سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اکثر طور پر زیر ناف بالوں کو مونڈا ہے لیکن کبھی کبھی چونہ وغیرہ سے بھی بالوں کو دور کیا ہے۔اس طرح دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو جائے گی۔[1]

خیال رہے کہ زیر ناف بالوں کو دور کرنا مردوں اور عورتوں کیلئے برابر ہے۔اور دور کرنے کے دونوں طریقے بھی مردوں اور عورتوں کیلئے برابر ہیں۔

لہٰذا مرد و عورت دونوں کو کسی بھی طریقے سے ان بالوں کا زائل کرنا ضروری ہے لیکن مردوں کو استرے (بلیڈ) سے صفائی بہتر جبکہ عورتوں کو نورہ بال صفا پاؤڈر سے دور کرنا افضل ہے۔اور عورتوں کو انگلیوں سے نکالنا مستحب ہے۔[2]

ختنہ کرنا:

مسلم شریف میں اور مسند احمد میں یحییٰ کی روایت میں ہے:

انہ اختتن حین بلغ ثمانین سنۃ واختتن بالقدوم۔

بیشک ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا اور آپ نے تیسہ سے ختنہ کیا۔

یعنی جب آپ علیہ السلام پر ختنہ کے فرض ہونے کا حکم نافذ ہوا اس وقت آپ کی عمر اس سال تھی، آپ نے لکڑی کاٹنے چھیلنے کا آلہ تیسہ لیا، اوراپنا ختنہ خود ہی کر دیا۔سبحان اللہ یہ انبیاء کرام کے کام ہی ہیں جو مشکل مشکل امتحانات میں پورے اترے ورنہ عام انسان ایسے امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

خیال رہے "قدوم" قاف پر فتحہ، دال مشدد بھی استعمال ہے اور مخفف بھی، معنی اس کا تیسہ۔

قال عکرمۃ اختتن ابراھیم علیہ السلام وھو ابن ثمانین سنۃ" قال: ولم یطف بالبیت بعد علی ملۃ ابراھیم الا مختون"۔

حضرت عکرمۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا، حضرت عکرمۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد ملت ابراہیمی پر قائم کسی شخص نے بغیر ختنہ طواف نہیں کیا۔

---

[1] (نجوم الفرقان ص ۸۰۸ ج ۳)

[2] (فتاویٰ حقانیۃ ۴۶۴/۲)

مسئلہ:

جمہور احناف اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے:

ان ذلک من مؤکدات السنن و من فطرۃ الاسلام التی لا یسع ترکھا فی الرجال۔

کہ ختنہ کرنے کا فعل سنت مؤکدہ ہے اور فطرۃ اسلامیہ سے ہے۔ مردوں کیلئے اس سنت کو چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال الفطرۃ خمس الاختتان الخ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا کہ فطرت اسلامیہ پانچ چیزیں ہیں، ان میں آپ ﷺ نے ختنہ کا بھی ذکر کیا۔

اس حدیث سے بھی ختنہ کا سنت ہونا واضح ہے۔ خیال رہے کہ ایک ضابطہ یہ ہے ذکر قلیل ذکر کثیر سے مانع نہیں لہذا کسی محل اور موقع کی مناسبت سے پانچ کا ذکر کرنا دوسری جگہ دس کے ذکر کے منافی نہیں۔

مسئلہ:

اگر کوئی بچہ ختنہ شدہ پیدا ہوا تو وہ ختنہ کی مشقت سے بچ گیا ہے۔ اب اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ختنہ کرنے کی کوئی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس کا ختنہ پہلے قدرتی طور پر ہو چکا ہے۔ حضرت میمونی کہتے ہیں، مجھے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک شخص تھا جس کا بچہ پیدا ہوا جس کا ختنہ قدرتی طور پر ہو چکا تھا۔ وہ شخص پریشان تھا کہ میں بچے کا ختنہ کیسے کروں گا۔

تو آپ نے اس شخص کو فرمایا:

"اذا کان اللہ قد کفاک المؤنۃ فما غمک بھذا"۔

جب رب تعالیٰ نے تمہیں اس بچے کے ختنہ کی مشقت سے آزاد کر دیا ہے تو تمہیں اس کا کیا غم ہے۔

فائدہ جلیلہ:

عن محمد بن حبیب الھاشمی خلق من الانبیاء اربعۃ عشر مختونین آدم و شیث و نوح و ھود و صالح و لوط و شعیب و یوسف و موسیٰ و سلیمٰن و زکریا و عیسیٰ (و حنظلۃ بن صفوان نبی اصحاب الرس) و محمد ﷺ۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے ، حضرت آدم علیہ السلام ، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام ، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمٰن علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، (حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام اصحاب الرس کے نبی علیہ السلام) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

لیکن یہ بھی خیال رہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ختنہ شدہ ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔

اعتراض:

حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ختنہ ہوا ہے۔لہذا یہ کہنا کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے کیسے صحیح ہے؟

"عن ابن عباس ان عبدالمطلب ختن النبی ﷺ یوم سابعۃ و جعل لہ مأدبۃ و سماہ محمد ﷺ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ختنہ ساتویں دن کرایا اور اسی دن احباب کی دعوت کی اور اسی دن آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

جواب: یہ حدیث محمد بن ابی سری نے روایت کی ہے۔اس حدیث کے متعلق یحیٰ بن ایوب فرماتے ہیں:

"طلبت ھذا الحدیث فلم اجدہ عند احد من اھل الحدیث ممن لقیتہ الا عند ابن ابی السری"۔

میں نے اس حدیث کو بہت تلاش کیا، لیکن حدیث بیان کرنے والے حضرات میں سے میں نے جس سے بھی ملاقات کی مجھے کسی کے پاس بھی یہ حدیث نہیں ملی سوائے ابن ابی السری کے۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ حدیث دوسری معتبر احادیث کے مقابل قابل حجت نہیں،کیونکہ اس حدیث کے متعلق ابو عمرو نے فرمایا: **"ھذا حدیث مسند غریب"**۔ یہ حدیث مسند غریب ہے۔اس سے بھی اس کے قابل حجت نہ ہونے کا ذکر کیا گیا۔ یہ ذکر کرنے کے بعد ابو عمرو نے کہا: **"وقد قیل ان النبی ﷺ ولد مختونا"**۔ تحقیق بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں۔

فذکر ابو نعیم الحافظ فی "کتاب الحلیۃ" باسنادہ ان النبی ﷺ ولد مختونا۔

ابو نعیم رحمہ اللہ علیہ نے "کتاب الحلیۃ" میں ذکر فرمایا ہے اسناد صحیحہ سے کہ نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

مسئلہ: ختنہ بالغ ہونے سے پہلے کر دیا جائے۔ بچہ سات دن کا ہو تو ختنہ کرنا بہتر ہے۔ اس مسئلہ پر مختلف روایات ہیں، علماء کے اقوال سے یہ بھی ملتا ہے۔

"ختن ابراهيم اسماعيلَ لثلاث عشر سنة"۔

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ جب کیا تو ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

"و ختن ابنه اسحاق لسبعة ايام"۔

اور آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کا جب ختنہ کیا تو وہ سات دن کے تھے۔

"و روى عن فاطمة رضى الله عنها انها كانت تختن ولدها يوم السابع"۔

اور روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں کا ختنہ ساتویں دن کرایا۔

و قال الليث بن سعد: يختن الصبى مابين سبع سنين الى عشر۔

لیث بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بچوں کا ختنہ سات اور دس سال کے درمیان کرا دیا جائے۔

و قال احمد "لم اسمع فى ذلك شيئا"۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ختنہ کے متعلق معین مدت کے متعلق کوئی روایت سننے میں نہیں آئی۔

بخاری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"سئل ابن عباس مثل من انت حين قبض رسول الله ﷺ قال انا يومئذ مختون"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کتنے تھے۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت مختون تھا۔

آپ نے مختون کا معنی قریب البلوغ لیا ہے۔ واضح ہوا کہ بالغ ہونے سے پہلے ضرور ختنہ کرا دیا جائے، سات دنوں پر کرائیں یا بعد میں کرائیں جائز ہے۔

بالغ ہونے کے بعد اسلام قبول کرنے کیلئے:

اگرچہ مالکی مذہب میں تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ ختنہ کسی سے کرائے بعض حضرات نے زیادہ ہی کی تاکید کی ہے۔

لیکن احناف کے نزدیک بلاعذر شرعی کسی کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس لئے سنت پر عمل کرنے کیلئے حرام کا ارتکاب تو جائز نہیں۔ البتہ وہ شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو ختنہ کرنا جانتی ہو، تو وہ نکاح کے بعد اس کا ختنہ کر دے، کیونکہ زوجہ اپنے خاوند کی شرمگاہ کو دیکھ سکتی ہے، اس طرح نہ حرام کا ارتکاب ہو گا۔ اور نہ سنت کی ترک لازم آئے گی۔

غسل البراجم:

باء کے فتح اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) وہ گرہیں اور جھریاں جو انگلیوں کے جوڑوں کے ظاہری حصہ پر ہوتی ہیں اور جو باطنی حصہ پر ہوتی ہیں ان کو رواجب کہتے ہیں ابن العراقی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا ہے کہ براجم سے مراد وہ جوڑ ہیں جو اساجع اور رواجب کے درمیان میں اور رواجب وہ جوڑ ہیں جو پوروں سے ملے ہوئے ہیں اور ان کے بعد براجم ہوتے ہیں اور براجم کے بعد اساجع۔ ابھری رحمہ اللہ نے اسی طرح نقل کیا ہے اور مراد اس سے (ہاتھ پاؤں) کے تمام قسم کے جوڑوں کی گرہیں اور پوشیدہ جگہوں کا دھونا ہے۔ (مرقاۃ)

بغلوں کے بال دور کرنا:

بغلوں کے بال دور کرنا بھی مرد و عورت دونوں کے لئے کسی بھی طریقے سے ضروری ہے البتہ اس میں دونوں کو اکھیڑنا بہتر ہے۔

وفی الابط یجوز الحلق والنتف أولی۔

بغلوں کے بالوں کے بارے میں حلق کرنا جائز اور اکھیڑنا بہتر ہے۔[1]

قلت ولفظ الابط فی الحدیث یدّل علی العموم فتأمل۔

حدیث میں لفظ ابط عموم پر دلالت کرتا ہے یعنی مرد و عورت دونوں کیلئے حکم ہے۔[2]

ناخن کاٹنے کا حکم:

مرد و عورت دونوں کے لئے بڑے ناخن کاٹنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور حدیث شریف نے اسے بھی انسان کے امور فطرت میں سے بتایا لہٰذا مرد و عورت کو بڑے بڑے ناخن رکھنا فیشن کی خاطر یا سستی کی وجہ سے مکروہ اور ناجائز ہے۔

قال العلامہ العینی رحمہ اللہ تحت قول الامام البخاری رحمہ اللہ باب تقلیم الأظفار ھذا باب فی سنیّۃ تقلیم الخ۔[1]

---

[1] (الھندیۃ ۵/۳۵۸)

[2] (المنتقی للحرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱/۶۷)

وفی الھندیۃ:وقلم الأظفار سنۃ اِلاّ فی دار الحرب فان ترکھا مندوب الیہ۔

ناخن کاٹنا سنت ہے مگر دار لحرب میں نہ کاٹنا مستحب ہے۔[2]

ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ:

ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں علماء نے دو طریقے افضل قرار دیئے پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں ابتداء اور انتہاء دونوں دائیں ہاتھ پر ہو جس کی ترتیب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کرکے بالترتیب دائیں کے چھنگلی انگلی تک کاٹ لئے جائیں اور پھر بائیں ہاتھ کے چھنگلی انگلی سے لے کر بالترتیب بائیں کے انگوٹھے تک کاٹ لئے جائیں اور آخر میں دائیں کا انگوٹھا سے کاٹ لیں۔

قال فی الھدایۃ عن الغرائب:وینبغی الابتداء بالید الیمنیٰ والانتھاء بھا فیبدأ بسبابتھا ویختم بِابھامھا۔

ہدایۃ میں غرائب کے حوالے سے ہے کہ مناسب یہ ہے کہ ابتداء وانتہاء دونوں دائیں ہاتھ سے ہو،دائیں ہاتھ کے انگشت شہادت سے ابتداء ہو اور انگوٹھے پر اختتام ہو۔[3]

ہاتھ کے ناخن کاٹنے کا دوسرا افضل طریقہ:

اور وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے شہادت کی انگلی سے شروع کیا جائے پھر دائیں ہی کے درمیانی پھر ساتھ والی اور پھر چھنگلی اور آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اس کے بعد بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک۔

کذا ذکر العلامۃ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ۔عن الامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ۔[4]

پاؤں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ:

ثمّ یبدا بخنصر الرجل الیمنیٰ ویختم ببنصر االیسریٰ۔

اس کے بعد دائیں پاؤں کے چھنگلی انگلی سے شروع کرکے بالترتیب بائیں کے چھنگلی انگلی تک کاٹ لیں۔[5]

---

[1] (عمدۃ القاری ۵۴/ج۲۲)

[2] (الھندیۃ ۳۵۷/۵ وحقانیۃ ۴۲۰/۲)

[3] (الشامیۃ ۲۶۰/۵)

[4] (عمدۃ القاری ۵۴/ج۲۲ والمرقاۃ ۲۰۹/۸)

[5] (الفتاویٰ الھندیۃ ۳۵۸/۵)

مسئلہ:

یہ طریقہ محض افضل ہے اور بڑے ناخن کاٹنا ضروری ہے گو کسی بھی طریقے سے کاٹے جائیں نیز اگر دن میں فرصت نہ ملے یا رات کو بڑے معلوم ہوں تو رات کو بھی کاٹنا جائز ہے۔

حکی أن ھارون الرشید سأل أبا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عن قص الاظافیر فی اللیل فقال ینبغی فقال ما الدلیل علی ذلک فقال قولہ ﷺ الخیر لا یؤخر۔

ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے رات کے ناخن کاٹنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ مناسب ہے کہ کاٹے جائیں۔ پوچھا اس پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے کام کو مؤخر نہ کیا جائے۔[1]

ناخن کاٹنے اور زیر ناف بال کی صفائی کا وقت:

صحیح یہی ہے کہ اسلام میں ان چیزوں کی صفائی کا کوئی خاص وقت متعین نہیں بلکہ جب کبھی ناخن، مونچھ وغیرہ حد میعاد سے تجاوز کر جائیں اور بڑے ہو جائیں تو اسی وقت کاٹنے کا حکم ہے۔

قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: والمعنٰی أن لا تترک ترکا یتجاوز أربعین لأنہ وقت لھم الترک أربعین لأن المختار أن یضبط الحلق والتقلیم والقص بالطول فإذا طال حلق وقص وقلم ذکرہ النووی رحمہ اللہ تعالیٰ۔[2]

ناخن اور زیر ناف بال کی صفائی کا مستحب وقت:

البتہ چونکہ اسلام میں صفائی کی بہت ہی تاکید آئی ہے۔ اس لئے فقہاء اسلام نے ہر ہفتہ یعنی جمعہ میں غسل کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کی صفائی کو بھی افضل و مستحب قرار دیا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے دو ہفتوں کے بعد اور آخری حد چالیس دن تک ہے اور اس کے بعد بغیر کسی شدید مجبوری کے مؤخر کرنے والا گناہ اور وعید کا مستحق ہوگا۔

فالأسبوع ھو الأفضل والخمسۃ عشر الأوسط والأربعون الأبعد ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید۔

ایک ہفتے میں صفائی افضل ہے، درمیانی مدت پندرہ دن اور لمبی مدت چالیس دن کے بعد کوئی عذر قابل قبول نہیں اور تارک وعید (سزا) کا مستحق ہوگا۔[3]

---

[1] (الفتاویٰ الھندیۃ ۵/۳۵۸)

[2] (المرقاۃ ۸/۲۹۱)

[3] (الھندیۃ ۵/۳۵۷ و المرقاۃ ۸/۲۹۱ و الشامیۃ ۵/۲۶۰)

ماحول کی صفائی کے بارے میں اسلام کے سنہری اصول:

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانیت کو پاکی و صفائی کے سنہرے اصول بتائے ہیں۔ اے کاش کہ مسلمان ان سنہری اصولوں کو اپنائیں اور رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں بہر حال ان سنہری اصول میں سے یہ بھی ہے کہ کٹے ہوئے سر کے بال ہوں یا کسی اور جگہ کے اور ناخن وغیرہ مرد وعورت دونوں کے لئے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ ان کو گھر یا دوسری جگہ کے ایک کونے میں دفن کردے اور اگر ایسی جگہ پھینک دے کہ جہاں لوگوں کی آمد ورفت نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بالوں اور ناخنوں کو غسل خانے، گندگی کے ڈھیر یا نالے یا ویسے ادھر ادھر پھینکنا اعضائے انسانی کی توہین ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں نیز فقہ کی کتابوں میں اسے بیماری پیدا ہونے کا سبب اور مکروہ کہا گیا۔

جیسے کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فإذاقلم اظفاره۔أوجزّشعره ينبغي أن يدفن ذلک الظفروالشعرالمجزورفإن رمى به فلابأس أي في مكان طاهرلايوطأوإن القاه في الكنيف أوفي المغتسل يكره ذالک لأن ذالک يورث داءً۔[1]

ولفظه عن رجل من بني هاشم اَن رسول الله ﷺ اَمربدفن الشعروالظفروالدم، انتهى۔

قبیلہ بنی ہاشم کے ایک شخص نے کہا کہ آپ ﷺ نے بالوں، ناخن اور خون کو دفنانے کا حکم دیا ہے۔[2]

مسئلہ: حالت جنابت میں بال وناخن کاٹنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

ج: مطلق کراہت کا قول ملتا ہے جس سے بالعموم کراہت تحریمیہ مراد ہوتی ہے مگر یہاں قرائن سے کراہت تنزیہیہ معلوم ہوتی ہے۔

قال في الهندية حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذاقص الاظافير۔كذافي الغرائب۔

ہندیہ میں ہے کہ جنابت کی حالت میں بالوں اور ناخن کا کاٹنا مکروہ ہے۔[3]

عن ابن عباس رضي الله عنهما: هي عشر خصال كانت فرضا في شرعه وهن سنة في شرعنا۔

---

[1] (ايضا الفتاوىٰ الهندية عن الخانية ۵/۳۵۷ ومصنف ابن ابی شيبة رحمه الله تعالىٰ)

[2] (فتاوىٰ عالمگیری، ۶/۱۳۱)

[3] (عالمگیریة ص ۳۵۸ ج ۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: یہ دس خصلتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں فرض تھیں اور وہ ہماری شریعت میں سنت ہیں۔[1]

انتقاص الماء (پاخانہ اور پیشاب کی جگہ کو پانی کے ساتھ دھونا یعنی پانی سے استنجاء کرنا)

انتقاص الماء قاف اور صاد کے ساتھ ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے "**انتقاص البول بالماء**"، یعنی پیشاب کرنے کے بعد شرمگاہ وغیرہ کو پانی کے ساتھ دھونا تاکہ پانی کے روکنے کیوجہ سے پیشاب کے قطرات آنا بند ہو جائیں اور اگر یہ دھوئے گا نہیں تو بار بار کچھ نہ کچھ خارج ہوتا رہے گا تو پھر صفائی حاصل کرنا اور استنجاء کرنا مشکل ہو جائے گا، پہلی تشریح کے مطابق ماء سے مراد پیشاب ہے اور اس صورت میں ماء سے مراد مغسول بہ ہے (کہ جس کے ذریعے دھویا جائے) لیا جائے، تو اضعاف مصدر فاعل کی طرف ہو گی۔ **ای انتقاص الماء بالبول۔ انتقاص**: یہ لازم بھی استعمال ہوتا ہے اور متعدی بھی۔ اکثر لازم استعمال ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں تصحیف ہوئی ہے اصل میں یہ **انتفاض الماء** تھا (یعنی فا اور ضاد کے ساتھ یا صاد کے ساتھ) اور اس سے مراد ذکر پر پانی کا چھینٹا دینا ہے اور یہ معنی سے زیادہ قریب ہے کیونکہ ابو داؤد شریف میں الانتضاح ہے، انتقاص کو انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ زین العرب نے سید رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ (الاستنجاء: یہ راوی کی تفسیر ہے وہ راوی عند البعض وکیع ہیں اور پہلی تفسیر وہ ابو عبید کا قول ہے۔[2]

مونچھیں منڈانا احادیث و آثار کی نظر میں

مونچھیں مونڈنا سنت ہے

أخبرنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقرىء المکی قال حدثنا سفیان عن الزهری عن سعید بن المسیب عن أبی هریرة عن النبی ﷺ قال: الفطرة خمس: الختان و حلق العانة و نتف الابط و تقلیم الأظفار و حلق الشارب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین میں پانچ چیزیں قدیم سنت ہیں: (۱) ختنہ کرنا، (۲) زیر ناف بالوں کو مونڈنا، (۳) بغل کے بال نوچنا، (۴) ناخن کاٹنا، (۵) مونچھیں مونڈنا۔[3]

---

[1] (تفسیر ابی السعود، ج، ۱، ص، ۱۸۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

[2] (مرقاۃ)

[3] (سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطهارة، ابواب الفطرة، ج، ۱، ص، ۲۵، رقم: ۹، دار الکتب العلمیه بیروت، کنز العمال، ج، ۶، ص، ۲۵۳، رقم: ۱۷۲۲۹، مؤسسة الرسالة، بیروت)

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الفطرۃ خمس: الختان و الاستحداد و قص الشارب و تقلیم الاظفار و نتف الابط۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: پانچ چیزیں فطرت (قدیم سنت) سے ہیں: (۱) ختنہ کرنا، (۲) زیر ناف بال مونڈنا، (۳) مونچھیں (جڑ سے) کاٹنا، (۴) ناخن کاٹنا، (۵) بغل کے بال اکھیڑنا۔[1]

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحیۃ و السواک و استنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال مصعب و نسیت العاشرۃ الا تکون المضمضۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) مونچھیں (جڑ سے) کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) ناک میں پانی ڈالنا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) جوڑوں کو دھونا، (۷) بغلوں کے بال نوچنا، (۸) زیرِ ناف بال مونڈنا، (۹) اور پانی سے استنجاء کرنا، (۱۰) مصعب فرماتے ہیں دسویں چیز میں بھول گیا، الا یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔[2]

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ حلقوا الشوارب و اعفوا اللحی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو منڈاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ۔[3]

---

[1] (اخرجه البخاری فی صحیحه، ج، ۱۰، ص، ۳۴۹، رقم: ۵۸۹۱، ومسلم، ج، ۱، ص، ۲۲۲، رقم: ۲۵۷، ۵۰، وابوداؤد فی السنن، ج، ۴، ص، ۲۱۴، رقم: ۴۱۹۸، والترمذی فی السنن، ج، ۵، ص، ۸۵، رقم: ۲۷۵۶، والنسائی فی السنن" ج، ۸، ص، ۱۸۱، رقم: ۵۲۲۵، وابن ماجه فی السنن، ج، ۱، ص، ۱۰۷، رقم: ۲۹۲، ومالک فی الموطأ، ج، ۲، ص، ۹۲۱، رقم: ۳، من کتاب صفة النبی ﷺ، واحمد فی المسند، ج، ۲، ص، ۴۱۰، ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص، ۳۸۰، قدیمی کتب خانه کراچی، شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۲۱، رقم: ۶۴۳۱، دارالکتب العلمیه بیروت، سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطهارۃ، ابواب الفطرۃ، ج، ۱، ص، ۶۵، رقم: ۱۰، دارالکتب العلمیه بیروت)

[2] (صحیح مسلم، کتاب الطهارۃ، ج، ۱، ص، ۱۲۹، نور محمد کارخانه کراچی، سنن ابو داؤد، کتاب الطهارۃ، باب السواک من الفطرۃ، ج، ۱، ص، ۸، میر محمد کتب خانه کراچی، سنن نسائی، ج، ۲، ص، ۲۳۷، نور محمد کراچی، سنن ابن ماجه، ص، ۲۵، نور محمد کراچی، سنن کبریٰ للبیهقی، ج، ۱، ص، ۵۲، نشر السنة ملتان، کنز العمال، ج، ۶، ص، ۶۵۴، رقم: ۱۷۲۳۴، مؤسسة الرسالة، بیروت، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطهارۃ، باب السواک، ص، ۵۵، قدیمی کتب خانه کراچی)

[3] (احکام المذاهب، ص، ۷، هدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۲۷، اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت بتلایا گیا،اور فطرت ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ انسان کی طبیعتِ سلیمہ پیدائشی طور پر ان کو پسند اور قبول کرتی ہو اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی لازماً اختیار اور پسند کرتے ہیں،اس لئے امور فطرت ایسے کاموں کو بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ جن پر تمام انبیاء اور رسولوں کا عمل ہو اور جو سب کا متفق علیہ طریقہ ہو اور ساتھ ہی ہم کو ان پر عمل کرنے کا بھی حکم ہو۔

داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی فطرت اور پیدائش میں داخل ہے،یعنی انسان کی فطرتِ سلیمہ (سلامتی والی فطرت)داڑھی رکھنے کا اور مونچھیں کٹانے کا تقاضا کرتی ہے،اور جب فطرت کے ساتھ شریعت کا بھی حکم ہو تو اس کی تاکید اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نیز حدیث میں داڑھی بڑھانے کو فطرت بتلایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چھوٹی یا بالفاظ دیگر خشخشی داڑھی رکھنا فطرت اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ نہیں ہے۔مذکورہ حدیث میں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو جو فطرت بتلایا گیا ہے، آگے چند مستند محدثین کی عبارات کی روشنی میں اسکی تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے کہ:

وَأَرَادَ بالفطرة السّنة الْقَدِيمَة الَّتِي اخْتَارَهَا الْأَنْبِيَاء عَلَيهِم السَّلَام, واتفقت عَلَيْهَا الشَّرَائِع فَكَأَنَّهَا أَمر جلي فطروا عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور فطرت سے مراد قدیم (و پرانا) طریقہ ہے، جس کو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا ہے، اور اس پر تمام شریعتیں متفق رہی ہیں، گویا کہ یہ ایسا واضح حکم ہے کہ جس پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا گیا ہے۔[1]

اور ابن ماجہ کی شرح میں ہے:

والمراد ها هنا: هي السنةَ القديمة التي اختارها الله تعالى للأنبياء, فكأنها أمرٌ جبلّي فُطِرُوا عليها۔

ترجمہ: اور فطرت سے مراد پرانا طریقہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کیلئے اختیار کیا ہے، پس گویا کہ یہ ایک فطری حکم ہے کہ جس پر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا گیا ہے۔[2]

---

[1] (عمدۃالقاری، ج ۲۲ ص ۴۵، کتاب اللباس)

[2] (شرح ابن ماجہ، باب الفطرۃ، ج ۱ ص ۱۰۷)

وقال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح ھذا الحدیث قالوا معناہ انھا من سنن الانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم۔

یعنی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فطرت میں داخل ہونے کا مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت مستمرہ رہی ہے۔[1]

فرشتوں کی تسبیح:

نیز داڑھی مردوں کیلئے وقار وزینت کی چیز ہے۔

صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں:

لان اللحیۃ فی اوانھا جمال۔

یعنی داڑھی اپنے وقت میں جمال ہے۔[2]

اس کو منڈادینا زینت کو ختم کرنا ہے، آسمانوں میں فرشتوں کی ایک جماعت مقرر ہے ان کی تسبیح درج ذیل ہے۔

قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً تَسْبِيحُهُمْ سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللِّحَى وَالنِّسَاءَ بِالْقُدُودِ وَالذَّوَائِبِ۔

یعنی فرشتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو چوٹیوں سے۔[3]

پس کتنے افسوس کی بات ہے کہ کوئی مسلمان داڑھی منڈا کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان کے حکم کی تعمیل کر کے اس کے حصے میں چلا جائے اور خسران مبین اٹھائے۔

عن ابن عباس قال: قدم علی رسول اللہ ﷺ وفد من العجم قد حلقوا لحاھم وترکوا شواربھم، فقال رسول اللہ ﷺ: خالفوا علیھم فحفّوا الشوارب وأعفوا اللحی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عجمی وفد جنہوں نے اپنی داڑھیاں منڈا رکھی تھیں اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کی مخالفت کرو مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو۔[4]

---

[1] (شرح مسلم شریف ج ا ص ۱۲۸)

[2] (البحر الرائق ص ۳۷۷ ج ۸)

[3] (البحر الرائق ص ۳۷۷ ج ۸، ۳۳ ج ۸)

[4] (ابن النجار، کنز العمال، ج، ٦، ص، ٦٧٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

داڑھی اور بالوں کے احکام

داڑھی منڈوانے اور کٹوانے کا حکم:

مردوں کیلئے داڑھی رکھنا واجب ہے اور اسکی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے داڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت مستمرہ ہے۔ اسلامی اور قومی شعار ہے شرافت و بزرگی کی علامت ہے چھوٹے بڑے میں فرق و امتیاز کرنے والی ہے۔ اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل ہے حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو داڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا داڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حلق کردن لحیہ حرام است۔

داڑھی منڈانا حرام ہے۔[1]

داڑھی مونڈنا منڈانا ممنوع ہے۔[2]

مرد کیلئے داڑھی مونڈنا حرام ہے۔[3]

مردوں کیلئے داڑھی کٹانا حلال نہیں۔[4]

اسی لیے مرد پر داڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔[5]

نہ داڑھی کا منڈانا جائز ہے نہ اکھیڑنا اور نہ ہی کٹانا جائز ہے۔

داڑھی کا کٹانا جب کہ وہ قبضہ سے کم ہو جائے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں۔[6]

---

[1] (اشعۃ اللمعات)

[2] (شرح شفا)

[3] (فتح العین از لمعۃ الضحیٰ)

[4] (دجیز کردری از لمعۃ الضحیٰ)

[5] (درمختار)

[6] (درد غرر از لمعۃ الضحیٰ)

داڑھی کٹانا یہ عجمیوں کی روش تھی لیکن اس زمانہ میں بہت سے مشرکوں انگریزوں ہندوؤں اوران لوگوں کی روش ہے جن کا دین میں حصہ نہیں ہے۔[1]

آخر زمانہ میں ایسی قومیں ہوں گی جو داڑھیاں کٹائیں گی۔ ان کا دین میں اور آخرت میں حصہ نہیں ہے۔[2]

اے مسلمان! داڑھی منڈوانے سے معاذاللہ رسول اللہ ﷺ کی دل شکنی ہوتی ہے حضور ﷺ ناراض ہوتے ہیں۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو۔ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کبھی حج یا عمرہ کرتے تھے تو داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا کرتے تھے۔ بس جو مٹھی سے زیادہ ہوتی اس کو کتروادیتے۔[3]

علامہ محمود خطاب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے تمام ائمہ مجتہدین جیسے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ علیہم وغیرہ کے نزدیک داڑھی منڈانا حرام ہے۔[4]

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

داڑھی رکھنا واجب ہے منڈانا کٹانا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔

لقولہ علیہ السلام خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ متفق علیہ وفی الدر المختار یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والسنۃ فیھا القبضہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ۔ الدر المختار میں ہے کہ مرد کیلئے داڑھی کاٹنا حرام ہے اور سنت ایک مشت داڑھی ہے۔[5]

---

[1] (از لمعۃ الضحیٰ)

[2] (سیدنا کعب رضی اللہ عنہ از لمعۃ الضحیٰ)

[3] (بخاری ص ۸۷۵ ج ۲)

[4] (المنهل ص ۱۸۶ ج ۱ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۵ ج ٦)

[5] (امداد الفتاویٰ ص ۲۲۳ ج ۴)

داڑھی کا فلسفہ اور اسکے رکھنے کا حکم:

مسلم قوم ایک مستقل و ممتاز ملت ہے جو تمام اقوام و ملل سے بالکل علیحدہ فطرت سلیمہ کی حامل ومالک ہے اللہ نے اس کو اقوام عالم پر شاہد وعادل بنا کر بھیجا ہے۔

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا کُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَکُو نُو ا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَکُونَ الرَّسُولُ عَلَيْکُمْ شَهِيدًا (البقرۃ ۱۴۳)

ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم لوگوں پر شاہد ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ شاہد ہوں۔

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران ۱۱۰)

تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔

لیکن افسوس کہ یہ قوم اپنی دینی و مذہبی خصوصیات کو تو عرصہ ہوا کھو چکی تھی آج اپنی تمدنی و معاشرتی امتیازات کو بھی فنا کرتی جارہی ہے۔ رسم ورواج میں ہنود کی اتباع اور تمدن و معاشرت میں اہل مغرب (انگریزوں) کی تقلید مسلمان کے رگ وریشہ میں سرایت کرتی جارہی ہے۔

آج جبکہ دنیا کی ہر قوم اپنی زندگی اور اپنی قومی و ملی خصوصیت کے بقاء وتحفظ کیلئے سرگرم عمل نظر آرہی ہے۔ لیکن مسلمان اپنی قومی و ملی خصوصیت وامتیازات کو فرنگیت کے بھینٹ چڑھا کر ان ہی میں جذب ہوتی جارہی ہے۔

یاللعجب، کل جو قوم اقوام عالم کیلئے جاذب و مصلح تھی، (مقتداء ورہنماء تھی، ہر قوم اسلام کے دامن میں پناہ کی متلاشی تھی) وہ آج کس سرعت کے ساتھ دوسروں میں جذب ہوتی جارہی ہے۔ اور دوسروں کی نقالی ہی کو معیار ترقی خیال کیا جاتا ہے، حالانکہ اہل بصیرت کے نزدیک یہ انتہائی تنزل وانحطاط اور قومیت کیلئے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — کہ ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

میں ڈرتا ہوں کہ تم کعبے تک نہیں پہنچو گے اے شخص کیونکہ جس راستے پر تم جارہے ہو وہ ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

داڑھی اسلام کے اہم شعار میں سے ہے، بلکہ انسانی وفطری اصول سے خواص رجولیت میں سے ہے لیکن افسوس سب سے زیادہ مسلمان ہی اسکی صفائی کے درپے ہیں اور اس طور سے قومی و ملی امتیاز سے قطع نظر فطرت وانسانیت کیلئے بھی مضحکہ خیزی کا ذریعہ بن رہی ہے، اس لئے جب داڑھی اسلام کا شعار ہے، اور داڑھی کٹوانا یا منڈانا، اور مونچھوں کا بڑھانا یہود و نصارٰی

اور مشرکین کا شعار ہے، آپ ﷺ نے اپنی امت کو داڑھی رکھ کر اس شعار کی حفاظت کا اور دوسری اقوام کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، (وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹاتے ہیں) تم داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو منڈاؤ۔[1]

مرزا بیدل کا واقعہ

ہندوستان میں مرزا بیدل نامی ایک شاعر تھا اس نے جناب نبی کریم ﷺ کی شان میں فارسی میں نعتیہ قصیدہ کہا۔

اس سے ایک ایرانی بہت ہی متاثر ہوا کہ یہ کتنا بڑا عاشقِ رسول ﷺ ہو گا۔ لہٰذا اس شاعر کی زیارت کا شوق ہوا اس غرض سے ایران سے سفر کر کے ہندوستان پہنچے جب ان کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ نائی کی دوکان میں داڑھی منڈوا رہے ہیں۔ اس ایرانی شخص کو بہت افسوس اور دکھ پہنچا۔ اس نے تعجب سے کہا کہ "آغا می ریش تراشی؟" یعنی جناب داڑھی منڈوا رہے ہیں؟

شاعر نے جواب میں کہا کہ "بلے ولکن دل کسے نمی خراشم" یعنی جی داڑھی منڈوا رہا ہوں لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں۔ (یعنی کسی کا دل دکھانا بہت بڑا گناہ ہے اس سے بچتا ہوں)

ایرانی مسافر نے برجستہ کہا کہ "آرے دل رسولِ خدا می خراشی" یعنی بلکہ تم رسولِ خدا ﷺ کے دل کو دکھا رہے ہو۔

تب جا کر شاعر کی آنکھیں کھلیں اور قالاً یا حالاً کہا:

جزاک اللہ چشمم باز کردی   مرا با جانِ جاناں ہمراز کردی

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب اللباس، با اعفاء اللحی، ج، ۲، ص، ۸۷۵، کراچی، ج، ۱۰، ص، ۳۵۱، رقم الحدیث: ۵۸۹۳، وصحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، ج، ۱ ص، ۱۲۹، کراچی، ج، ۱، ص، ۲۲۲، رقم: ۵۲، ۲۵۹، وابوداؤد فی السنن، ج، ۴، ص، ۴۱۳، رقم: ۴۱۹۹، والترمذی فی السنن، ج، ۵، ص، ۸۸، رقم: ۲۷۶۳، والنسائی فی السنن، ج، ۸، ص، ۱۸۱، رقم: ۵۲۲۶، واحمد فی المسند، ج، ۲، ص، ۵۲، و مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص، ۳۸۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے جان جاناں (رسول اللہ ﷺ) سے ملا دیا (پہنچادیا)۔

یعنی یقیناً داڑھی منڈانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے سید الکونین ﷺ کو زندگی میں تکلیف پہنچتی تھی اور وفات کے بعد بھی تکلیف پہنچے گی۔ جس کا مجھے اس سے قبل اندازہ نہیں تھا، آج آپ نے میری اس طرف رہنمائی کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور اسی وقت سے داڑھی رکھ لی۔

داڑھی منڈوانے والا ہر حال میں گناہ گار ہے

مولوی محمد زکریا سہارن پوری نے کہا ہے: مجھے ایسے لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال آتا ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور اس حالت میں اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسول ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرہ انور کا سامنا کریں گے؟ اس کے ساتھ ہی بارہا یہ خیال بھی آتا ہے کہ گناہ کبیرہ زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری وغیرہ تو بہت سے ہیں مگر سب وقتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن (الحدیث)

یعنی کوئی زنا نہیں کرتا اس حالت میں کہ وہ مؤمن ہو۔

مشائخ نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتا ہے نماز پڑھتا ہے تو بھی یہ گناہ ساتھ ہے روزہ کی حالت میں، حج کی حالت میں غرضیکہ ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ (داڑھی کا وجوب)

گناہ بے لذت

یہ اتنا عظیم گناہ ہونے کے باوجود بالکل بے لذت ہے۔ شراب وغیرہ میں تو وقتی لذت ہے، لیکن داڑھی منڈانے کے گناہِ کبیرہ میں کوئی لذت بھی نہیں ہے، اس میں وقت کا ضیاع ہے حالانکہ مسلمان کا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے مسلمان وقت کا کوئی حصہ بیکار ضائع نہیں کرتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے وقت کا جو حصہ بغیر یاد الٰہی کے گزر جائے وہ قیامت کے روز حسرت وندامت کا سبب بنے گا کیونکہ داڑھی منڈانے میں جو وقت ضائع ہو رہا ہے وہ خالص گناہ کے کام میں ضائع ہو رہا ہے۔

اور اس میں مال کو ضائع کرنا ہے اس لئے داڑھی خود مونڈے یا منڈوائے بہر حال مال کا بہت بڑا حصہ اس میں خرچ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے آپ کو تکلیف پہنچاتا ہے، کبھی چمڑا چھیل گیا کبھی کھال کٹ گئی اور طرح طرح کی اپنے جسم کو بھی بلا ضرورت تکلیف پہنچانا یہ ایک مستقل گناہ ہے۔

لہٰذا عقل مندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس قبیح فعل کو چھوڑ دیا جائے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں منڈاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔[1]

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں کا خلاف کرو۔[2]

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوس داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے جیسا کہ آجکل عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے۔ تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے شعار کی حفاظت کریں، ایک مٹھی کی مقدار داڑھی رکھے، اسکو ہرگز کم نہ کرے اور مونچھوں کو کٹوائے۔

در مختار کتاب الصوم میں ہے:

وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِکَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ اھ ملخصًا۔

داڑھی کو مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑے کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا اوران کے ساتھ تشبہ حرام ہے۔[3]

عن عبداللہ عمر قال: ذکر رسول اللہ ﷺ المجوس فقال: انھم یوفون سبالھم ویحلقون لحاھم فخالفوھم۔ قال: فکان ابن عمر یستعرض سبلتہ فیجزھا کما تجز الشاۃ اویجز البعیر۔

---

[1] (شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۱۹، رقم: ۶۴۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، صحیح بخاری، ج، ۲، ص، ۸۷۵، نور محمد کراچی)

[2] (شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۱۹، رقم: ۶۴۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ، ج، ۱۲۹، ۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، مسند احمد بن حنبل، ج، ۲ ص، ۳۶۲، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

[3] (درمختار کتاب الصوم، ج ۲ ص ۴۱۸ وفتح القدیر) والتشبہ بھم حرام۔ (الطحطاوی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجوسیوں کا ذکر کیا اور فرمایا: وہ لوگ اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں، اور داڑھیاں منڈواتے ہیں، تم لوگ ان کی مخالفت کرو، لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کے کناروں کو پکڑتے تھے اور ان کو ایسے مونڈتے تھے جیسے بکری کو مونڈتے ہیں یا اونٹ کو مونڈتے ہیں۔ [1]

ایک مشت سے زائد داڑھی کو کتروانا:

مٹھی سے زیادہ داڑھی کو کتروانا جائز ہے۔

والقصر سنة فيها وهو ان يقبض الرجل لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر محمد رحمه الله۔

جب کوئی شخص اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے لے اور وہ مٹھی سے زائد (لمبی) ہو تو اس زائد حصے کو کاٹنا جائز ہے اور یہ سنت ہے۔ [2]

داڑھی تینوں جانب سے ایک مٹھی ہو:

ہر جانب سے ایک مٹھی ہونا ضروری ہے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے مٹھی پکڑ کر زائد کو کاٹے اسی طرح دونوں جانب سے بھی مٹھی بھر ہونا ضروری ہے۔

داڑھی کہاں سے شروع ہوتی ہے:

کنپٹی کے نیچے جو ہڈی ابھری ہوئی ہے یہاں سے داڑھی شروع ہے اس سے اوپر سر کا حصہ ہے۔ پس سر کی حد تک منڈانا درست ہے۔ داڑھی کی حد سے درست نہیں۔

داڑھی کے نام کی تحقیق اور چہرہ پر داڑھی کی حدود اربعہ:

داڑھی کو عربی میں اللحية اور پشتو میں گیرہ کہتے ہیں جس کی جمع عربی میں اللحیٰ آتی ہے۔ قرآن و سنت میں داڑھی کے بارے میں اللحية اور جمع کیلئے اللحیٰ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ احادیث پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔ (اور اللحیٰ لام پر پیش اور زیر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

---

[1] (رواه الطبرانی،فی الاوسط ،رقم: ۱۰۵۱ ،وابن حبان ،رقم:۵۴۷۶،وابونعيم فی الحلية ،ج،۳،ص،۹۴،السنن الکبریٰ للبیهقی ،کتا ب الطهارة ،ج،۱،ص،۳۱۹،رقم:۶۹۶،دارالحديث القاهرة،وشعب الايمان،ج،۵،ص،۲۲۲،رقم:۶۴۴۸،دارالکتب العلميه بيروت)

[2] (عالمگیری ص ۲۳۹ ج ۴)

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي (طه ۹۴)

کہا اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحیۃ اھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) مونچھیں (جڑ سے) کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) ناک میں پانی ڈالنا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) جوڑوں کو دھونا، (۷) بغلوں کے بال نوچنا، (۸) زیرِ ناف بال مونڈنا، (۹) اور پانی سے استنجاء کرنا، (۱۰) مصعب فرماتے ہیں دسویں چیز میں بھول گیا، الا یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اور عربی لغت میں لَحی اور لِحی (یعنی لام کے زبر اور زیر کے ساتھ) منہ کی اس ہڈی یا جبڑے کو کہا جاتا ہے، جس پر دانت اگتے ہیں۔

(اللحیان: العظمان فیھما منابت الاسنان (المحیط فی اللغۃ، مادۃ "لحی"، حرف الحاء) قال اللیث: اللحیان العظمان اللذان فیھما الاسنان من کل ذی لحی (تھذیب اللغۃ، مادۃ "لحی"، باب الحاء و اللام) اللحیان: العظمان اللذان فیھما منابت الأسنان من کل ذی لحی، و الجمیع: ألحٍ و اللحا مقصور۔ و اللحاء ممدود:

اللحیان: ان دونوں ہڈیوں (جبڑوں) کو کہتے ہیں جن پر دانت نکلتے ہیں۔ لیث نے کہا، اللحیان: وہ دو ہڈیاں (جبڑے) ہیں جن پر ہر جبڑے والے کے دانت نکلتے ہیں لحیۃ کی جمع الح، لحیٰ اور لحآء ہے۔[1]

اور جس ہڈی پر دانت اگتے ہیں، وہ انسانی چہرے میں دو قسم کی ہڈیاں ہیں، ایک اوپر کی ہڈی، جس کو اوپر کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے، اور ایک نیچے کی ہڈی، جس کو نیچے کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے۔ نیچے کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں "الفک الاسفل" یا "الفک السفلی" اور انگریزی میں MANDIBLE کہا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اوپر کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں "الفک الاعلیٰ" یا "الفک العلوی" اور انگریزی زبان میں MAXILLA کہا جاتا ہے۔ (کمپوزر ڈاکٹر محمد افضل احمدی سیفی)

کئی احادیث میں منہ کے دونوں جبڑوں یا دانت اگنے والی دونوں ہڈیوں کیلئے "لحیین" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

[1] (کتاب العین لخلیل بن احمد، ج۳ص۲۹۷، ۲۹۶، مادۃ "لحی"، باب الحاء و اللام)

چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ۔

ترجمہ: جو میرے لئے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پاؤں (رانوں) کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ کی حفاظت) کی ضمانت دے، تو میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔[1]

اس طرح کی احادیث میں "لحیین" یا "لحییه" کے الفاظ سے منہ میں اوپر نیچے کے دونوں جبڑے یا وہ دونوں ہڈیاں مراد ہیں، جن پر دانت اگتے ہیں۔

(لَحْيَيْهِ): بِفَتْحِ اللَّامِ مَنْبَتُ الْأَسْنَانِ، أَيْ: مَنْ يَكْفُلُ لِي مُحَافَظَةَ مَا بَيْنَهُمَا مِنَ اللِّسَانِ وَالْفَمِ عَنْ تَقْبِيحِ الْكَلَامِ وَأَكْلِ الْحَرَامِ۔

ترجمہ: لام کے زبر کے ساتھ لحییه کا معنی ہے دانت اگنے کی جگہ (داڑھ) مراد یہ کہ جو مجھے زبان اور منہ کی قبیح کلام اور حرام خوری سے بچانے کی ضمانت دے گا۔[2]

اور اوپر، نیچے کے ان دونوں جبڑوں یا دانت اگنے والی دونوں ہڈیوں کو عربی میں "لحیین،، کے علاوہ "فکّین،، بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(الفکّان): اللحیان۔[3]

اور اسی مناسبت سے اس ہڈی پر اگنے والے بالوں کو عربی زبان میں "لحیۃ" اور اردو زبان میں "داڑھی" کہا جاتا ہے۔

(وَاللَّحْيُ مَنْبِتُ اللِّحْيَةِ مِنْ الْإِنْسَانِ وَغَيْرِهِ وَالنِّسْبَةُ إلَيْهِ لَحَوِيٌّ، وَهُمَا لَحْيَانِ وَثَلَاثَةُ أَلْحٍ عَلَى أَفْعِلَ إلَّا أَنَّهُمْ كَسَرُوا الْحَاءَ لِتَسْلَمَ الْيَاءُ وَالْكَثِيرُ لُحِيٌّ عَلَى فُعُولٍ وَفِي الْمُغْرِبِ اللَّحْيُ الْعَظْمُ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَسْنَانُ، اھ۔

اللحیٰ ،انسان وغیرہ کی داڑھی کے اگنے (نکلنے) کی جگہ کو کہتے ہیں۔جب اس لفظ کی طرف نسبت کریں گے تو "لحوی" (داڑھی والا) کہا جائے گا۔اس کی تثنیہ "لحیان" اور جمع "الح" بروزن "افعل" آتی ہے؟ لیکن علماء نے

---

[1] (بخاری، باب حفظ اللسان، ج۸ ص ۱۰۰)

[2] (مرقاۃ المفاتیح، ج۷ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم)

[3] (المعرب فی ترتیب المعرب، ص ۴۲۵، باب الفاء مع الکاف)

"حا" کو کسرہ دیا تاکہ "یاء" کے ساتھ مناسبت آجائے۔ لفظ "لحیة" کی جمع کثرت "لحیی" بروزن "فعول" آتی ہے۔ "مغرب" (لغت کی کتاب میں ہے کہ "اللحی" اس کو ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت نکلتے ہیں۔)[1]

داڑھی اور اس کی مقدار اطباء و حکماء کی نظر میں

اب تک داڑھی کے شرعی پہلو کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے، اور اگر طبی پہلو سے غور کیا جائے تو طبی اعتبار سے بھی داڑھی کی افادیت اور اس کے منڈانے کا ضرر اور نقصان طے شدہ ہے۔

چنانچہ قدیم طب میں تو یہ بات پہلے ہی طے شدہ تھی کہ داڑھی مرد کے لئے زینت اور گردن و سینہ کے لئے بڑھی محافظ ہے، مگر بعد کے تحقیق دانوں کی تحقیق سے بھی معلوم ہوا کہ داڑھی صحت کے لئے انتہائی مفید چیز ہے، اور اس کو منڈانے سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

چنانچہ ماہرین کی رائے ہے کہ:

- داڑھی کے موجود ہونے سے مضر جراثیم حلق اور سینے میں پہنچنے سے رکے رہتے ہیں۔
- اور اس کے برعکس متعدد ماہرین کی رائے کے مطابق داڑھی منڈانے سے مردانہ قوت میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔
- اور اسی وجہ سے ان کا کہنا ہے کہ اگر سات نسلوں تک داڑھی منڈانے کی عادت قائم رہے تو آٹھویں نسل بغیر ڈاڑھی کے پیدا ہوتی ہے۔
- داڑھی مونڈنے سے دماغ پر برا اثر پڑتا ہے اور دماغ کمزور ہوجاتا ہے اور دیگر کئی دماغی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔
- داڑھی منڈانے سے پھیپھڑوں کی متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔
- داڑھی کو بار بار مونڈنے سے آنکھوں کی رگوں پر برا اثر پڑتا ہے اور نظر کمزور ہوجاتی ہے۔
- اور اگر داڑھی کو ایک مٹھی ہونے کے بعد بھی نہ کاٹا جائے اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو داڑھی کے بالوں کا اوپر والا حصہ پتلا ہوتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجے میں سر میں اثر پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عقل اور دماغ میں فتور اور کمزوری پیدا ہوجاتی ہے۔

حکماء وعقلاء نے بھی داڑھی کے متعلق شریعت کی معتدل تعلیم کو عقل و نظر میں انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔

[1] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، باب ارکان الطهارة)

حافظ جمال الدین ابو لفرج عبد الرحمٰن بن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اخبار الحمقی و المغفلین" میں غیر معتدل، طویل داڑھی کو جو شرعی مقدار سے زائد ہو، حماقت کی علامت میں شمار کیا ہے اور اس سلسلے میں حکماء و اہل بصیرت کے اقوال اور احوال پیش فرمائے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ومن العلامات التی لا تخطیء طول اللحیة فان صاحبها لا یخلو من الحمق وقد روی انه مکتوب فی التوراة ان اللحیة مخرجها من الدماغ فمن افرط علیه طولها قل دماغه ومن قل دماغه قل عقله ومن قل عقله کان احمق۔

قال بعض الحکماء سماد اللحیة فمن طالت لحیته کثر حمقه۔

ترجمہ: اور حماقت کی ان علامات میں سے جو کبھی غلط ثابت نہیں ہو سکتیں، ایک علامت داڑھی کا غیر ضروری لمبا ہونا ہے، اس لئے کہ داڑھی کا مخرج دماغ ہے تو جو شخص اس کی لمبائی میں افراط و غلو کرے گا، تو اس کا دماغ کم ہو جائے گا، اور جس کا دماغ کم ہو گا، اس کی عقل کم ہو جائے گی۔ اور جس کی عقل کم ہو گی تو وہ احمق ہو گا۔ بعض حکماء کا قول ہے کہ داڑھی کا لمبا ہونا حماقت ہے، پس جس کی داڑھی جتنی لمبی ہو گی اس کی حماقت اتنی ہی زیادہ ہو گی۔ [1]

نیز فرماتے ہیں:

وقال اصحاب الفراسة اذا کان الرجل طویل القامة واللحیة فاحکم علیه بالحمق واذا انصاف الی ذٰلک ان یکون رأسه صغیرا فلا تشک فیه۔

ترجمہ: اور اصحاب فراست کا قول ہے کہ جب آدمی کا قد لمبا ہو اور اس کی داڑھی بھی لمبی ہو تو اس پر احمق ہونے کا حکم لگا دو، اور اگر اس کے ساتھ اس کا سر بھی چھوٹا ہو تو اس کی حماقت میں کوئی شک نہیں۔

وقال بعض الحکماء موضع العقل الدماغ وطریق الروح الانف ومعضع الرعونة طویل اللحیة۔

اور بعض حکماء کا قول ہے کہ عقل کی جگہ دماغ ہے اور روح کا راستہ ناک ہے، اور بے وقوفی کی جگہ لمبی داڑھی ہے۔

وعن سعد بن منصور انه قال قلت لابن ادریس أرأیت سلام بن ابی حفصة قال نعم رأیته طویل اللحیة وکان احمق۔

اور سعد بن منصور سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن ادریس کو کہا کیا تم نے سلام بن ابی حفصہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں میں نے اس کو لمبی داڑھی والا دیکھا تھا اور وہ احمق تھا۔

وعن ابن سیرین انه قال اذا رأیت الرجل طویل اللحیة لم فاعلم ذالک فی عقله۔

---

[1] (اخبار الحمقی و المغفلین لابن الجوزی، ص ۳۱، الباب الخامس فی ذکر صفات الاحمق)

اور حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم کسی لمبی داڑھی والے کو دیکھو تو آپ یہ بات جان لو کہ اس کی عقل میں کچھ کمی ہے۔

قال زیاد ابن ربیۃ مازادت لحیۃ رجل علی قبضتہ الا کان مازاد فیھا نقصا من عقلہ۔

اور زیاد بن ربیہ نے فرمایا کہ جس آدمی کی بھی داڑھی ایک مٹھی سے زیادہ ہو جائے وہ جتنی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنا ہی اس کی عقل کو کم کرتی جاتی ہے۔

اس بحث کا خلاصہ

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شریعت نے داڑھی رکھنے کا جو حکم دیا ہے اور اس میں کم از کم ایک مٹھی کی مقدار کو مقرر کر دیا ہے اور اس سے زیادہ کو ضروری یا سنت قرار نہیں دیا۔ یہ شریعت کا معتدل حکم ہر قسم کی افراط تفریط سے پاک اور طب و حکمت کے اصولوں کے بھی عین مطابق ہے۔ اور جس طرح داڑھی منڈانا طب و حکمت کے اعتبار سے نقصان دہ اور مضر ہے اسی طرح اسے ایک مٹھی کے بعد لمبا چھوڑے رکھنا بھی عقلی و طبی اصولوں کے خلاف ہے۔

اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اعتدال ہر چیز میں مفید اور نفع بخش ہوتا ہے اور افراط و تفریط مضر و نقصان دہ ہوتی ہے۔ بحمد اللہ یہی حکم داڑھی کے بارے میں بھی کار فرما ہے۔

رخسار کے بالوں کا حکم:

جبڑے کی ہڈی پر جو بال ہوں وہ داڑھی میں شامل ہیں ان کو چھوڑ کر جبڑے کی ہڈی کے اوپر جہاں سے رخسار شروع ہوتا ہے ان کو برابر کر دینا خط بنوانا درست ہے۔ کیونکہ رخسار کے بال داڑھی کے حکم میں نہیں ہیں۔

کمافی بحر الرائق :قال:وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ أَنَّ الْمُرَادَ بِاللِّحْيَةِ الشَّعْرُ النَّابِتُ عَلَى الْخَدَّيْنِ مِنْ عِذَارٍ وَعَارِضٍ وَالذَّقَنِ وَفِي شَرْحِ الْإِرْشَادِ اللِّحْيَةُ الشَّعْرُ النَّابِتُ بِمُجْتَمَعِ اللَّحْيَيْنِ وَالْعَارِضِ مَا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْعِذَارِ وَهُوَ الْقَدْرُ الْمُحَاذِي لِلْأُذُنِ يَتَّصِلُ مِنْ الْأَعْلَى بِالصُّدْغِ وَمِنْ الْأَسْفَلِ بِالْعَارِضِ۔[1]

قال ابن منظور فی لسان العرب قال ابن سیدا اللحیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی الخدین و الذقن و قال فی تاج العروس و القاموس اللحیۃ مانبت علی الخدین و الذقن و ھی اسم لمانبت من شعر العارضین و الذقن۔ الخد ھو ما یبدأ من انف الانسان من الیمین و الشمال الی جانب العارضی الوجہ۔(العارض قال فی مجمع البحار و فی النہایۃ

---

[1] (بحر الرائق، ص ١٦ ج ١)

العارض من اللحية ماينبت على عرض اللحية فوق الذقن وقال فی مجمع البحار ايضاً جانبی الوجه فوق الذقن الی ماتحت الاذن تسمىٰ العارضين)(الذقن قال فی القاموس وفی لسان العرب الذقن مجمع اللحيين من اسفلهما وقال ابوعبيدة الذقن مجمع اطراف اللحية وقال فی تاج العروس الذقن ماينبت على مجمع اللحيين من الشعر)(الحنک قال فی تاج العروس الحنک هو الاسفل من طرف مقدم اللحيين من اسفلهما وقال النووی رحمه الله تعالیٰ اماشعر العارضين ففيه وجهان الصحيح الذی قطع به الجمهور ان له حکم اللحية)(وقال الشيخ احمدالدهلوی رحمه الله تعالیٰ حد اللحية طولاً من الانفقة ایٔ من الشعر النابت على الشفة السفلیٰ مع شعر الذقن الی اشعر النابت تحت الذقن وعرضاًمن شعر الخدين وهماالعارضان ای من جانبه الوجه مع شعر الصدغين الی ماتحت الحنک الاسفل من الشعر هذا کله لحية۔

ابن منظور نے لسان العرب میں کہاہے کہ ابن سیدنے کہاکہ ”لحية“ان بالوں کے مجموعے کو کہتے ہیں کہ رخسار اور ٹھوڑی پر اگتے ہیں۔تاج العروس اور قاموس میں ہے کہ ”لحية“ رخساراور ٹھوڑی کے بالوں کو کہتے ہیں۔ رخسار سے مراد چہرے کاوہ حصہ ہے جوناک کے دائیں بائیں سے لے ٹھوڑی سے اوپر تک ہوتاہے اور ٹھوڑی کے بارے میں قاموس اور لسان العرب میں ہے کہ جہاں پر دونوں جبڑے نیچے کی طرف ملتے ہیں ابوعبیدہ نے کہاکہ ٹھوڑی،داڑھی کے اطراف کے جمع ہونے کی جگہ ہے تاج العروس میں ہے کہ ٹھوڑی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر دونوں جبڑوں کے بال مل کر اگتے ہیں اسی کو حنک بھی کہتے ہیں۔[1]

حلق کے بالوں کا حکم:

حلق کے بالوں کو کاٹنایامنڈانامکروہ ہے۔

وفی الشامية:قال:وَلَا يَحْلِقُ شَعْرَ حَلْقِهِ،وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ لَا بَأْسَ بِهِ ط

حلق کے بالوں کو نہیں منڈوایاجائے گااورامام ابویوسف کے نزدیک اس کے دور کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[2]

ریش بچہ کا حکم:

ریش بچہ تو داڑھی کا حصہ ہے اس کا حکم داڑھی کا حکم ہے۔بچی کے دونوں جانب لب زیریں کے بال منڈوانے کو فقہاء نے بدعت لکھاہے۔

---

[1] (شمس الضحیٰ فی احکام الشعر واللحیٰ ص ۹۰)

[2] (شامی ص ۲۸۸ ج۵ کتاب الحضر والاباحة)

وفی الشامیۃ قال: نَتْفُ الْفَنْبَكَيْنِ بِدْعَةٌ وَهُمَا جَانِبَا الْعَنْفَقَةِ وَهِيَ شَعْرُ الشَّفَةِ السُّفْلَى كَذَا فِي الْغَرَائِبِ۔

فنبکین یعنی بچی کے ارد گرد کے حصے کے بال اکھاڑنا بدعت ہے۔[1]

سفید بال اکھاڑنے کا حکم:

ایک دو سفید بال بغیر نیت زینت اکھاڑنے کی گنجائش ہے، یعنی اسکی عادت نہ بنائے کہ جب بھی کوئی بال سفید نظر آئے اسکو اکھاڑ دیا جائے۔

کیونکہ حدیث میں سفید بال کو مومن کیلئے نور قرار دیا ہے:

عَن عَمْرو بن شُعَيْب عَن أَبِيه عَن جده قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَا تنتفوا الشيب فَإِنَّهُ مَا من مُسلم يشيب شيبَة فِي الْإِسْلَام إِلَّا كَانَت لَهُ نورا يَوْم الْقِيَامَة۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ جو بندہ حالت اسلام میں سفید ریش ہو جائے تو وہ سفیدی اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔[2]

لا تنتفوا الشیب فإنہ نور المسلم یوم القیامۃ۔

سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن مسلمان کا نور ہو گا۔[3]

وفی الشامیۃ قال: وَلَا بَأْسَ بِنَتْفِ الشَّيْبِ۔

سفید بال اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[4]

کٹے ہوئے بالوں کا حکم:

کٹے ہوئے بال ہوں یا ناخن یا جسم کا کوئی اور حصہ ان کو دفن کر دینا چاہیئے۔ اور اگر دفن نہ کرے بلکہ کسی محفوظ جگہ ڈال دے تو یہ بھی جائز ہے مگر نجس اور گندی جگہ نہ ڈالے۔ اس سے بیماری کا اندیشہ ہے۔ اور انسانی اعضاء کے احترام کے بھی خلاف ہے۔

---

[1] (شامی ص۴۰۷ ج۶ کتاب الحضر والاباحۃ)

[2] (الترغیب والترھیب ص۱۸۳ ج۴)

[3] (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب جمعۃ ج ۱ ص ۵۲۶)

[4] (شامی ص۴۰۷ ج۶ کتاب الحضر والاباحۃ)

وفی الشامیة قال : فَإِذَا قَلَّمَ أَظْفَارَهُ أَوْ جَزَّ شَعْرَهُ يَنْبَغِي أَنْ يَدْفِنَهُ فَإِنْ رَمَى بِهِ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الْكَنِيفِ أَوْ فِي الْمُغْتَسَلِ كُرِهَ لِأَنَّهُ يُورِثُ دَاءً۔

کٹے ہوئے سر کے بال ہوں یا کسی اور جگہ کے اور ناخن وغیرہ مرد وعورت دونوں کے لئے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ ان کو گھر یا دوسری جگہ کے ایک کونے میں دفن کردے اور اگر ایسی جگہ پھینک دے کہ جہاں لوگوں کی آمد ورفت نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بالوں اور ناخنوں کو غسل خانے، گندگی کے ڈھیر یا نالے یا ویسے ادھر ادھر پھینکنا اعضائے انسانی کی توہین ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں نیز فقہ کی کتابوں میں اسے بیماری پیدا ہونے کا سبب اور مکروہ کہا گیا۔[1]

داڑھی کو برا سمجھنا:

کسی ادنیٰ سے ادنیٰ سنت اور مستحب کو برا سمجھنا یا اس کا مذاق اڑانا درحقیقت اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء ہے، جس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اس وجہ سے صاحب عصام نے فرمایا:

وَاستقباح ماجعل اللہ مندوبا ایضاً کفر۔

یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندوب ﴿جائز و مستحب﴾ قرار دیا ہو اس کو برا کہنا بھی کفر ہے۔[2]

جب سنت اور مستحب کا مذاق اڑانا کفر ہے تو داڑھی تو واجب ہے، اور شعار اسلام ہے ایک مشت سے کم کرنا بالاجماع حرام ہے اسکا مذاق اڑانا بطریق اولیٰ کفر ہے۔

شرح عقائد میں ہے کہ:

الاستهانة والاستهزاء على الشريعة كفر۔

شرح مواقف میں ہے کہ شریعت کی اہانت اور مذاق اڑانا کفر ہے۔[3]

(وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي) أَيِ: الْمُعْرِضُ عَنْهَا بِالْكُلِّيَّةِ، أَوْ بَعْضِهَا اسْتِخْفَافًا وَقِلَّةَ مُبَالَاةٍ كَافِرٌ وَمَلْعُونٌ، وَتَارِكُهَا تَهَاوُنًا، وَتَكَاسُلًا لَا عَنِ اسْتِخْفَافٍ عَاصٍ۔

---

[1] (ص ۲۸۷ ج ۱ مکتبہ ماجدیة)

[2] (حاشیہ بیضاوی ص ۴۸ ج ۱، مفتاح السلوک ص ۴۳۱)

[3] (شرح عقائد، ص ۱۲۰)

میری سنت کا تارک یعنی اس سے مکمل یا بعض سنتوں سے اعراض کرنے والا بنیت اہانت وبے حیثیت سمجھنے والا کافر اور ملعون ہے اور بغیر اہانت کے سستی سے سنت کو ترک کرنے والا گناہگار ہے۔[1]

فی العلانیة قال: وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِکَ کَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ اھ ملَخَّصًا۔

داڑھی کو مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑے کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا اوران کے ساتھ تشبہ حرام ہے۔[2]

اسے دوبارہ مسلمان کرکے نکاح بھی دوبارہ کیا جائے۔

داڑھی منڈانے کی تاریخ:

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ عمل قوم لوط سے شروع ہوا۔اغلب یہی ہے کہ وہ امرد پرست تھے۔ غالباًجب ان کے مردوں کی داڑھیاں آجاتی تھیں توامردہی رہنے کی غرض سے وہ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "دس برے کاموں کی وجہ سے قوم لوط ہلاک کی گئی ہے جن میں سے ایک لواطت ہے اور شراب پینااورداڑھی منڈوانااور مونچھیں بڑھانا بھی ہے۔[3]

اس آیہ کریمہ سے نیچے:

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ (الانبیاء ۷۴)

اور لوط کو ہم نے حکمت ،فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ بُرے لوگ بے حکم تھے۔

تاریخ میں داڑھی منڈانے کا ابتدائی ثبوت تو شیطان لعین کے اس چیلنج سے ملتا ہے جو لعین نے اللہ تعالیٰ کو دیا تھا۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِکَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴿۱۱۸﴾وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعٰمِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔﴿النساء ۱۱۹﴾

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح باب الایمان بالقدر، ج ۱ ص ۱۸۴)

[2] (درمختار کتاب الصوم، ج ۲ ص ۴۱۸ وفتح القدیر)

[3] (درمنثور ص ۳۲۴ ج ۴، روح المعانی ص ۲۴ ج ۱۷)

جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

مفسرین کرام نے فلیغیرن خلق اللہ کی تفسیر میں لکھاہے کہ داڑھی منڈوانا بھی تغییر خلق اللہ ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں ﴿شکلوں﴾ کو بگاڑنا ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ جو لوگ داڑھی منڈاتے ہیں وہ شیطان کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور شیطان ان کو اپنے بندے اور اپنا حصہ ٔمقررہ سمجھتا ہے شیطان لعین کے اس چیلنج کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی اعلان فرمادیا کہ اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

پس کتنے افسوس کی بات ہے کہ کوئی مسلمان داڑھی منڈا کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان کے حکم کی تعمیل کرکے اس کے حصے میں چلا جائے اور خسران مبین اٹھائے۔ (پناہ بخدا)

داڑھی میں گرہ لگانا:

عن رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ، أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيءٌ۔

روایت ہے حضرت رویفع بن ثابت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہو گی تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا تانت ﴿دھاگہ﴾ باندھے یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجاء کرے تو حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔[1]

تو معلوم ہوا کہ داڑھی لٹکانے کے بجائے اوپر چڑھانا یا اس پر گرہ لگانا بڑا گناہ ہے اس کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑنا چاہیئے۔

ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا:

ملازمت کرنا یا کسی اور ذریعہ ٔمعاش کو اختیار کرنا شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ شریعت مطہرہ نے اسکا حکم دیاہے کہ انسان فرائض کی ادائیگی کے بعد کوئی بھی حلال ذریعہ معاش اختیار کرے۔ لیکن معاش کی خاطر شریعت مطہرہ کے کسی حکم کو

[1] (ابوداؤد)

چھوڑنا، حرام کا ارتکاب کرنا شرعاًاسکی قطعاًاجازت نہیں۔داڑھی رکھنا شرعاًواجب اسکامنڈانا، مٹھی سے کم کرنا حرام ہے۔ لہٰذا ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانے یا کٹانے کی شرعاًہرگزاجازت نہیں۔اگراسکے بغیر ملازمت نہ مل رہی ہو توتب بھی داڑھی منڈانے کے جرم عظیم کا ارتکاب نہ کریں۔بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اسی سے دعامانگتے رہیں اور فراخیٔ رزق کا انتظار کریں۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (۲) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق ۳)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وَلَا يَحْمِلُكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ عَلَى أَنْ تَطْلُبُوهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ۔

یعنی تمہیں رزق دیر سے ملنا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعہ رزق طلب کرنے لگو۔[1]

ہدایت الابرار میں ہے کہ:

فاخذ الاجرة لحلق اللحية او لقصها دون القبضة حرام و خبث۔

ترجمہ: ایک مٹھی سے کم داڑھی کاٹنے یا بالکل منڈوانے کی اجرت حرام اور ناپاک ہے۔[2]

وفی تنویر الایمان فی اتباع مذهب نعمان قال ﷺ من قصر او حلق لحیته فهو ملعون ومردود فی الدنیا و الآخرة و اذا کانت زائدة عن القبضة فلا بأس بتقصیرها وعن الطحاوی من شرب الخمر ثم تاب ولکن حلق اللحیته او قصها دون القبضة یقال له تارک ولا یقال له تائب و توبته ناقصة واخذ الاجرة لحلق اللحیة او لقصها دون القبضة حرام و خبیث و حلق اللحیة و قصها دون القبضة و حلق المرأة رأسها کلها حرام۔

تنویر الایمان نامی کتاب میں ہے کہ جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مٹھی سے کم کرے تو دنیا اور آخرت میں ملعون و مردود ہے اور اگر داڑھی مٹھی سے زیادہ ہو تو اس اضافی بال کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔طحاوی میں ہے کہ جو شخص شراب پیتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اس کو توبہ کرنے والا کہا جاتا ہے لیکن جو داڑھی منڈواتا ہے یا مشت سے کم کرتا ہے اور پھر اس سے

[1] (مصنف ابن ابی شیبة ج۷ص ۷۹)

[2] (هدایت الابرار، ص ۴۴)

رک جاتا ہے تو اس کو چھوڑنے والا کہا جاتا ہے مگر توبہ کرنے والا نہیں کہا جاتا اور اس کی توبہ ناقص ہے۔ داڑھی منڈوانے یا مشت سے کم کرنے کی اجرت حرام و ناپاک ہے، داڑھی منڈوانا یا مشت سے کم کرنا یا عورت کا اپنے سر کو منڈوانا حرام ہے۔[1]

لہٰذا داڑھی کی کٹائی پر اجرت لینے اور دینے والا دونوں گناہگار ہیں۔ اور مسرفین میں داخل ہیں اللہ جل شانہ شیطان کو کہتا ہے۔

وَشَارِكْهُمْ فِي الاَمْوٰلِ (الاسرىٰ)

اور ان کا ساتھی ہو مالوں میں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

ھو امرھم بہ من انفاق الاموال فی معاص اللہ تعالیٰ۔

یعنی شیطان اسے حکم کرتا ہے کہ ناجائز کاموں میں پیسہ خرچ کر دو۔[2]

داڑھی کٹانے والا شفاعت سے محروم ہے:

مَنْ تَرَکَ سُنَّتِي لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِي۔[3]

ترجمہ: دوسری حدیث میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ - صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى) قِيلَ: وَمَنْ أَبَى؟ قَالَ: (مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيّ)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منکر کے سوا میری ساری امت جنت میں جائے گی عرض کیا گیا منکر کون ہے؟ فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی بہشت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً وہ منکر ہوا۔ (بخاری)

داڑھی منڈوانے والے پر سلام کرنا:

قال العلامة علاؤ الدين صاحب الخازن المسألة الرابعة في الأحوال التي يكره السلام فيها: فمن ذلک الذي يبول أو يتغوط أو يجامع ونحو ذلک لا يسلم عليه فلو سلم فلا يستحق المسلّم جوابا لما روي عن ابن عمر: «أن رجلا

[1] (تنویر الایمان، ص ۳۴۶)

[2] (ابن کثیر، ص ۲۹ ج ۳)

[3] (الشامیۃ ج ۶ ص ۳۳۷)

مر ورسول الله صلّى الله عليه وسلّم يبول فسلم عليه فلم يرد عليه» أخرجه مسلم قال الترمذي إنما يكره إذا كان على الغائط أو البول ويكره التسليم على من في الحمام وقيل إن كانوا امتزرين بالميآزر سلم عليهم وإلّا فلا، ويكره التسليم على النائم والناعس والمصلي والمؤذن والتالي في حال الصلاة والأذان والتلاوة ويكره الابتداء بالسلام في حال الخطبة لأن الجالسين مأمورون بالإنصات للخطبة ويكره أن يبدأ المبتدع بالتسليم عليه وكذلک المعلن بفسق وكذلک الظلمة ونحوهم فلا يسلم على هؤلاء۔

ترجمہ: علامہ خازن چوتھے مسئلے میں ان حالات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جن میں سلام کرنا مکروہ ہے۔وہ یہ ہیں جو شخص بول وبراز (پیشاب وپاخانہ کرنے) میں مشغول ہو یا ہمبستری کر رہا ہو تو اس پر سلام نہ کرے، اگر کوئی سلام کرے گا تو جواب کا مستحق نہیں ہے جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس سے گزرا اور سلام کیا جبکہ آپ ﷺ مبارک پیشاب فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص بول وبراز میں مصروف ہو تو اس پر سلام کرنا مکروہ ہے اس طرح جو شخص نہارہا ہو تو بھی اس پر سلام کرنا مکروہ ہے۔ہاں اگر اس نے ستر عورت کیا ہو تو پھر جائز ہے۔سوتے ہوئے شخص کو، اونگھنے والے، نمازی، مؤذن اور تلاوت کرنے والے پر ان ہی حالات میں مصروف ہوتے وقت سلام کرنا مکروہ ہے، خطبہ سننے والے پر سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ لوگ خطبہ سننے پر مامور ہیں، بدعتی پر سلام میں پہل کرنا مکروہ ہے اسی طرح علی الاعلان فسق وفجور کرنے والے اور ظالموں پر سلام نہیں کیا جائے گا۔[1]

عن ام عاش قالت كان رسول الله ﷺ يحفی شاربه۔

حضرت ام عاش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مونچھوں کو مونڈتے تھے۔[2]

عن عثمان بن عبيد الله بن ابی رافع انه رای ابا سعيد الخدری وجابر بن عبدالله وعبدالله بن عمر وسلمة بن الاكوع وابا اسيد البدری ورافع بن خديج وانس بن مالک :ياخذون من الشوارب كاخذ الحلق ويعفون اللحی وينتفون الآباط، وفی رواية: ويقصون الاظفار۔

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدری، جابر بن عبد اللہ ، عبد اللہ بن عمر، سلمہ بن اکوع، ابو اسید بدری، رافع بن خدیج اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: مونچھیں مونڈنے کی طرح جڑ

[1] (تفسیر خازن سورۃ النساء آیت ۸۸، ج ۱ ص ۴۰۶)

[2] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱۶۹، مؤسسة المعارف بیروت)

سے ختم کرتے تھے اور داڑھی بڑھاتے تھے اور بغلوں کے بال صاف کرتے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ: ناخنوں کو کاٹتے تھے۔[1]

عن عبداللہ بن بسر قال رایت رسول اللہ ﷺ یطرّ شاربہ طرّا۔

حضرت عبداللہ بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: آپ اپنی مونچھوں کو خوب کاٹتے تھے۔[2]

قال رسول اللہ ﷺ: طرّوا الشوارب طرّا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو خوب کاٹو۔[3]

عن رجل من بنی غفار ان النبی ﷺ قال: من لم یحلق عانتہ ویقلم اظفارہ ویجز شاربہ فلیس منا۔

بنی غفار کے ایک شخص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے زیر ناف بال نہ مونڈے اور اپنے ناخن نہ کاٹے اور اپنی مونچھیں نہ مونڈے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[4]

عن ابن عمر عن النبی ﷺ انہ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھوں کو مونڈنے اور داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا۔[5]

---

[1] (رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر، ج، ۱، ص ۲۸۹، رقم: ۲٦۸، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱٦۹، مؤسسۃ المعارف بیروت)

[2] (رواہ الطبرانی فی مسند الشامیین، رقم: ۱۰۲٦، الاحادیث المختارہ، رقم: ۲۹۲۹، فوائد تمام، ج، ۳، ص، ۴۷، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱۷۰، مؤسسۃ المعارف بیروت)

[3] (قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اهل السنت والطریقۃ، ج، ۲، ص، ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الطہارۃ، القسم الثالث، ج، ۲، ص، ۱۵٦۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[4] (رواہ احمد فی المسند، ج، ۵، ص، ۴۱۰، وزوائد المسند، رقم: ۴۳۰۳، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱۷۰، مؤسسۃ المعارف بیروت)

[5] (صحیح مسلم، ج، ۱، ص، ۱۲۹، نور محمد کراچی، سنن ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی اخذ الشارب ج، ۲، ص، ۵۷۷، میر محمد کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ، ج، ۱، ص، ۱۲۹، قدیمی کتب خانہ کراچی، جامع ترمذی، ابواب الاد، باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ، ۲، ص، ۱۰۰، آفتاب عالم پریس لاہور، و، ص، ۳۹۴، نور محمد کراچی، مؤطا امام مالک، ص، ۱۲۷، مجتبائی لاہور)

لمبی مونچھیں رکھنا مجوسیوں کا دین ہے

عن عبیداللہ بن عتبة قال: جاء رجل من المجوس الی رسول اللہ ﷺ و حلق لحیتہ و اطال شاربہ فقال لہ النبی ﷺ ماھٰذا؟ قال: ھٰذا فی دیننا، قال: فی دیننا ان نجز الشارب و ان نعفی اللحیة۔

حضرت عبید اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مجوسی آیا اس حال میں کہ اس نے داڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ اس سے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں منڈائیں اور داڑھی بڑھائیں۔ [1]

عن ابن عباس قال: اخذ الشارب من الدین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مونچھیں کٹوانا دین میں سے ہے۔ [2]

عن مغیرة شعبة ان رسول اللہ ﷺ رأی رجلا طویل الشارب فدعا بسواک و شفرة فقص شارب علی عود السواک۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لمبی مونچھوں والے ایک شخص کو دیکھا تو آپ نے ایک مسواک اور چھری منگوائی پھر مسواک کی لکڑی پر (رکھ کر) مونچھوں کو کاٹا۔ [3]

محمد بن عبید اللہ عن المغیرة بن شعبة ان رجلا اتی النبی ﷺ طویل الشارب فدعا النبی ﷺ بسواک ثم دعا بشفرة فقص شارب الرجل علی سواک۔

حضرت محمد بن عبید اللہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لمبی مونچھوں والا آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مسواک منگوائی پھر چھری منگوا کر اس آدمی کی مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر کاٹا۔ [4]

عن المغیرة بن شعبة قال اخذ رسول اللہ ﷺ من شاربی علی سواک۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر کاٹا۔ [1]

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، ج، ۸، ص، ۳۷۹، ادارۃ القرآن کراچی)

[2] (شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۲۴، رقم: ۶۴۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[4] (شعب الایمان، ج، ۲۲۲، ۵، رقم: ۶۴۴۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: ان اھل الشرک یعفون شواربھم ویحفون لحاھم فخالفوھم فاعفوا اللحی واحفوا الشوارب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں منڈواتے ہیں، سو تم ان کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں منڈاؤ۔[2]

عن ابن عباس قال لما فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ قال: ان اللہ ورسولہ حرم شرب الخمر و ثمنھا وقال و قصوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تمشوا فی الاسواق الا وعلیکم الازر انہ لیس منا من عمل بسنۃ غیرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے شراب پینے اور اس کی قیمت لینے کو حرام کر دیا اور ارشاد فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور بغیر تہبند پہنے بازاروں میں مت چلو، کیونکہ جو شخص ہمارے غیر کے طریقہ پر عمل کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[3]

فائدہ: یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہو کر معتبر ہے۔ کیونکہ مونچھیں بڑھانا اور داڑھی منڈوانا غیروں کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ آگے احادیث میں تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ اس لئے جو شخص مونچھیں بڑھائے یا داڑھی کٹائے تو اس کے لئے وعید ہے کہ نبی کرم ﷺ نے اس کو اپنی جماعت سے باہر کا شخص قرار فرمایا جو کہ ان دونوں گناہوں پر بہت سخت وعید ہے۔

عن یحییٰ ابن کثیر قال اتی رجل من العجم المسجد وقد وفر شاربہ وجزّ لحیتہ، فقال لہ رسول اللہ ﷺ ماحملک علی ھذا؟ فقال ان ربی امرنی بھذا، فقال لہ رسول اللہ ﷺ: ان اللہ تعالٰی امرنی ان اوفر لحیتی واحفی شاربی۔

حضرت یحیٰی ابن کثیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عجمی شخص مسجد میں آیا اور اس نے اپنی مونچھیں بہت زیادہ بڑھا رکھی تھیں اور داڑھی کٹوائی ہوئی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تمہیں ایسا کرنے کا کس نے کہا ہے؟ تو اس

---

[1] (شعب الایمان، ج۵، ص، ۲۲۰، رقم: ۶۴۴۷، شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص، ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (رواہ الطبرانی، کشف الاستار، کتاب الزینۃ، رقم: ۲۷۹۸، مجمع الزوائد، کتاب اللباس، باب ماجاء فء الشارب واللحیۃ، ج۵، ص، ۱۶۹، موسسۃ المعارف بیروت)

[3] (طبرانی فی الاوسط، رقم: ۹۴۲۴، مجمع الزوائد، کتاب اللباس، باب ماجاء فء الشارب واللحیۃ، ج۵، ص، ۱۷۰، ۱۶۹، موسسۃ المعارف بیروت)

نے کہا کہ میرے آقا نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی داڑھی کو بڑھاؤں اور اپنی مونچھوں کو منڈاؤں۔[1]

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ انا آل محمد نعفی لحانا و نحفی شاربنا و ان آل کسریٰ یحلقون لحاھم ویعفون شواربھم ھدینامخالف لھدیھم۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم آلِ محمد اپنی داڑھیوں کو بڑھاتے ہیں اور اپنی مونچھوں کو منڈواتے ہیں۔ اور آلِ کسریٰ اپنی داڑھیوں کو منڈواتے ہیں اور اپنی مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا طریقہ ان کے طریقے کے مخالف ہے۔[2]

عن عبداللہ بن عبداللہ مرسلاً قال قال رسول اللہ ﷺ: لکن ربی أمرنی أن أحفی شاربی و أعفی لحیتی۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مگر مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ اپنی مونچھیں منڈاؤں اور اپنی داڑھی بڑھاؤں۔[3]

نحن نحت الشوارب و نعفی اللحی و ھی الفطرۃ۔

ہم لوگ (یعنی اہل بیت) مونچھوں کو کاٹتے ہیں اور داڑھیوں کو چھوڑ دیتے ہیں یہی فطرت ہے۔ (یعنی دین اور سنت)[4]

مونچھوں کے کناروں کو یہود، نصاریٰ اور مجوسی بڑھاتے ہیں

عن ابی امامۃ باھلی قال: خرج رسول اللہ ﷺ علی قوم من الانصار بیض لحاھم فقال: یا معشر الانصار حمروا وصفروا وخالفوا أھل الکتاب، قال: قلنا یارسول ﷺ ان اھل الکتاب یتسرولون ولا یأتزرون، فقال رسول اللہ ﷺ: تسرولوا واتزروا وخالفوا اھل الکتاب، قال قلنا یارسول اللہ ﷺ ان اھل الکتاب یتخففون ولا یتنعلون، قال: فقال النبی ﷺ: تخففوا وانتعلوا وخالفوا اھل الکتاب، قال یارسول اللہ ﷺ ان اھل الکتاب یقصون عثانینھم ویوفّرون سبالھم، قال فقال النبی ﷺ: قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب۔

---

[1] (مسند الحارث، کتاب اللباس والزینۃ، باب ماجاء فی الاخذ من الشعر، رقم الحدیث: ۵۸۳، المطالب العالیہ: رقم: ۲۳۰۸)

[2] (مسند الفردوس، ج، ۱، ص، ۵۴، رقم: ۱۴۸، جامع الاحادیث، ج، ۹، ص، ۲۱۶، رقم: ۸۷۰۶)

[3] (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر اخذ رسول اللہ ﷺ من شاربہ، ج، ۱، ص، ۴۴۹، دار صادر بیروت، کنز العمال، ج، ۶، ص، ۶۵۷، رقم: ۱۷۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

[4] (لغات الحدیث، کتاب "ف"، ج، ۳، ص، ۹۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کی ایک قوم کے پاس تشریف لائے جن کی داڑھیاں سفید تھیں، ارشاد فرمایا: اے انصار کے گروہ! (اپنے سفید بالوں کو) سرخ کرو اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اہل کتاب شلواریں پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم شلواریں بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور اپنی مونچھوں کے کنارے بڑھاتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی مونچھوں کے کناروں کو (بھی جڑ سے) کاٹو اور اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔[1]

عن عبداللہ ابن عمرقال:ذکرلرسول اللہ ﷺ المجوس فقال:انهم یوفرون سبالهم ویحلقون لحاهم فخالفوهم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے مجوس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: وہ اپنی مونچھوں کے کنارے بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو۔[2]

عن الحکیم بن عمیر الیمانی قال قال رسول اللہ ﷺ قصوا الشارب مع الشفاہ۔

حضرت حکیم بن عمیر یمانی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو اس کے کناروں سمیت کاٹو۔[3]

---

[1] (طبرانی فی الکبیر، ابو نعیم فی حلیۃالاولیاء، مسنداحمدبن حنبل، ج،۵، ص، ۲۶۵، بیروت، وشعب الایمان، ج،۵، ص، ۲۱۴، رقم: ۶۴۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ،اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء العلوم الدین کتاب اسرار الطهارۃ ،القسم الثالث ،،ج،۲،ص، ۶۵۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت، کنزالعمال، ج،۶، ص، ۶۵۸، رقم: ۱۷۲۵۷، مؤسسۃالرسالۃبیروت)

[2] (الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، ج،۸، ص، ۴۰۸، طبرانی، السنن الکبریٰ کتاب الطهارۃ باب کیف الاخذ من الشارب، ج، ۱، ص، ۱۵۱، مطبوعہ دارصادر بیروت)

[3] (رواہ احمد فی المسند ، ج،۲، ص، ۲۲۹، و الطبرانی فی الکبیر، ج، ۱۱، ص، ۱۵۲، والاوسط، ج،۹، ص، ۱۶۲ و کشف الخفاء ، ج،۳، ۱۱۳، ۲، مکتبۃ العلم الحدیث دمشق ، کنزالعمال ، ج،۶، ص، ۶۵۳، رقم : ۱۷۲۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مجمع الزوائد ، کتاب اللباس باب ما جاء فی الشارب واللحیۃ، ج،۵، ص، ۱۷۰، مؤسسۃالمعارف بیروت)

قربانی کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں مونچھیں کاٹنے پر قربانی کا ثواب

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان النبی ﷺ قال امرت بیوم الاضحی عیدا جعلہ اللہ لھذہ الامۃ۔قال رجل یارسول اللہ ﷺ ارأیت ان لم اجد الا منحیۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن تاخذ من شعرک و اظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فتلک تمام اضحیتک عنداللہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یوم اضحی کا حکم دیا گیا کیونکہ اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید بنایا۔ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یہ بتائیے اگر میرے پاس منحیہ (دودھ دینے والے جانور) کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اس کی قربانی کروں فرمایا: نہیں،ہاں تم اپنے بال اور ناخن ترشواؤ اور مونچھیں کٹاؤ اور زیر ناف بال مونڈو اسی میں تمہاری قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری ہو جائے گی۔(یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا)۔ [1]

روی عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی علیہ السلام انہ قال من اراد ان یدرک فضل الاضحیۃ وھو لا یستطیع فلیصل صلوٰۃ العید ثم یرجع الی بیتہ ولیقلم اظفارہ ولیحلق عانتہ ولیقصر شاربہ فانک یدرک فضل الاضحیۃ فلیصل رکعتین فی تلک الیوم بعد صلوٰۃ العید فلیقراء فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب مرۃ وانا اعطیناک الکوثر خمس مراۃ فاذا سلم فلیسجد ولیقل اللھم اعطنی ثواب القربان فان اللہ تعالیٰ یعطی لہ ثواب الاضحیۃ فی تلک الیوم وقبلھا الی آدم صلوٰۃ اللہ علیہ السلام وبعدھا الی یوم القیامۃ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ارشاد فرمایا: جو شخص قربانی کی فضیلت کو پانا چاہتا ہے اور اس کی طاقت نہیں رکھتا، تو اس کو عید کی نماز پڑھنی چاہئیے پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور اس کو اپنے ناخن کاٹنے چاہئیں اور اس کو اپنے زیر ناف بال مونڈنے چاہئیے اور اپنی مونچھیں کاٹنی چاہئیے تو بے شک اس نے قربانی کی فضیلت کو پالیا ،تو پھر نماز عید کے بعد اس دن میں دو رکعتیں پڑھنی چاہئیے، پس ہر رکعت میں سورت فاتحہ ایک بار اور إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔پانچ بار پڑھنی چاہئیے تو جب سلام پھیرے تو سجدہ کرنا چاہئیے اور یہ دعا پڑھنی چاہئیے: اے اللہ مجھے قربانی کا ثواب عطاء فرما تو اللہ

[1] (سنن النسائی،وسنن ابی داؤد، کتاب الضحایا،ص، ۳۸۵،میر محمد کتب خانہ کراچی،ومشکوٰۃ ص،باب الاعتیرۃ،ص، ۱۲۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

تعالیٰ اس دن میں اس کو قربانی کا ثواب عطاء فرمائے گا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور اس کے بعد قیامت تک اس کو قبول فرمائے گا۔[1]

جس نے مونچھوں کو کاٹا اللہ تعالیٰ اسے چار نور عطاء فرمائے گا

قال علیه السلام: من قصّ شاربه اعطاء الله تعالٰی اربعة انوار: نورا فی وجهه و نورا فی قلبه و نورا فی قبره و نورا فی یوم القیامة۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو (جڑ سے) کاٹا اللہ تعالیٰ اسے چار نور عطاء فرمائے گا: (۱) اس کے چہرے میں نور، (۲) اور اس کے دل میں نور، (۳) اور اس کی قبر میں نور، (۴) اور قیامت کے دن میں نور۔[2]

مونچھیں کاٹنے پر ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے

وفی بعض الرویات: ان من قص شاربه یعطی بکل شعره حسنة۔

اور بعض روایات میں ہے: بے شک جس شخص نے اپنی مونچھوں کو کاٹا اس کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی عطاء کی جائے گی۔[3]

مونچھوں کو نوچنا اللہ کی راہ میں ہزار غلام آزاد کرنے کی طرح ہے

قال علیه السلام: من نتف (شفت) شاربه فکانما اعتق الف رقبة فی سبیل الله۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو نوچا (اکھیڑا) تو گویا کہ اس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار غلام آزاد کیا۔[4]

وازروے ثواب چنان بود کہ ازاشتر موئ سرخ خریدہ ودر راہِ خدا اشتر وجل صدقہ دادہ۔

---

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ھشتم در بیان طھارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی)

[2] (صلوٰۃ مسعودی، باب ھشتم در بیان طھارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، تذکرۃ الابرار والاشرار ص، ۲۴۵، ۲۴۴، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ھدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (فتاویٰ ابراھیم شاھی، ھدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۱، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[4] (صلوٰۃ مسعودی، باب ھشتم در بیان طھارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، ھدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

اور ثواب میں ایسے ہوتا ہے کہ سرخ بالوں والا اونٹ خریدہ اور خدا کی راہ میں اونٹ اور زین کو صدقہ کر دیا۔[1]

"من أخذ من أظفاره و شاربه کل جمعة, و قال حین یأخذ: بسم اللہ و باللہ و علی سنة محمد و آل محمد۔ لم یسقط منه حصة و لا جزازة الا کتب اللہ بها عتق نسمة و لم یمرض الا مرضه الذی یموت"۔

جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ناخن اور اپنی مونچھیں کاٹے اور کاٹتے وقت یہ دعا پڑھے: بسم اللہ و باللہ و علی سنة محمد و آل محمد۔ تو جو ٹکڑا یا کٹا ہوا بال گرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک جان آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور وہ کبھی بیمار نہ ہو گا مگر اسی بیماری سے جس میں موت لکھی ہو گی۔[2]

جمعہ کے دن مونچھیں کاٹنے پر ہر بال کے بدلہ دس نیکیاں ملیں گی

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: من أخذ شاربه یوم الجمعة کان له بکل شعرة تسقط منه عشر حسنات۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اپنی مونچھیں کاٹے گا، ہر بال جو گرے گا اس کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔[3]

جمعہ کو مونچھیں کاٹنے پر ہزار فرشتوں کی شفاعت و دعائے مغفرت

عن انس بن مالک عن النبی ﷺ قال: من قلم اظفاره یوم الجمعة و اخذ من شاربه و استاک و افرغ علی نفسه من الماء و توجه الی المسجد یتبعه الف ملک کلهم یشفعون و یستغفرون له۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے اور اپنی مونچھیں کاٹے اور مسواک کرے اور اچھی طرح غسل کرے اور مسجد کی طرف جائے اس کے پیچھے ہزار فرشتے چلتے ہیں، سب کے سب اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔[4]

جمعہ کو مونچھیں کاٹنے سے اللہ تعالیٰ مرض کو نکال کر شفاء داخل کرے گا

ابن مسعود: من اخذ من شاربه و اظفاره فی کل جمعة ادخل اللہ فیه شفاء و اخرج منه داء۔

---

1 (تذکرة الابرار و الاشرار ص، ۲۴۵، ۲۴۴، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

2 (لغات الحدیث کتاب الجیم، ج، ا، ص، ۵۱، میر محمد کتب خانہ کراچی)

3 (الدیلمی، مسند الفردوس، ج، ۳، ص، ۵۸۳، رقم: ۵۸۲۷، دار الکتب العلمیه بیروت، کنز العمال، ج، ۶، ص، ۶۵۷، رقم: ۱۷۲۵۰، مؤسسة الرسالة، بیروت، و موسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۵، دار الکتب العلمیه بیروت)

4 (تذکرة الواعظین، ص، ۱۰۱، ۱۰۰، مکتبہ حبیبیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے ہر جمعہ میں اپنے ناخن اور اپنی مونچھوں کو کاٹا اللہ تعالیٰ اس میں شفاء کو داخل فرمائے گا اور اس بیماری کو نکال دے گا۔[1]

روی ابن شہاب عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: من قلّم اظفارہ یوم الجمعۃ کان اماناً من الجذام و من قصّ شاربہ و استاک فیہ اخرج اللہ منہ الدّاء و ادخل فیہ الشفاء۔

حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن ناخن کاٹے وہ مرضِ جذام سے امن میں رہے گا اور جو اسی روز مونچھیں کاٹے اور مسواک کرے اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے مرض کو نکال دے گا اور اس میں شفاء داخل کرے گا۔[2]

عن محمد بن حاطب کان النبی ﷺ یأخذ من شاربہ و ظفرہ یوم الجمعۃ۔

محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن اپنی مونچھیں اور اپنے ناخن کاٹتے تھے۔[3]

عن انس، قال: وقت لنا فی قص الشارب و تقلیم الأظفار و نتف الابط و حلق العانۃ أن لا نترک أکثر من أربعین لیلۃ۔ و قال مرۃ اخری: اربعین یوما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے اور ناخن کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے اور زیر ناف بال مونڈنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔[4]

عن ابن عمر و أبی عبداللہ الأغر رضی اللہ عنہما: ”ان رسول اللہ ﷺ کان یقص شاربہ و یأخذ من أظفارہ کل جمعۃ قبل ان یخرج الی صلاۃ الجمعۃ“۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبد اللہ الاغر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بے شک رسول اللہ ﷺ ہر جمعہ کو نمازِ جمعہ سے پہلے اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور اپنے ناخن کاٹتے تھے۔[1]

---

[1] (العلل المتناهيه، ج، ۱، ص، ۴۶۴، وموسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۸۲، دار الکتب العلمیه بیروت، الدیلمی، مسند الفردوس، ج، ۳، ص، ۵۸۴، رقم: ۵۸۲۶، دار الکتب العلمیه بیروت)

[2] (تذکرۃ الواعظین، ص، ۱۰۱، مکتبه حبیبیه، کانسی روڈ، کوئٹه)

[3] (ابو نعیم، کنز العمال، ج، ۶، ص، ۶۸۱، رقم: ۱۷۳۷۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

[4] (صحیح مسلم کتاب الطهارۃ باب خصال الفطرۃ، ج، ۱، ص، ۲۲۲، رقم: ۲۵۸۱، ۵، والترمذی فی السنن، ج، ۵، ص، ۸۶، رقم: ۲۷۵۹، والنسائی فی السنن، ج، ۱، ص، ۱۵، رقم: ۱۴، وابن ماجه، ج، ۱، ص، ۱۰۸، رقم: ۲۹۵، واحمد فی المسند، ج، ۳، ص، ۲۵۰۵، ومشکوٰۃ، کتاب اللباس باب الترجل، ص، ۳۸۰، قدیمی کتب خانه کراچی، سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطهارۃ، ابواب الفطرۃ، ج، ۱، ص، ۶۶، رقم: ۱۵، دار الکتب العلمیه بیروت)

أخرج البیهقی من مرسل أبی جعفر الباقر قال: "کان رسول اللہ ﷺ یستحب أن یأخذ من أظفارہ وشاربہ یوم الجمعة"۔

حضرت امام ابو جعفر باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ " رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن اپنی مونچھیں کاٹنے اور اپنے ناخن کاٹنے کو مستحب سمجھتے (یعنی پسند فرمایا کرتے) تھے"۔[2]

عن أبی ہریرة قال: أن رسول اللہ ﷺ کان یقلم أظفارہ ویقص شاربہ یوم الجمعة قبل أن یروح الی الصلاة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز کی طرف جانے سے پہلے اپنے ناخن تراشتے تھے اور اپنی مونچھیں کاٹتے تھے۔[3]

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: "أن النبی ﷺ کان یأخذ أظفارہ ویحفی شاربہ فی کل جمعة، ویحلق العانة عشرین یوماً، وینتف الابط فی کل أربعین یوماً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ ہر جمعہ کو ناخن کاٹتے تھے، اور مونچھوں کو جڑ سے ختم کرتے تھے اور زیر ناف بالوں کو بیس دنوں میں مونڈتے تھے اور بغلوں کے بال چالیس دن میں نوچتے تھے۔[4]

حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حدیث علی: "خذ من الشارب فان الملائکة اذا تلا العبد القرآن أدنت أفواھھا منه فاذا کان طویل الشارب لم تدن منه"۔

مونچھوں کو کاٹو جب بندہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو فرشتے اپنے منہ اس کے قریب کر دیتے ہیں اگر لمبی مونچھوں والا ہوتا ہے تو منہ اس کے قریب نہیں کرتے۔[5]

---

[1] (مسند امام احمد بن حنبل، ج، ۱، ص، ۳۰۱، شرح السنة، للبغوی، ج، ۱۲، ص، ۱۱۳، المکتب الاسلامی، فتح الباری شرح صحیح البخای، ج، ۱۰، ص، ۳۴۷، دارالفکر بیروت، تھذیب تاریخ دمشق، لابن عساکر" ج، ۲، ص، ۱۴۹، بیروت، اخلاق النبوة، ص، ۲۵۶، النھضة المصریة، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (بیھقی، شعب الایمان، شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک، کتاب صفة النبی ﷺ، باب ماجاء فی سنة فی الفطرة، ج، ۴، ص، ۳۷۸، دارالحدیث القاھرة، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۲۹۳، ۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

[3] (الطبرانی فی المعجم الاوسط، ج، ۱، ص، ۲۵۷، رقم: ۸۴۲، السنن الکبریٰ للبیھقی، ج، ۳، ص، ۲۴۴، رقم: ۵۷۵۸، شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک، کتاب صفة النبی ﷺ، باب ماجاء فی سنة فی الفطرة، ج، ۴، ص، ۳۷۸، دارالحدیث القاھرة، ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، ج، ۹، ص، ۵۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، شرعة الاسلام، ص، ۱۵۰، دارالبشائر الاسلامیة، بیروت)

[4] (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[5] (الدیلمی، مسند الفردوس، ۲۶۶۴، ومیزان الاعتدال، ج، ۵۹۸، ۱، تنزیہ الشریعة المرفوعة، ج، ۲، ص، ۳۰۷، الکمتبة التوفیقیة القاھرة، مصر)

وفی الخبر أن ابراهیم أول من قص الشارب، واول من اختتن، واول من قلم الاظافیر، واول من رأی الشیب، فلما راہ قال یارب ماھذا؟ قال: الوقار۔ قال: یارب زدنی وقارا۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جس نے مونچھوں کو کاٹا، اور پہلے جس نے ختنہ کیا، اور پہلے جس نے ناخنوں کو کاٹا، اور پہلے جن کے بال سفید ہوئے، پس جب دیکھا ان کو تو عرض کیا اے میرے رب یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (یہ) وقار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب میرے وقار میں اضافہ فرما۔[1]

مونچھیں کاٹنے پر ہر بال کے بدلہ میں ایک ہزار شہر کا ثواب ہے

"ومن قص شاربہ فلہ عنداللہ بکل شعرۃ من الثواب ألف مدینۃ من در ویاقوت فی کل مدینۃ ألف قصر فی کل قصر ألف دار من الرحمۃ فی کل دار ألف حجرۃ من الزعفران فی کل حجرۃ ألف صفۃ من الزبرجد فی کل صفۃ ألف بیت من المسک فی کل بیت ألف سریر فوق کل سریر جاریۃ من الحورالعین علی رأسھا تاج من النور مکلل بالدر ویاقوت وھی تنادی کل یوم ألف مرۃ أنت طالبی وقرۃ عینی وأنت صاحبی وینظر اللہ الیہ فی کل یوم نظرۃ من فوق عرشہ ویقول لملائکتہ: ألا تنظرون الی عبدی قص شاربہ من مخافتی وعزتی وجلالی لأضعن علیہ من نور کرامتی ولأزیننہ بین الناس ولأدخلنہ جنتی"

"اور جس شخص نے اپنی مونچھوں کو کاٹا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر بال کے بدلہ میں موتی اور یاقوت کے بنے ہوئے ایک ہزار شہر بطور ثواب ملیں گے اور ہر شہر میں ایک ہزار محل ہیں، ہر محل میں رحمت کے ایک ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں زعفران کے ایک ہزار حجرے ہیں، ہر حجرے میں زبرجد کا ایک ہزار صفہ (چبوترہ) ہے، ہر صفہ (چبوترہ) میں مشک کا ایک ہزار کمرے ہیں، ہر کمرے میں ایک ہزار تخت ہے، ہر تخت پر ایک حور عین میں لونڈی ہے اس سر پر موتی اور یاقوت سے آراستہ کیا ہوا تاج ہے اور وہ اپنے عرش سے پکارتی ہے کہ تم میرے طلبگار اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تم میرے ساتھی (رفیق) ہو اور اللہ تعالیٰ روزانہ عرش کے اوپر سے اپنے اس بندے کی طرف دیکھتا ہے اور اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے: کیا میرے

[1] (حاشیہ الجمل علی الجلالین، ج ۱، ص ۱۵۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حاشیہ العلامۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج ۱، ص ۱۰۸، قاسم ببلی کیشنز کراتشی)

بندے کی طرف نہیں دیکھتے کہ میرے جلال اور میری عزت اور میرے خوف کی وجہ سے اپنی مونچھوں کو کاٹا، اپنی کرامت کا نور اس پر رکھوں گا اور لوگوں کے درمیان اس کو زینت دوں گا اور اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا۔[1]

بنی اسرائیل مونچھیں نہ کاٹتے تھے تو ان کی عورتیں زناکار ہو گئیں

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: قصوا شاربکم فان بنی اسرائیل لم یفعلوا ذلک فزنت نساؤھم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی مونچھیں کاٹو، کیونکہ بنی اسرائیل ایسا نہ کرتے تھے پس ان کی عورتیں زناکاری میں مبتلا ہو گئیں۔[2]

لمبی مونچھوں والے کو حضور اکرم ﷺ نے ڈانٹا

وروی ان رجلا دخل فی مسجد رسول اللہ ﷺ وشاربہ طویل فزجرہ عن ذلک فذھب الرجل وقص نصف شاربہ ثم دخل المسجد فقال علیہ السلام وجدت نصف الایمان او کلاما ھذا معناہ۔

روایت کیا گیا ہے کہ بے شک ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا، اس حال میں کہ اس کی مونچھیں لمبی تھیں، تو اس سے ان کو ڈانٹا، تو وہ شخص گیا اور اپنی آدھی مونچھوں کو کاٹ دیا، پھر مسجد میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے آدھا ایمان پالیا یا فرمایا: کلام کو۔ یہ اس کا معنی ہے۔[3]

مونچھیں نہ کاٹنے پر جبریل علیہ السلام کی ناپسندیدگی

عن ابن عباس عن النبی ﷺ انہ قیل یارسول اللہ أبطأ علیک خبر جبریل قال ولم لا تبطیء عنی وأنتم حولی لا تستنون (أی لاتستاکون) ولا تقلمون أظافرکم ولا تقصون شواربکم ولا تنقون رواجبکم (ھی مابین عقد لأصابع من داخل)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ تحقیق جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے پاس خبر لانے میں دیر کردی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے پاس آنے میں کیوں

---

[1] (الموضوعات ،ابن الجوزی،ج،۳،ص،۵۳،تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأخبار الشنیعۃ الموضوعۃ ،کتاب اللباس والزینۃ والطب،الفصل الاول،ج،۲،ص،۲۹۳،رقم:۱۶۴۴،المکتبۃالتوفیقیۃ،القاھرۃمصر،الفوائدالمجموعۃ،باب الخضاب والطب وقص الظفر والشارب،ص،۱۶۷،رقم: ۱۱،المکتبۃالعصریۃبیروت،میزان الاعتدال،ج،۲،ص،۵۸۴،الرسالۃالعالمیۃبیروت)

[2] (الدیلمی،مسند الفردوس،ج،۳،۲۰۵،رقم:۴۵۷۸،دارالکتب العلمیہ بیروت،الجامع الکبیر،ج،۱،ص،۲۰۷،کنزالعمال،ج،۶،ص،۶۵۶،رقم: ۱۷۲۴۷،مؤسسۃالرسالۃ،بیروت)

[3] (ابراھیم شاھی،ھدایۃالابرارالیٰ طریقۃالاخیار،الفصل الثانی فی حرمۃالبقاءالشوارب ولزوم اخذھا،ص،۲۱،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

دیر نہ کرتے، اور جب کہ تم میرے ارد گرد رہنے والے نہ مسواک کرتے ہو، اور نہ تم اپنے ناخن کاٹتے ہو، اور نہ تم اپنی مونچھیں کاٹتے ہو اور نہ تم اپنے ہاتھوں کے جوڑ اندر سے صاف کرتے ہو۔[1]

وروی الاعمش عن مجاهد قال : ابطاء جبرائیل علیه السلام علی رسول الله ﷺ ثم اتاه فقال علیه السلام ماجئتنا یا ملک (حبسک ،عن الاتیان ، یاجبریل) قال کیف أتیکم وانتم لاتقصون اظفارکم ولاتأخذون من شواربکم ولاتنقون براجمکم ولاتستاکون ،ثم قرأ ،ومانتنزل الا بامر ربک عزوجل۔

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے میں دیر کی، پھر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام آپ کو کس چیز نے (آنے سے) روکا ہے؟ عرض کیا: میں کیسے آتا، اس حال میں کہ تم (یعنی تمہارے ساتھ رہنے والے) نہ اپنے ناخن کاٹتے ہو اور نہ اپنی مونچھیں کاٹتے ہو اور نہ تم اپنے ہاتھوں کے جوڑ اندر سے صاف کرتے ہو۔ اور نہ مسواک کرتے ہو۔

پھر یہ آیت پڑھی: **وَمَانَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ (سورۃ مریم: ۶۴)**

یعنی ہم اسی وقت زمین پر اترتے ہیں جب ہمیں رب تعالیٰ حکم دیتا ہے۔[2]

جو مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں

عن زید بن ارقم ان رسول الله ﷺ قال: من لم یاخذ من شاربه فلیس منا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنی مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی اس کی موت غیر ملت اسلامیہ پر بھی آسکتی ہے)۔[3]

البتہ، میدانِ جہاد میں بر سرپیکار مجاہدین کے لئے فقہاء نے لبوں کے برابر کر کے لمبی مونچھیں رکھنے کی اجازت دی ہے۔

علماء نے کہا کہ مجاہدین کیلئے لمبی مونچھیں ضروری ہیں تاکہ دشمن مرعوب ہو جائیں۔

---

[1] (رواه احمد ،و الطبرانی فی معجم الکبیر ،ج، ۱۱،ص، ۲۳۴،رقم: ۱۲۲۲۴،وفی زوائد المسند ،رقم: ۴۳۰۲،والسیوطی فی الدرالمثور ،ج، ۱،ص، ۱۱۲ ،والمغنی عن حمل الاسفار ،ج، ۱،ص، ۱۳۷ ، مجمع الزوائد ،کتاب اللباس باب فی تقلیم الاظفار ،ج، ۵،ص، ۱۷۰ ،مؤسسة المعارف بیروت، کنز العمال،ج، ۶،ص، ۶۵۹ ،رقم: ۱۷۲۶۱،مؤسسةالرسالةبیروت)

[2] (تفسیر روح البیان ،البقرہ :آیت : ۱۲۴ ،کے تحت ،وتذکرۃ الواعظین ،ص، ۱۰۱ ،مکتبہ حبیبیہ ، کانسی روڈ ، کوئٹہ ،وهدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار ،الفصل الثانی فی حرمةالبقاءالشوارب ولزوم اخذها ،ص، ۲۱ ،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (سنن ترمذی ،ج، ۵،ص، ۸۷،رقم: ۱۲۷۶۱،سنن نسائی ،ج، ۱،ص، ۱۵ ،رقم: ۱۳،مسند امام احمد بن حنبل ،ج، ۴،ص، ۳۶۶،شعب الایمان ، ج، ۵،ص، ۲۲۲ ،رقم: ۶۴۳۵ ،دار الکتب العلمیه بیروت، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل ،ص، ۳۸۱ ،قدیمی کتب خانہ کراچی)

قالو الا بدعن طول الشارب للغزاة لیکون اھیب فی عین العدو، کذافی الغیاثیة۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مبارک نے بھی دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے مونچھیں چھوڑ دی تھیں۔

عن عامر بن عبداللہ الزبیر ان عمر رضی اللہ عنه کان اذا غضب فطل شاربه و نفخ، رواہ الطبرانی فی الکبیر۔[1]

اسی طرح اگر محلہ کے بااثر، دیندار شخصیات فساق وفجار بد مذہب لوگوں پر رعب قائم رکھنے کے لئے شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے معاشرے میں برائی کے سدِباب کے لئے لمبی مونچھیں رکھیں تو ان کو بھی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

قلت واللہ اعلم لان العلة التی ذکروھا توجد ھٰھنا ایضاً وفی الھندیة وکان بعض السلف یترک سبالیه وھما اطراف الشوارب۔

جو علت علماء نے ذکر کی ہے وہ یہاں بھی پائی جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے بعض سلف صالحین مونچھوں کے دونوں کنارو ں کو چھوڑتے تھے اور یہ جواز صرف مجاہدین کے لئے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے ہے، ورنہ مونچھیں حلق کرنا ہی افضل ہے۔

غازیوں کا مونچھیں بڑھانا جائز ومستحب ہے

فتاویٰ حمادیہ میں ہے : غازیوں کو مونچھیں بڑھانا جائز ومستحب ہے۔

واما الغازی فی دار الحرب یندب الی تطویل الشارب لیکون اھیب فی عین العدو۔

مجاہدین کیلئے دارالحرب میں لمبی مونچھیں مستحب ہیں تاکہ دشمنوں کی نظر میں ہیبت ناک نظر آئیں۔[2]

مونچھیں لمبی رکھنے والے کے لئے چار سزائیں

قال النبی ﷺ: من طوّل شاربه عوقب بأربعة أشیاء: لایجد شفاعتی و لایشرب من حوضی ویعذب فی قبره ویبعث اللہ الیه المنکر والنکیر فی غضب۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھیں لمبی رکھیں اسے چار سزائیں ملیں گی: (۱) میری شفاعت سے محروم رہے گا، (۲) میرے حوض سے نہیں پیئے گا، (۳) قبر میں عذاب دیا جائے گا، (۴) منکر اور نکیر نہایت غصہ میں اس کے پاس آئیں گے۔[3]

---

[1] (طبرانی فی الکبیر، جلد ۱ صفحہ ۴)

[2] (کذافی الغیاثیة، عالمگیری، ج ۵ ص ۳۸)

[3] (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، کتاب النبی ﷺ الی الکسریٰ، ج، ۲، ص، ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث: "من طول شاربه في دار الدُّنیا طوَّلَ اللّٰہُ نَدَامَتَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَسَلَّطَ عَلَیْهِ بِکُلِّ شَعْرَةٍ عَلَی شَارِبِهِ شَیْطَانَانِ فَإِنْ مَاتَ عَلَی ذٰلِکَ الْحَالِ لاتُسْتَجَابُ لَهُ دَعْوَةٌ وَلا تَنْزِلُ عَلَیْهِ رَحْمَةٌ۔ إلخ.

جس شخص نے اپنی مونچھیں دنیا میں لمبی رکھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ندامت کو لمبا کرے گا اور اس کی مونچھوں کے ہر بال کے بدلے میں اس پر دو شیطان مسلط کرے گا پس اگر اسی حالت پر مر گیا تو اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس پر رحمت نازل کی جائے گی۔ [1]

قال علیه السلام: من طوّل شاربه عوقب بالثلاث لم ینل شفاعتی و لم یشرب من حوضی و سلطه اللّٰہ تعالی منکرا و نکیرا بالغضب۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھیں لمبی رکھیں اسے تین سزائیں ملیں گی:

(۱) میری شفاعت نہیں پائے گا

(۲) اور میرے حوض سے نہیں پیئے گا

(۳) اور اس پر اللہ تعالیٰ منکر اور نکیر کو غصہ کے ساتھ مسلط کرے گا۔ [2]

"من طول شاربه فی دار الدنیا طول اللّٰہ ندامته یوم القیامة و سلط علیه بکل شعرة علی شاربه شیطانان فان مات علی الحال لا یستجاب له دعوة و لا تنزل علیه رحمة و لا ینظر اللّٰہ الیه یوم القیامة۔

"جس شخص نے دنیا میں اپنی مونچھوں کو لمبا رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ندامت کو لمبا کر دے گا اور اس کی مونچھوں کے ہر بال کے بدلے دو شیطان مسلط کر دے گا تو اگر اسی حالت پر مر گیا تو اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس پر رحمت نازل کی جائے گی اور نہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ [3]

و من أطال شاربه تسمیه الملائکة نجساً و ان مات مات عاصیاً و قام من قبره مکتوباً بین عینیه آیس من رحمة اللّٰہ و لا یطول شاربه الا ملعون علی لسان الملائکة و النبیین و یمشی علی الأرض تلعنه من تحته۔

---

[1] (مرویات السیرۃ المسفر الدمینی، ج، ۱، ص، ۱۳، الفوائد المجموعة، رقم، ۱۱)

[2] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، تذکرۃ الابرار و الاشرار ص، ۲۴۵، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ہدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب و لزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (الالی المصنوعه، ج، ۲، ص، ۱۴۳، الموضوعات، ابن الجوزی، ج، ۳، ص، ۵۳، تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، کتاب اللباس و الزینة و الطب، الفصل الاول، ج، ۲، ص، ۲۹۳، رقم: ۱۶۴۴، المکتبة التوفیقیة، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب و الطب و قص الظفر و الشارب، ص، ۱۶۷، رقم: ۱۱، المکتبة العصریة بیروت، میزان الاعتدال، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الرسالة العالمیة بیروت، و موسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۸۸، دار الکتب العلمیه بیروت)

اور جس شخص نے اپنی مونچھوں کو لمبا رکھا فرشتے اس کا نام ناپاک رکھتے ہیں اور اگر مر گیا تو نافرمان مرا اور جب اپنی قبر سے کھڑا ہو گا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا اللہ کی رحمت سے مایوس ہے اور انبیاء اور فرشتوں کی زبان سے اس پر لعنت کی گئی اور جب زمین پر چلتا ہے زمین اس کے نیچے سے اس پر لعنت کرتی ہے۔[1]

و من طول شاربه فلا یصیب شفاعتی و لا یشرب من حوضی و ضیق اللہ علیه قبره و تنزل علیه ملک الموت و هو غضبان"۔

اور جس شخص نے اپنی مونچھوں کو لمبا کیا تو اس کو میری شفاعت نصیب نہیں ہو گی اور نہ میرے حوض سے پیئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دے گا اور اس پر ملک الموت کو نازل کرے گا اس حال میں کہ وہ غضبناک ہو گا۔[2]

ابن مسعود: من طول شاربه لم یستجب اللہ دعائه۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھیں لمبی رکھیں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرمائے گا۔[3]

لمبی مونچھیں نزع کے وقت کلمہ شہادت سے رکاوٹ ہیں

قال رسول اللہ ﷺ خمسة نفر لم یروا وجهی یوم القیامة: الاول من طال شاربه منع اللہ تعالٰی لسانه عن کلمة الشهادة عند النزع و الثانی من جلس باهل البدعة لعنه اللہ و الملائکة و الانبیاء علیهم السلام و الثالث عاق الوالدین لا یریح رائحة الجنة و الرابع من نام قبل العشاء منع اللہ تعالٰی لسانه من کلمة الشهادة عند الموت و الخامس من لم یزک عن امواله لا یخفف عنه عذاب القبر الی یوم القیامة۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ قسم کے لوگ قیامت کے دن میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے:

(۱) جس شخص نے اپنی مونچھوں کو لمبا رکھا اللہ تعالیٰ نزع کے وقت اس کی زبان کو کلمہ شہادت سے روک دے گا۔

---

[1] (الالی المصنوعه، ج، ۲، ص، ۱۴۳، الموضوعات، ابن الجوزی، ج، ۳، ص، ۵۳، تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، کتاب اللباس والزینة والطب، الفصل الاول، ج، ۲، ص، ۲۹۳، رقم: ۱۶۴۴، المکتبة التوفیقیة، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب والطب وقص الظفر والشارب، ص، ۱۶۷، رقم: ۱۱، المکتبة العصریة بیروت، میزان الاعتدال، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الرسالة العالمیة بیروت، وموسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۸۸، دار الکتب العلمیه بیروت)

[2] (الالی المصنوعه، ج، ۲، ص، ۱۴۳، الموضوعات، ابن الجوزی، ج، ۳، ص، ۵۳، تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، کتاب اللباس والزینة والطب، الفصل الاول، ج، ۲، ص، ۲۹۳، رقم: ۱۶۴۴، المکتبة التوفیقیة، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب والطب وقص الظفر والشارب، ص، ۱۶۷، رقم: ۱۱، المکتبة العصریة بیروت، میزان الاعتدال، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الرسالة العالمیة بیروت، وموسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۸۸، دار الکتب العلمیه بیروت)

[3] (مسند الفردوس، الدیلمی، ج، ۳، ص، ۵۲۷، رقم: ۵۶۴۷، دار الکتب العلمیه بیروت)

(۲) جو شخص بد مذہب کے ساتھ بیٹھا اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی لعنت ہے۔

(۳) والدین کا عاق (نافرمان) جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

(۴) جو شخص عشاء سے پہلے سو گیا یہاں تک کہ عشاء کی نماز قضاء ہو گئی اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کی زبان کو کلمہ شہادت پڑھنے سے روک دے گا۔

(۵) جس شخص نے اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا نہ کی، قیامت کے دن تک اس سے عذابِ قبر کی کمی نہیں کی جائے گی۔ [1]

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لمبی مونچھوں والے کی طرف نظر کرنے سے کراہت آئی

جب حضور پر نور سید یوم النشور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہدایت اسلام کے فرامین بنام سلاطین جہاں نافذ فرمائے، قیصر ملک روم نے تصدیقِ نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا، مقوقس بادشاہِ مصر نے خط مبارک کی کمال تعظیم کی اور ہدایا حاضر بارگاہِ رسالت کیا سگِ ایران خسرو پرویز قتلہ اللہ نے فرمانِ اقدس چاک کر دیا اور باذان صوبہ یمن کو لکھا، دو مضبوط آدمی بھیج کر انہیں یہاں بلائے، باذان نے اپنے داروغہ بانویہ اور ایک پارسی خر خسرہ نامی کو مدینہ طیبہ روانہ کیا:

أنهما حين دخلا على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كانا قد حلق لحاهما وأعفيا شواربهما حتى وارت شفاههما فكره النظر اليهما وقال: ويلكما من أمر كما بهذا۔ قال: أمر بهذا ربنا يعنيان كسرىٰ فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لكن ربي امرني باعفاء لحيتي وقص شواربي۔

یہ دونوں جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو داڑھیاں منڈائے اور مونچھیں اتنی بڑھائے ہوئے تھے کہ دونوں کے ہونٹوں کو چھپائے ہوئے تھیں تو سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کی طرف نظر فرمانے میں کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمہارے لئے کس نے تمہیں اس کا حکم دیا، وہ بولے ہمارے رب یعنی کسریٰ (خسرو پرویز خبیث) نے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مگر مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں (جڑ سے) کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] (دلیل الاحسان، ص، ۲۱، ھدایة الابرار الی طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، کتاب النبی صلى الله عليه وآله وسلم الی الکسریٰ، ج، ۲، ص، ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ بانو یہ و خر خسر و اس وقت تک نہ اسلام لائے تھے نہ احکامِ اسلام سے آگاہ تھے ان کی یہ وضع دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہت کی تو جو مسلمان احکامِ حضور جان بوجھ کر مصطفی ﷺ کے خلاف مجوسیوں کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضور اعلیٰ ﷺ کی کراہت و بیزاری کا باعث ہو گا، آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے، اگر روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ نے یہ مجوسیوں کی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہت فرمائی تو یقین جان کہ تیر اٹھکانا کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ، امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے ان کی نظرِ رحمت ہے، اللہ کی پناہ اس بری گھڑی سے کہ وہ نظر فرماتے کراہت لائیں، **والعیاذ باللہ ارحم الراحمین۔** اس کے بعد حدیث میں معجزۂ مصطفی ﷺ کا ظہور خسرو پرویز مردود کا ہلاک، باذان و بانویہ و خسرہ وغیرہم بہت اہلِ یمن کا مشرف باسلام ہونا مذکور ہے۔[1]

لمبی مونچھیں قیامت کو سجدہ کرنے میں رکاوٹ ہوں گی

روی النبی ﷺ قال یومر الناس یوم القیامۃ بالسجود فمن کان فی الدنیا شاربہ طویلا صارت شعورہ کاوتاد الحدید لایستطیع ان یسجد۔

بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو قیامت کے دن سجدہ کا حکم دیا جائے گا تو جس شخص کی دنیا میں مونچھیں لمبی تھیں اس کے بال لوہے کے کیلوں کی طرح ہو جائیں گے جس کی وجہ سے وہ سجدہ نہیں کر سکے گا۔

و مثلہ فی الغرائب و زاد فیہ و روی: ان من کان شاربہ طویلا لایصعد لہ عمل صالح الی السماء۔

اور غرائب میں اس کی مثل ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ: جو شخص لمبی مونچھوں والا ہوتا ہے اس کا نیک عمل آسمان تک نہیں چڑھتا ہے۔[2]

رسول علیہ السلام فرمودہ کہ فردای قیامت اہل عرصات سجدہ آرند پروردگار را سجدۂ تحیت مگر کافران کہ موئے لب ایشان چون سرون گاوی راست ماندہ باشند و کسانیکہ موی سبلت دراز داشتہ باشند موہائ لبہائے ایشان در زمین رسد ہمچون تیرہا و ایشان را مانع باشد از آوردن سجدہ۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۶۴۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[2] (فتاویٰ الحجۃ، فتاویٰ مجمع الغرائب، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۰، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ کل قیامت کو اہلِ قیامت پروردگار کو سجدۂ تحیت کریں گے مگر کافر کہ ان کی مونچھوں کے بال بیل کے سینگوں کی طرح ہوں گے ،اور وہ شخص کہ جس نے مونچھوں کے کناروں کے بال لمبے رکھے ہوں گے ان کی مونچھوں کے بال تیروں کی طرح زمین تک پہنچے ہوں گے،ان کو سجدہ کرنے سے رکاوٹ ہو گی۔[1]

بڑی مونچھیں کلمہ شہادت کے لیے عرش تک پہنچنے میں رکاوٹ

رسول اللہ ﷺ فرمودہ کہ چون بندۂ مومن موئے لب پست دارد وکلمۂ شہادت گوید آن کلمۂ شہادت ہفت اسمانہا راحجاب نکند و ہمچنان میرود تا باقِ عرش رسد چنانکہ زنبور عسل غَرِندہ می غرد تاخطاب حضرت رب العزت آید کہ چرا ساکن نباشی کلمہ گوید (مناجات کند)ای پروردگار من چگونہ ساکن باشم تا گویندۂ مرانیامرزی امر آیداز خدای عزوجل کہ گونیدۂ تورا امرزیدم آن گاہ ساکن شود کہ اگر موئے لب دراز دارد کلمۂ شہادت گوید آن کلمہ گردِدہانِ او میگرددوبیرون نیاید تا کاتبانِ اعمال آن راگونید کہ چرا بیرون نے آئی (نیائی) تا ثوابِ ترابنو سیم کلمہ گوید چگونہ بیرون آیم کہ چون این پردہ پلید درراہ است۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب مومن بندہ مونچھوں کے بال پست رکھتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے،اس کلمہ شہادت کو سات آسمان پردہ نہیں کرتے (یعنی روکاوٹ نہیں بنتے)اور اسی طرح ساقِ عرش تک پہنچ جاتا ہے،جیسا کہ شہد کی مکھی ترنم کرتی ہے ترنم کرتا ہے یہاں تک کہ رب العزت کا خطاب آتا ہے کہ تو کیوں نہیں ٹھہرتا (خاموش کیوں نہیں ہوتا؟)، کلمہ عرض کرتا ہے اے پروردگار میں کس طرح ٹھہر جاؤں (خاموش ہو جاؤں) جب تک کہ آپ میرے پڑھنے والے کو بخش نہ دیں، خدا عزوجل کی طرف سے حکم آتا ہے تجھے پڑھنے والے کو میں نے بخش دیا، اس وقت وہ ٹھہر جاتا ہے (خاموش ہو جاتا ہے)، اگر لمبی مونچھوں والا شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہے،وہ کلمہ اس کے منہ میں پھرتا رہتا ہے،باہر نہیں آتا،یہاں تک

[1] (حجۃالھند،تذکرۃالابراروالاشرارص،۲۴۵،اسلامی کتب خانہقصہخوانی پشاور)

کہ اعمال کے لکھنے والے اس کو کہتے ہیں تو باہر کیوں نہیں آتا؟ تاکہ ہم تیرا ثواب لکھیں، کلمہ کہتا ہے میں باہر کس طرح آؤں کہ جو یہ پلید پردہ راہ میں ہے۔[1]

دلیری دل میں ہوتی ہے نہ کہ مونچھوں کو بڑھانے میں

در حجۃ الھند آوردہ است دیگر نشانۂ بد بختیٔ اہل کفر آنکہ سببِ زشتیٔ وجودِ ایشان و وجودِ دیگران است مقرر میدارند یعنی موئے سبلت نگاہ میدارند مانند خرس کہ ہمہ دہانِ وی بزیر موئے ماندہ است و بعضے ازین مسلمانِ گمراہان نیز رسم بجا می آرند بنا بر آن کہ غازیانیم تا خصم را مہابت باشد این نوع یکے از جہل است زیرا کہ دلیری در دل است نہ در سبلت۔

حجۃ الھند میں آیا ہے کہ دوسری اہلِ کفر کی بد بختی کی نشانی وہ ہے کہ ان کے وجود کی برائی و بد شکلی کا سبب ہے اور دوسروں میں پائی جاتی ہے کہ بر قرار رکھتے ہیں یعنی مونچھوں کے کناروں کو محفوظ رکھتے ہیں ریچھ کی طرح کہ اس کا پورا منہ بالوں کے نیچے رہتا ہے۔ اور بعض گمراہ مسلمان بھی اس رسم کو بجالاتے ہے، اس بنا پر کہ ہم غازی (مجاہدین) ہیں تاکہ دشمن کو ہیبت ہو، یہ جہالت میں سے ایک قسم ہے، اس لیے کہ دلیری دل میں ہے نہ کہ مونچھوں کے کنارے بڑھانے میں۔[2]

و بعض ازیں مسلمانان عقل جوے باریک موئے لب مے ستانند بگمانِ آنکہ من سنت بجا آوردہ ام این نوع نیز جہل است زیرا کہ سنتِ رسول ﷺ را تمام بجا می باید آورد تا حکمِ اسلام او بتمام باشد و معلوم عاقلان است کہ اصحابِ رسول کریم ﷺ شجاع ترینِ مردمان بودند و بجہتِ آشکارا کردنِ دینِ اسلام تا بجہد کوشش نمودہ اند و اگر دراز داشتن سبلت چیزے بودی ایشان نگاہ میداشتند چون نکو نبود (اے دراز کردن) اعراض کردند و سنتِ رسول ﷺ را بتمام و کمال بجا آوردند۔

---

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت، ج، ا، ص، ۸۱، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، حجۃ الھند، تذکرۃ الابرار والاشرار، ص، ۲۴۵، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ہدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۰، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (حجۃ الھند، تذکرۃ الابرار والاشرار ص، ۲۴۴، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ہدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۰، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

اوران میں سے بعض مسلمان عقل جوی موچھوں کے بال باریک لیتا ہے، اس گمان پر کہ میں سنت بجالایا ہوں، یہ بھی جہالت کی ایک قسم ہے، اس لیے کہ سنتِ رسول ﷺ تمام بجالانی چاہیے تاکہ اس کے اسلام کا حکم پورا ہو جائے، اور عقلمندوں کو معلوم ہے کہ اصحابِ رسول کریم ﷺ شجاع ترین لوگ تھے اور دینِ اسلام کو اشکارا (ظاہر) کرنے کی جہت سے انہوں نے کس حد تک کوشش کی۔ اور اگر موچھوں کے کناروں کو لمبا رکھنا کوئی چیز ہوتی تو وہ ان کو محفوظ رکھتے جب اچھی نہ تھی (یعنی لمبی موچھیں رکھنا) تو انہوں نے اعراض کیا، سنتِ رسول ﷺ کو تمام اور کمال طور پر بجالائے۔[1]

علامہ نظام رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وکان بعض السلف یترک سبالیہ وھما اطراف الشوارب کذافی الغرائب۔

اور بعض پہلے بزرگ لوگ موچھوں کے کنارے چھوڑ دیتے تھے، جیسا کہ غرائب میں ہے۔[2]

شیخ داؤد ابن یوسف حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور علامہ نظام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

قالوا ولا باس یطول الشارب للغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو۔

اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیوں کے لیے موچھیں بڑھانے میں حرج نہیں ہے تاکہ دشمنوں کی آنکھوں میں ہیبت ناک معلوم ہوں۔[3]

امام محمد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ اور علامہ زبیدی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

(ولا بأس بترک سبالیہ وھما طرفا الشارب) عن یمین وعن شمال (فعل ذلک عمر) بن الخطاب رضی اللہ عنہ (وغیرہ) من الصحابۃ والتابعین منھم الحسن بن سالم کمافی القوت (لأن ذلک لا یستر الفم) لبعدھما عنہ (ولا یبقی فیہ غمر الطعام) ای زفرہ (اذ لا یصل الیہ) وقت الاکل۔

سبالیہ: چھوڑنے میں حرج نہیں اور وہ موچھوں کے دونوں کنارے ہیں دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے، (بعض سلف کا یہ طریقہ تھا کہ وہ موچھوں کا درمیانی حصہ خوب کٹوادیتے اور موچھوں کے آخری دونوں کنارے چھوڑ دیتے۔ "قوت القلوب") حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ صحابہ اور تابعین یونہی کیا کرتے تھے، ان میں ابو الحسن بن سالم

---

[1] (تذکرۃ الابرار والاشرار ص، ۲۴۵، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ھدایۃ الابرار الی طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا ص، ۲۰، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (عالمگیری کتاب الکراھیۃ، ج، ۵، ص، ۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

[3] (الفتاوی الغیاثیۃ، کتاب الاستحسان والکراھیۃ، ص، ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع عشر، ج، ۵، ص، ۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہیں جیسا کہ قوت القلوب میں ہے، کیونکہ یہ سبالیہ نہ تو منہ کو ڈھانپتا ہے، دونوں کناروں کا منہ سے دور ہونے وجہ سے اور نہ ہی اس میں کھانے کی کوئی چیز رہ سکتی ہے، بلکہ کھاتے وقت وہاں تک پہنچتی ہی نہیں۔[1]

مونچھوں کے دونوں کناروں کو باقی رکھنا مکروہ ہے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

واختلفوا اهل يقص طرفاه ايضا وهما المسميان بالسبالين ام يتركهما كما يفعله كثير من الناس ؟ قيل لاباس بترک سباليه فعل ذلک عمر وغيره ،وقيل كره بقاء السبال لما فيه من التشبه بالاعاجم بل بالمجوس واهل الكتاب۔(قال العراقی فی شرح التقريب)وهذا اولى بالصواب لما رواه ابن حبان فی صحيحه من حديث ابن عمر قال: ذكر رسول الله ﷺ المجوس فقال انهم يوفرون سبالهم ويحلقون لحاهم فخالفوهم۔

کیا مونچھوں کے دونوں کناروں کو بھی کاٹا جائے یا مونچھوں کے دونوں کناروں کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ اس کو بہت سے لوگ کرتے ہیں؟ ایک قول ہے کہ مونچھوں کے دونوں کناروں کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ نے کیا، اور ایک قول ہے کہ مونچھوں کے کناروں کو باقی رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں پارسیوں بلکہ مجوسیوں اور اہل کتاب (یہود، نصاریٰ) سے مشابہت ہے۔(علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح التقریب میں فرمایا) اور یہ درستگی کے زیادہ قریب ہے، اس واسطے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجوس کا ذکر فرمایا: وہ اپنی مونچھوں کے کنارے بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو۔[2]

قال فكان ابن عمر يستقرض سبلته فيجزها كما تجز الشاة او البعير۔

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کے کناروں کو پکڑتے اور اس طرح مونڈتے تھے جیسا کہ بکری یا اونٹ کو مونڈا جاتا ہے۔[3]

---

[1] (قوت القلوب ،الفصل السادس والثواثون،ج،۲،ص ۲۴۲ ،دار الکتب العلمیہ بیروت ،اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الطہارۃ،القسم الثالث ،ج،۲،ص،۶۵۰ ،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (منحۃ الخالق علی البحر الرائق،ج،۳،ص،۱۹ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ،اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین کتاب اسرار الطہارۃ ،القسم الثالث،ج،۲،ص،۶۵۱ ،۶۵۰،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (شعب الایمان،ج،۵،ص،۲۲۰ ،رقم:۶۴۴۸ ،فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس،باب قص الشارب،ج،۱۰،۲۹۳ ،دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

واما الشارب فهو الشعر النابت على الشفة العليا، واختلف فى جانبيه وهما السبالان فقيل هما من الشارب فيشرع قصهما معه، وقيل من جملة شعر اللحية۔

اور شارب (مونچھیں) تو وہ اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بال ہیں، اور اس کے دونوں کناروں میں اختلاف ہے اور وہ "سبالان" ہیں تو ایک قول ہے کہ یہ دونوں مونچھوں میں داخل ہیں تو مونچھوں کے ساتھ ان دونوں کا کاٹنا مشروع ہے، ایک قول ہے کہ یہ دونوں مجملہ داڑھی کے بال ہیں۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعلى هذا يحمل ماروى عن عمر ان ثبت انه يذهب الى الثانى۔

اسی بات پر وہ محمول ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو داڑھی کے زمرے میں لاکر چھوڑدیا ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

ولہٰذا مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہوئی حالانکہ اوروں کو بالاتفاق مکروہ۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مونچھیں منڈواتے تھے

امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

وقدروى عن جماعة من المتقدمين ماحدثنا ابن ابى عقيل قال ثنا ابن وهب قال اخبرنى اسمٰعيل بن عياش قال حدثنى اسمٰعيل بن ابى خالد قال رايت انس بن مالک وواثلة بن اسقع :يحفيان شواربهما ويعفيان لحهما ويصفّرانها۔

---

[1] (فتح البارى شرح صحيح البخارى كتاب اللباس باب قص الشارب، ج، ۱۰، ص، ۲۹۳، دار المعرفة بيروت، منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الحج باب الجنايات، ج، ۳، ص، ۱۹، مكتبه رشيديه كوئٹه)

[2] (منحة الخالق على البحر الرائق، ج، ۳، ص، ۱۹، مكتبه رشيديه كوئٹه)

[3] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۵۹۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

متقدمین کی ایک جماعت سے مروی ہے حضرت اسمٰعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ دیکھا کہ: وہ اپنی مونچھوں کو منڈواتے اور داڑھیوں کو بڑھاتے، اور انہیں (مہندی کے ذریعے) زرد کرتے تھے۔[1]

قال اسمٰعیل و حدثنی عثمان بن عبید اللہ بن رافع المدنی قال رایت عبداللہ بن عمر و اباھریرۃ و اباسعید الخدری و اباسید الساعدی و رافع بن خدیج و جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و سلمۃ بن الاکواع: یفعلون ذلک۔

حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عبید اللہ بن رافع المدنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابواسید ساعدی، حضرت رافع بن خدیج، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت سلمہ بن اکواع رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ اسی طرح کرتے تھے۔[2]

حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا ابو ثابت قال ثنا عبدالعزیز بن محمد ان عثمان بن عبیداللہ بن ابی رافع قال رایت اباسعید الخدری و ابا اسید و رافع بن خدیج و سھل بن سعد و عبداللہ بن عمر و جابر بن عبداللہ و اباھریرۃ: یحفون شواربھم۔

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری، ابواسید، رافع بن خدیج، سہل بن سعد، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا: وہ مونچھوں کو منڈواتے تھے۔[3]

حدثنا بن ابی داؤد قال ثنا احمد بن عبداللہ بن یونس قال ثنا عاصم بن محمد عن ابیہ عن ابن عمر انہ: کان یحفی شاربہ حتی یری (فی روایۃ: ینظر) بیاض الجلد۔

حضرت عاصم بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ اپنی مونچھوں کو منڈواتے تھے حتیٰ کہ جلد کی سفیدی نظر آتی۔[4]

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[3] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[4] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۲۲ ص، ۴۳، دارالفکر بیروت)

حدثنا بن ابی داؤد قال ثنا حامد بن یحی قال ثنا سفیان ان ابراھیم بن محمد بن حاطب قال رایت بن عمر: یحفی شاربه۔

حضرت ابراہیم بن محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: وہ اپنی مونچھوں منڈواتے تھے۔[1]

حدثنا فهد قال ثنا محمد بن سعید الاصبهانی قال شریک ان عثمان بن ابراهیم الحاطبی قال رایت ابن عمر: یحفی شاربه وانه ینتفه۔

حضرت عثمان بن ابراہیم حاطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: آپ مونچھوں کو منڈواتے تھے، گویا ان کو اکھیڑتے تھے۔[2]

عن عثمان بن ابراهیم بن ابراهیم بن محمد بن حاطب قال رأیت عبداللہ بن عمر: قد احفی شاربه حتی کانه نتفه۔

عثمان بن ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا: انہوں نے اپنی مونچھوں اتنا مونڈا ہوا تھا کہ جیسے نوچا ہو۔[3]

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة ان عبداللہ بن دینار عن ابن عمر: انه کان یحفی شاربه۔

حضرت عبداولله بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ: مونچھوں کو منڈواتے تھے۔[4]

حدثنا یونس قال ثنا عبداللہ بن یوسف ان ابن لهیعة ان عقبة بن مسلم قال: ما رایت احدا اشد احفاء شاربه من ابن عمر کان یحفیه حتی ان الجلد لیری۔

حضرت عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو مونچھیں صاف کرنے والا نہیں دیکھا، آپ منڈواتے حتیٰ کہ چمڑے کی سفیدی دیکھائی دیتی۔[5]

حدثنا کثیر بن هشام عن جعفر بن برقان عن حبیب قال: رایت ابن عمر: قد جزّ شاربه کانه قد حلقه۔

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھة، ج،۲، ص،۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (مصنف ابن ابی شیبة کتاب الادب ،ج،۸، ص،۳۷۷، ادارة القران والعلوم الاسلامیة کراتشی ،شرح معانی الآثار ،کتاب الکراھة، ج ، ۲ ، ص،۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[3] (ابن عساکر ،شعب الایمان ،ج،۱۳، ص،۵۸۷،رقم :۲۱۷۶،طبقات ابن سعد ،ج،۴، ص،۱۷۲،زادالمعاد، ،ج،۱ ص،۱۷۱،تاریخ دمشق، ج،۳۸، ص،۳۱۵،رقم:۴۵۷۳)

[4] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھة، ج،۲، ص،۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[5] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھة، ج،۲، ص،۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اپنی مونچھوں کو صاف کیا ہوا ہے گویا کہ ان کو مونڈوایا ہوا ہو۔[1]

ابو بکر الاثرم من طریق عمر بن ابی سلمۃ عن ابیہ قال رأیت ابن عمر: یحفی شاربہ حتی لا یترک منہ شیأ۔

امام ابو بکر بن اثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطریق عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابیہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ: وہ اپنی مونچھوں کو اتنا مونڈتے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ نہ چھوڑتے تھے۔[2]

عن عبداللہ بن عمر قال: أمرنا أن نبشر الشوارب بشرا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: ہمیں مونچھیں مونڈ کر کھال ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

عن نافع قال قیل لابن عمر انک تحفی شاربک قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یفعلہ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی مونچھیں مونڈتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔[4]

أخبرنا عبید اللہ بن عمر عن سعید المقبری عن ابن جریج: أنہ قال لابن عمر: رأتک تحفی شاربک؟ قال: رأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحفی شاربہ۔

حضرت جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو اپنی مونچھیں مونڈتے دیکھا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنی مونچھیں مونڈتے دیکھا ہے۔[5]

حدثنا سفیان عن محمد بن عجلان عن عبیداللہ بن ابی رافع قال رایت اباسعید ورافع بن خدیج وسلمۃ ابن الاکوع وابن عمر وجابر بن عبداللہ وابا اسید: ینھکون شواربھم کالحلق۔

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الادب، ج۸، ص۳۷۷، ادارۃ القران والعلوم الاسلامیۃ کراتشی)

[2] (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج۱۰، ۲۸۱، دار المعرفۃ بیروت)

[3] (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۸، ص۳۷۸، رقم: ۱۵۵۵، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراتشی)

[4] (دار قطنی فی الافراد، ومعجم کبیر طبرانی، ج۱۱ ص۳۱۵، رقم: ۱۹۱، واطراف الغرائب ولافراد، ج۳، ص۴۷۲، رقم:۳۳۱۳، طبقات الکبریٰ، ابن سعد: رقم: ۱۱۵۲)

[5] (طبقات ابن سعد، ج۱، ص۳۳۹، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ج۱۱، ص۳۹۸، مکتبۃ المعارف الریاض)

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابو سعید اور رافع بن خدیج اور سلمہ بن اکوع اور ابو اسید رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ اپنی مونچھوں کو مونڈنے کی طرح کاٹنے میں مبالغہ کرتے تھے۔[1]

عبدالاعلی عن ھشام عن الحسن و محمد: انھما کانا یحفیان شواربھما۔

عبد الاعلی از ہشام از حسن اور محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ دونوں اپنی مونچھوں کو مونڈتے تھے۔[2]

اخرجہ الطبری من طرق عن عروۃ و سالم و القاسم و ابی سلمۃ: انھم یحلقون شواربھم۔

طبری نے عروہ، سالم، قاسم اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی اسناد سے لکھا ہے: وہ اپنی مونچھوں کو مونڈتے تھے۔[3]

امام محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

نقل عن الصحابۃ: نظر بعض التابعین الی رجل احفی شاربہ فقال: ذکرتنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ کسی تابعی نے کسی کو دیکھا کہ اپنی مونچھوں کو مونڈا ہوا ہے، فرمایا کہ تو نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یاد دلائی۔[4]

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۸۶ھ لکھتے ہیں:

وقد کان کثیر من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحفی شاربہ۔ونظر بعض التابعین الی رجل أحفی شاربہ ۔فقال: ذکرتنی أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: فقلت ھکذا کانوا یحفون شواربھم؟فقال نعم وأشد من ھذا کالحلق۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مونچھوں کو خوب طرح کٹوا دیتے۔ ایک تابعی نے ایک آدمی کو جس کی مونچھیں خوب اچھی طرح کٹی ہوئی تھیں، فرمایا: تو نے مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ کرادی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا وہ اپنی مونچھوں کو خوب صاف کرالیتے تھے؟ فرمایا: ہاں، اور اس سے بھی خوب تر جیسے مونڈ رکھی ہوں۔[5]

---

[1] (العلل لابن ابی حاتم ،ج،۱،ص،۲۲۷۶،رقم:۲۲۲۳،سنن الکبریٰ للبیھقی ،ج،۱،ص،۱۵۱،رقم:۷۱۷،معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ،ج،۴،ص،۴۱۴،رقم:۱۳۸۸،مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الادب ،ج،۸،ص،۳۷۷،ادارۃ القران و العلوم الاسلامیۃ کراتشی،فتح الباری ،کتاب اللباس ،باب قص الشارب ،ج،۱۰،ص،۲۹۴،المکتبۃ الاسلامیۃ،دار المعرفۃ بیروت)

[2] (مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الادب ،ج،۸،ص،۳۷۷،ادارۃ القران و العلوم الاسلامیۃ کراتشی)

[3] (فتح الباری ،کتاب اللباس،باب قص الشارب ،ج،۱۰،ص،۲۹۴،المکتبۃ الاسلامیۃ،دار المعرفۃ بیروت)

[4] (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین ،کتاب اسرار الطھارۃ،القسم الثالث ،ج،۲،ص،۶۵۰،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[5] (قوت القلوب ،الفصل السادس و الثلاثون ،ج،۲،ص،۲۴۱،دار الکتب العلمیہ بیروت)

مونچھیں منڈانے میں جو فضیلت ہے وہ کاٹنے میں نہیں ہے

امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فھولاء اصحاب رسول اللہ ﷺ قد کانوا یحفون شواربھم وفیھم ابوھریرۃ وھو ممن روینا عنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: من فطرۃ قص الشارب فدل ذلک ان قص الشارب من الفطرۃ وھو مما لا بد منہ وان ما بعد ذلک من الاحفاء ھو افضل وفیہ من اصابۃ الخیر لیس فی القص۔

تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو مونچھوں کو منڈواتے تھے اور ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا تو آپ نے فرمایا: مونچھوں کو کٹوانا فطرت سے ہے، تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ مونچھوں کا کاٹنا فطرت سے ہے اور یہ ضروری بات ہے اور اس کے بعد منڈوانا افضل ہے، اور اس میں وہ فضلیت ہے جو کاٹنے میں نہیں ہے۔[1]

حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فذھب قوم من اھل المدینۃ الی ھذا الاثار واختاروا لھا قص الشارب علی احفائہ وخالفھم فی ذلک آخرون فقالوا بل تستحب احفاء الشوارب ونراہ افضل من قصھا واحتجوا فی ذلک بما حدثنا محمد بن علی بن محرز قال ثنا یحی بن ابی بکر قال ثنا الحسن بن صالح عن سماک بن حرب عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یجز شاربہ وکان ابراھیم ﷺ یجز شاربہ۔

اہل مدینہ میں سے ایک جماعت ان روایات کی طرف گئی ہے اور انہوں نے مونچھوں بالکل صاف کرنے پر کاٹنے کو ترجیح دی ہے لیکن دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ مونچھوں کو منڈوانا مستحب ہے اور ہمارے خیال میں یہ کٹوانے سے افضل ہے انہوں نے اس سلسلے میں اس طرح استدلال کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنی مونچھوں کو منڈواتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی مونچھوں کو منڈواتے تھے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقال الطحاوی ذھب قوم من اھل المدینۃ الی ان قص الشارب ھو المختار علی احفاء قلت اراد بالقوم ھؤلاء سالما وسعید بن المسیب وعروہ بن الزبیر وجعفر بن الزبیر وعبداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ وابابکر بن عبدالرحمن بن

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)
[2] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج، ۲، ص، ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

الحارث فانهم قالوا المستحب هو ان یختار قص الشارب علی احفائه و الیه ذهب حمید بن ھلال و الحسن البصری و محمد بن سیرین و عطاء بن ابی رباح و هو مذهب مالک ایضا و قال عیاض ذهب کثیر من السلف الی منع الحلق و الاستئصال فی الشارب و هو مذهب مالک ایضا و کان یری حلقه مثلة و یامر بادب فاعله و کان یکره ان یاخذ من اعلاه و المستحب ان یاخذ منه حتی یبدو الاطار و هو طرف الشفة و قال الطحاوی و خالفهم فی ذلک آخرون فقالوا بل یستحب احفاء الشوارب و نراه افضل من قصها قلت اراد بقوله الآخرون جمهور السلف منهم اهل الکوفة و مکحول و محمد بن عجلان و نافع مولی ابن عمر و ابو حنیفة و ابو یوسف و محمد رضی الله عنهم فانهم قالوا المستحب احفاء الشارب و هو افضل من قصها و روی ذلک عن فعل ابن عمر و ابی سعید الخدری و رافع بن خدیج و سلمة بن اکوع و جابر بن عبدالله و ابی اسید و عبدالله بن عمر رضی الله عنهم و ذکر ذلک کله ابن ابی شیبة باسنادهم الیهم۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ بعض اہل مدینہ کے نزدیک مونچھیں ترشوانا "احفاء" (بہت زیادہ کاٹنے) سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں (علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتاہوں ان لوگوں سے مراد سالم، سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، جعفر بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کے مونڈنے پر مونچھوں کے کاٹنے کو اختیار کرنا مستحب ہے، اور وہ حمید بن ہلال، حسن بصری، محمد بن سرین، عطاء بن ابی رباح اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور عیاض نے فرمایا سلف میں سے کثیر لوگوں کا مذہب مونچھوں کو مونڈنے اور جڑ سے ختم کرنے سے منع کا ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک مونچھیں منڈوانے کو مثلہ قرار دیتے تھے، اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دینے کا حکم دیتے تھے اور اس کے اوپر سے کاٹنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اور مونچھیں کاٹنا مستحب ہے حتی کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ اور امام طحاوی نے فرمایا: اور دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کرتے فرمایا کہ مونچھوں کو منڈوانا مستحب ہے اور ہمارے خیال میں یہ کٹوانے سے افضل ہے۔ میں کہتاہوں کہ طحاوی کے قول الآخرون سے مراد جمہور سلف ہیں، جن میں اہل کوفہ، مکحول، محمد بن عجلان، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ پس انہوں نے فرمایا: مونچھوں کو مونڈنا مستحب (یعنی سنت) ہے اور یہ کاٹنے سے افضل ہے۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے، ابو سعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت

جابر بن عبد اللہ ، حضرت ابو اسید اور حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے، اس تمام کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ان کے عمل کو روایت کیا ہے۔[1]

حلق کی لغوی تحقیق

الحلق: الازالة، يقال: حلق رأسه حلقا و تحلاقا اذا أزال شعره۔

حلق: کا معنی ہے، زائل کرنا، اس نے اپنے سر کا حلق کیا، اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اپنے بالوں کو زائل کر دے۔ یعنی مونڈ کر ختم کر دے۔[2]

احفاء کے معنی کی لغوی تحقیق

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

احفاء: أحفيت الشارب أخذته أخذاً متناهياً۔

احفاء: احفيت الشارب۔ کا معنی ہے، میں نے مونچھوں کو انتہا سے کاٹا۔ یعنی مونڈ دیا۔[3]

علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حفا (شاربه) حفوا: (بالغ فی أخذه) و الزق جزّه، (كأحفاه)، و منه الحديث: "أمر أن تحفى الشوارب و تعفى اللحى" أی يبالغ فی قصها۔ و فی بعض الآثار: "من أحفى شاربيه نظر الله اليه"۔ و به تمسک الصوفية فی احفاء الشوارب۔

حفا شاربه حفوا: کا معنی ہے اس نے اپنی مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کیا۔ اور حدیث شریف میں ہے: **ان تحفی الشوارب۔** یعنی مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرنا۔ اور آثار میں ہے: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو کاٹنے میں مبالغہ کیا یعنی مونڈ دیا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر فرمائے گا۔ اور اس سے صوفیاء نے مونچھیں مونڈانے کے بارے میں استدلال کیا۔[4]

الاحفاء: الاستئصال، يقال: أحفى الرجل شاربه اذا بالغ فی أخذه و قصه۔

---

[1] (عمدة القاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، الجزء الثانی و العشرون، ج، ۲۲، ص، ۴۴، دار الفکر بیروت)

[2] (القاموس المحيط)

[3] (معجم مفردات الفاظ القرآن، ص، ۱۲۴، میر محمد کتب خانه کراچی)

[4] (تاج العروس، ۳۷، ص، ۲۲۶، دار الکتب العلمیه بیروت)

احفاء: کا معنی ہے، استئصال کرنا یعنی جڑ سے اکھاڑ کر ختم کرنا، مرد نے اپنی مونچھوں کا احفاء کیا، اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرے۔[1]

استیصال: کا معنی ہے، بیخ کنی کرنا۔ جڑ سے اکھیڑنا۔[2]

استیصال: کا معنی ہے، جڑ سے اکھاڑنا، تباہ کرنا۔[3]

احفاء: بروت را بسیار گرفتن۔

احفاء: کا معنی ہے، مونچھوں کو بہت زیادہ دور کرنا۔ یعنی مونچھوں کو کاٹنے میں خوب مبالغہ کرنا۔[4]

امام جلال الدین سیوطی، شافعی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۹۱۱ھ، اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حنفی متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قال فی النهاية: احفاء الشوارب أن يبالغ فی قصها۔

"النہایہ" میں ہے: احفاء الشوارب کا مطلب ہے کہ مونچھوں کو کاٹنے میں خوب مبالغہ کیا جائے۔[5]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ **"واحفوا الشوارب"** کے تحت لکھتے ہیں:

ای بالغ فی جزه۔ قيل: الاحفاء قريب من الحلق۔

یعنی اس کے کاٹنے میں خوب مبالغہ سے کام لینا۔ بعض نے کہا ہے کہ "احفاء" حلق (مونڈنے) کے قریب ہے۔ (یعنی اتنا کاٹنا کہ وہ حلق معلوم ہو)۔[6]

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

يقال احفیٰ شعره اذا استاصله حتی يصير كالحلق۔

---

1 (لسان العرب، المصباح المنير)

2 (جامع حسن اللغات، فارسی اردو، ص، ۴۲، اورینٹل بک سوسائٹی گنپت روڈ لاہور، لغات کشوری، ص، ۲۲، میر محمد کتب خانہ کراچی، فیروز اللغات، اردو، جامع، ۹۵، فیروز سنز، لاہور، راولپنڈی، کراچی)

3 (فیروز اللغات، فارسی اردو، ۴۸، فیروز سنز، لاہور، راولپنڈی، کراچی)

4 (منتخب اللغات، ص، ۸، میر محمد کتب خانہ کراچی)

5 (مجموعہ رسائل سیوطی، بلوغ المآرب فی قص الشوارب، ج، ۱، ص، ۱۲۴، دار الاخلاص لاہور، الفتاویٰ تنقیح الحامدیۃ، ج، ۲، ص، ۳۶۳، المكتبة الحبيبية، کوئٹہ)

6 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج، ۸، ص، ۲۷۳، مطبوعہ المکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ)

اس نے اپنے بالوں کا احفاء کیا، اس وقت کہا جاتا ہے جب ان کو جڑ سے ختم کر دیا جائے یہاں تک کہ مونڈنے کی طرح ہو جائے۔[1]

امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وفی لفظ آخر: "احفوا" وهذا يشعر بالاستئصال۔

ایک روایت میں "**احفوا**" ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (مونچھوں کو) جڑ سے اکھاڑنا مقصود ہے۔[2]

امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

الاحفاء القريب من الحلق۔

احفاء مونڈنے کے قریب ہے۔[3]

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۸۶ھ "**احفوا الشوارب**" کے تحت لکھتے ہیں:

والاحفاء: هو الاستئصال۔

"**احفاء**" کا معنی یہ ہے کہ انہیں جڑ سے ختم کرنا ہے۔[4]

الاحفاء: الاستقصاء۔

احفاء: کا معنی ہے۔ **استقصاء**۔[5]

احفاء واحفى شاربه، اى استقصى فى اخذه والزق جزه۔

احفاء واحفى شاربه، اس نے اپنی مونچھوں کا احفاء کیا، یعنی وہ اپنی مونچھوں کے کاٹنے میں انتہا کو پہنچ گیا۔[6]

استقصاء: کا معنی ہے، انتہائی کوشش کرنا۔ پوری کوشش کرنا۔[7]

استقصاء: کا معنی ہے، کوشش تمام کرنا۔ اور کسی چیز کی انتہا کو پہنچنا۔[1]

---

[1] (عینی عمدۃ القاری شرح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج ۱۱ الجزء الثانی والعشرون، ۲۲، ص ۴۳، دار الفکر بیروت)

[2] (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، ج ۲، ص ۴۲۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، ج ۲، ص ۴۵۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[4] (قوت القلوب، ج ۲، ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[5] (الصحاح، ج ۵، ص ۱۳۷۴، دار الاحیاء التراث العربی بیروت، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، ج ۱۱، ص ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[6] (الصحاح، ج ۵، ص ۱۳۷۵، ۱۳۷۴، دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

[7] (فیروز اللغات، اردو، جامع، ۹۴، فیروز سنز، لاہور، راولپنڈی، کراچی)

استقصاء: کا معنی ہے، بہت کوشش کرنا۔ کسی چیز کی انتہا کو پہنچنا۔[2]

نہک کے معنی کی لغوی تحقیق

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

النھک: المبالغۃ۔ "أنھکوا" أی: بالغوا فی القص، و النھک: المبالغۃ۔

نہک: کا معنی ہے، مبالغہ کرنا۔ **"انھکوا"** یعنی: (مونچھیں) کاٹنے میں مبالغہ کرو۔[3]

علامہ زبیدی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، لکھتے ہیں:

النھک: المبالغۃ فی کل شیء۔

نہک: کا معنی ہے کہ ہر چیز میں مبالغہ کرنا۔[4]

نہک: کا معنی ہے فنا کرنا۔[5]

انھکوا الشوارب: مونچھوں کو خوب کاٹو۔[6]

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

و النھک: المبالغۃ فی الازالۃ۔

نہک: (مونچھوں کے بالوں کو) دور کرنے، زائل کرنے، مٹانے میں مبالغہ کرنا۔[7]

جز: کے لغوی معنی کی تحقیق

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الجزّ: وھو قص الشعر و الصوف الی ان یبلغ الجلد۔

---

1 (لغات کشوری، ص، ۲۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

2 (جامع حسن اللغات، فارسی اردو، ص، ۱۴، اورینٹل بک سوسائٹی گنپت روڈ لاہور)

3 (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ، کتاب اللباس ، ج، ۲۲، ص، ۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ ، ج، ۴، ص، ۱۷۴، مکتبۃ العلوم الدینیۃ کوئٹہ، الوسیلۃ الاحمدیۃ و الذریعۃ السرمدیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ علی ھامش بریقہ، ج، ۴، ص، ۱۷۴، مکتبۃ العلوم الدینیۃ کوئٹہ)

4 (تاج العروس، ۲۷، ص، ۲۲۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

5 (لغات الحدیث، کتاب "ن"، ج، ۱۷۱، ۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

6 (لغات الحدیث، کتاب "ن"، ج، ۱۷۲، ۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

7 (فتح الباری شرح صحیح البخای، کتاب اللباس، ج، ۱۱، ص، ۲۹۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"الجز" وہ بالوں اور اون کو اس حد تک کاٹنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے۔[1]

قص کے معنی کی لغوی تحقیق

القص: أصل القص القطع، یقال: قصصت ما بینهما أی: قطعت، وقص الشعر قطعه، وأخذه بالمقص۔

قص: کا معنی ہے، قص کی اصل قطع یعنی کاٹنا ہے، کہا جاتا کہ میں نے ان دونوں کے درمیان کو کاٹ دیا یعنی: میں نے قطع کیا، بالوں کا قص ان کا قطع کرنا ہے، اور ان کو قینچی کے ساتھ کاٹا۔[2]

والطرّ کا لغوی معنی

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۳۸۶ھ، علامہ زبیدی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

والطرّ: أن یؤخذ من فوق الشارب ومن تحته حتی یستدق۔

مونچھوں کو اوپر اور ان کے نیچے سے کاٹنا یہاں تک کہ باریک ہو جائیں۔[3]

سبالتان کا لغوی معنی

السبالتان طرفا الشارب۔ سبالہ کہتے ہیں مونچھ کے کنارے کو۔ (جو لب کے دونوں طرف ہوتا ہے اس کا کتروانا مستحب ہے، اگر نہ کترائے تو بھی کچھ قباحت نہیں ہے کیونکہ وہ منہ کو نہیں چھپاتا نہ کھانے کی چکنائی ان میں لگتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبالہ رکھتے تھے اس کو نہیں کترتے تھے)۔[4]

ہروی نے کہا سبالہ وہ بال ہیں: جو نیچے کے جبڑے کے تلے ہوتے ہیں سبلہ داڑھی کے سامنے کے حصے کو اور جو داڑھی سینہ پر لٹکی ہو اس کو بھی کہتے ہیں۔[5]

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، ج ۱۱، ص ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (القاموس المحیط)

[3] (قوت لقلوب، ج ۲، ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الطھارۃ، القسم الثالث، ج ۲، ص ۶۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[4] (لغات الحدیث، کتاب "س"، ج ۲، ص ۳۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

[5] (لغات الحدیث، کتاب "س"، ج ۲، ص ۳۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

مونچھیں منڈانے کے متعلق احادیث کی شرح

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اما القص فھو الذی فی اکثر الاحادیث کما ھنا و فی حدیث عائشة و حدیث انس کذلک کلاھما عند مسلم و کذا حدیث حنظلة عن ابن عمر فی اول الباب و ورد الخبر بلفظ الحلق و ھی روایة النسائی عن محمد بن عبداللہ بن یزید عن عینیة بسند ھذا الباب رواہ جمھور اصحاب بلفظ القص و کذا سائر روایات عن شیخہ الزھری و وقع عندا النسائی من طریق سعید المقبری عن ابی ھریرة بلفظ تقصیر الشارب نعم وقع الامر بمایشعر بان روایة الحلق محفوظة کحدیث العلاء بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ھریرة عند مسلم بلفظ "جزوا الشوارب" و حدیث ابن عمر المذکور فی الباب الذی یلیہ بلفظ "احفوا الشوارب" و فی الباب الذی یلیہ بلفظ "انھکوا الشوارب" فکل ھذہ الالفاظ تدل علی ان المطلوب المبالغة فی الازالة، لان الجز وھو بالجیم و الزای الثقیلة قص الشعر و الصوف الی ان یبلغ الجلد و الاحفاء بالمھملة و الفاء الاستقصاء و منہ حتی احفوہ بالمسئلة، قال ابو عبید الھروی معناہ الزقوا الجز بالبشرة و قال الخطابی ھو بمعنی الاستقصاء و النھک باالنون و الکاف المبالغة فی الازالة۔

لفظ "قص" اکثر احادیث میں مروی ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے، امام مسلم کی دو روایات حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی "قص" مذکور ہے اس باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی "قص" ہے اور امام نسائی نے حلق (مونڈنا) کی روایت اپنی سند سے ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ سند باب کی ابتداء میں محمد بن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر اصحاب، جمہور اصحاب ابن عیینہ نے "قص" ذکر کیا ہے اور اس کے شیخ امام زہری سے جو روایات ہیں ان میں بھی "قص" ہی مذکور ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ "حلق" کی روایت محفوظ ہے، علاء بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی طرح، انہوں اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلم کے الفاظ ہیں "جزوا الشوارب" اور باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ "احفوا الشوارب" اور آئندہ باب میں آرہا ہے اس میں ہے "انھکوا الشوارب"۔ اور یہ تمام عبارات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے مقصود بالوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے، کیونکہ اور "الجز" جیم اور زاء ثقیلہ کے ساتھ ،بالوں اور اون کو اس حد تک کاٹنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے اور "احفاء" حاء مہملہ اور فاء کے ساتھ، بالوں کو اکھاڑنے میں شدید مبالغہ کو کہتے ہیں اور امام ابو عبید اللہ الہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنا کاٹو کہ چمڑا ظاہر ہو جائے اور امام خطابی رحمہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد بالوں کو اکھاڑنے اور صاف کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔اور "نہک"نون اور کاف کے ساتھ، بالوں کے ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے۔

(احفاء، انہاک، تقصیر، حلق، ان تمام الفاظ کا مفہوم بنتا ہے اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بالوں کے ازالہ میں خوب مبالغہ کرے)۔[1]

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ ،علامہ شیخ قاری علی بن سلطان محمد القاری النقشبندی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(وقص الشارب)،وهو الشعر النابت على طرف الشفة العليا، وللنسائى "وحلق الشارب" وله ايضا "تقصير الشارب"۔وقال النووى: المختار فى قص الشارب ان يقصه حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفيه، واما رواية احفوا فمعناها ازيلوا ما طال على الشفتين۔وقال القرطبى: "قص الشارب" ان ياخذ ما طال على الشفة بحيث لا يوذى الاكل، ولا يجتمع فيه الوسخ۔وقال والجز والاحفاء هو القص المذكور وليس بالاستئصال عند مالك، وذهب الكوفيون اى بعضهم الى انه الاستئصال، وذهب الطبرى الى التخيير فى ذلك فقال: ذكر السنة على الامرين ولاتعارض،فان القص يدل على اخذ البعض، والاحفاء يدل على اخذ الكل وكلاهما ثابت۔وقال العسقلانى: ورجح ذلك ثبوت الامرين فى الاحاديث المرفوعة۔كذا حققه السيوطى۔

وقص الشارب: اس سے مراد وہ بال ہیں جو اوپر والے ہونٹ کے کنارے اگتے ہیں۔نسائی کی روایت میں "حلق الشارب" "موچھیں مونڈنا" بھی ہے اور ایک روایت "تقصیر الشارب" کے الفاظ بھی ہیں۔امام نووی فرماتے ہیں کہ "قص الشارب" کے بارے میں قول مختار یہ ہے کہ مونچھوں کے بال اس طرح کاٹے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔لیکن "احفاء" نہ کرے۔البتہ جو روایت "احفوا" تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہونٹوں سے آگے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ ڈالو۔امام قرطبی فرماتے ہیں "قص الشارب" یہ ہے کہ ہونٹوں سے آگے بڑھے ہوے بالوں کو تراشا جائے اس طور پر کہ کھانے والے کو تکلیف نہ دیں اور نہ ہی اس میں میل کچیل جمع ہو اور فرمایا کہ "احفاء" سے مراد بھی یہی "قص" مذکور ہے۔اور امام مالک کے ہاں اس سے مراد "استیصال" (جڑوں سے ختم کرنا) نہیں ہے۔اور بعض کوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ اس سے مراد استئصال (جڑوں سے ختم کرنا) ہے۔امام طبری اس میں تخیر (دونوں میں اختیار) کے قائل ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت نے ذکر

[1] (فتح البارى شرح صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب قص الشارب، ج،١٠،ص،٢٩٣،دارالمعرفة بيروت)

کیاہے کہ "احفاء" کا معنی "استئصال (جڑوں سے ختم کرنا) ہے۔اور "نهک" بھی اسی طرح ہے "نهک" نون اور کاف کے ساتھ ہے۔اس (بال دور کرنے) میں مبالغہ ہے۔سنت کی دلالت ان دونوں امور پر ہے اور ان دونوں میں تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ "قص" بعض بالوں کے ختم کرنے پر دلالت کرتا ہے جب کہ "احفاء" سب بالوں کے ختم کرنے پر دلالت کرتا ہے اور دونوں ثابت ہیں اور عسقلانی فرماتے ہیں کہ احادیث مرفوعہ میں ان دونوں امور کے ثبوت کو ترجیح حاصل ہے۔اسی طرح امام سیوطی نے (اپنے رسالہ،بلوغ المآرب فی قص الشوارب، میں) تحقیق کی ہے۔[1]

علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

و الیه ذهب ابن عمر، و بعض التابعین، وهو قول الکوفیین و اکثر الصوفیة، حتی قال بعضهم من احفی شاربیه نظر الله علیه۔

اور یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض تابعین کا مذہب ہے اور کوفیوں اور اکثر صوفیاء کا قول ہے، حتی کہ ان میں سے بعض نے فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو مونڈا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر فرمائے گا۔[2]

علامہ احمد قسطلانی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی،۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اکثر احادیث میں "قص" ہے،نسائی نے "حلق" اور "تقصیر" روایت کیا ہے مسلم نے "جز" اور "قص" روایت کیا ،امام بخاری نے اس باب میں "قص" اور اگلے باب میں "نهک" روایت کیا ہے،جن سے مقصود ازالہ میں مبالغہ ہے "احفاء" کا معنی ازالہ اور استقصاء یعنی بال کاٹنے میں انتہاء کو پہنچنا،انہاک کا معنی ہے مبالغہ فی الازالہ ہے یعنی بال زائل کرنے میں مبالغہ کرنا۔ "جز" کا معنی اتنا کم کرنا کہ چمڑا نظر آئے۔[3]

امام محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی،۸۲۷،یا،۸۲۸ھ اور امام محمد بن یوسف سنوسی حسینی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی لکھتے ہیں:

(قص الشارب) وفی الآخر "واحفاء الشارب" وفی الآخر "جز الشارب" وفی البخاری "انهکوا الشوارب" (ع) قال الکوفیون: و کثیر من السلف یستأصل شعر الشارب لظاهر هذا الألفاظ، و أباه مالک و کثیر، و کان مالک

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج،۱۰، ۲۹۲، ۲۹۳ ملخصاً دار المعرفۃ بیروت، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج،۸، ص، ۲۷۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، ج،۲، ص، ۶۴۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (ارشاد الساری، ج،۸، ص، ۴۶۲)

رحمہ اللہ یری حلقہ مثلۃ یؤدب فاعلہ۔وفسرت ھذہ الألفاظ بالأخذ منہ حتی یبدو الاطار وھو طرف الشفۃ وخیر بعض العلماء بین الفعلین۔قلت:لیس فی ھذہ الألفاظ ماھو نص فی استئصالہ بالموسی والمشترک بین جمیعھا التخفیف والتخفیف أعم من أن یکون بالأخذ من طول الشعر أو من مساحتہ،والألفاظ ظاھرۃ فی أنہ من الطول۔وروی أن عمر رضی اللہ عنہ کان اذا اھمہ أمر جعل یفتل شاربہ،وھو یقتضی أنہ لم یکن یأخذ طولہ۔واذا کان القصد انما ھو التخفیف لتنظیف مدخل الطعام ومخالفۃ المجوس اذھم یحلقونہ فالأحسن ماعلیہ العرب الیوم من الأخذ من طولہ ومساحتہ حتی یبدو الأطار۔ومایفعلہ بعض المغاربۃ من ترک شعر طرف شاربہ المسمی بالأقفال فمخالف للأمر بالاحفاء،فان الاحفاء ھو أخذ ماطال مع أنہ لازینۃ فیہ،وانما شرع الأخذ منہ للتزین۔وقد قال بعض العلماء:ان الاحفاء واجب للأمر بہ فی قولہ:"احفوا الشوارب"۔واما الشعر النابت علی الخد فکان الشیخ رحمہ اللہ وھو الشیخ الصالح الفقیہ أبو الحسن المنتصر لایزیلہ وکان غیرہ یزیلہ۔واختارہ الشیخ رحمہ اللہ۔ویزال أیضاً ماعلی الحلق بخلاف (النابت) ماعلی اللحی الأسفل۔

(وقص الشارب،اور مونچھیں کاٹنا)اور دوسری روایت میں ہے:"واحفاء الشارب"اور مونچھیں جڑ سے اکھاڑنا۔اور دوسری میں ہے"وجز الشارب"مونچھیں جڑ سے ختم کرنا۔اور بخاری کی روایت میں ہے:"انھکوا الشوارب"مونچھوں کو بالکل ختم کرو۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھاہے کہ علماء کوفیین اور سلف میں سے کثیر نے یہ فرمایاہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضاہے،اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے،اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کرلی جائیں کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے دونوں کاموں میں اختیار دیاہے۔میں (یعنی علامہ ابی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتاہوں:ان الفاظ میں یہ نص (تصریح) نہیں ہے کہ مونچھوں کو استرے کے ساتھ جڑ سے مونڈ دیا جائے اور ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ تخفیف ہے یعنی ہلکا کرنا،کم کرناہے اور تخفیف عام ہے بالوں کو لمبائی سے یا مساحت کاٹا جائے،اور ظاہری الفاظ لمبائی کی جانب سے (کاٹنے کے بارے میں دلالت کرتے)ہیں،یعنی مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیاجائے اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے،اس کا تقاضایہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کیا کرتے تھے،الغرض مقصد یہ ہے کہ مونچھیں کم کرکے منہ کو صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے،لہٰذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔اور وہ جس کو بعض مغاربہ

کرتے ہیں اپنی مونچھوں کے بالوں کے کناروں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے باوجود اس کے مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت نہیں ہے، اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے ہی مشروع کیا گیا ہے، اور بعض علماء نے فرمایا: احفاء، مونچھوں کو جڑ سے ختم کرنا واجب ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں احفاء کا امر کیا گیا ہے: "احفوا الشوارب" مونچھوں کو جڑ سے ختم کرو۔ اور رہے رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ صالح فقیہ ابو الحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان کو زائل کرتے تھے۔ اور شیخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف داڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔[1]

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وفی شرح المناوی علی الجامع الصغیر فی قولہ "احفوا الشوارب" وفی معناہ "انھکوا الشوارب" فی الروایۃ الاخری والمراد بالغوافی ازالۃ ماطال منھا حتی یتبین الشفۃ بیانا ظاھرا ندبا وقیل وجوبا۔

اور شرح المناوی علی الجامع الصغیر میں ہے "احفوا الشوارب" کہ اسی معنی میں "انھکوا الشوارب" دوسری روایت ہے اور اس سے مراد جو بال ہونٹ پر ظاہر ہوں ان کو زائل کرنے میں مبالغہ کرو تاکہ ہونٹ بالکل واضح نظر آئے یہ مستحب ہے اور بعض نے کہا واجب ہے۔[2]

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

والاحفاء یقتضی ظھور الجلد بازالۃ الشعر کمایقال رجل حاف اذالم یکن فی رجلہ شیء ویقال حفیت رجلہ۔

اور "احفاء" اس امر کا مقتضی ہے کہ بال دور کرنے میں جلد ظاہر ہو جائے جس طرح ننگے پاؤں والے شخص کو: رجل حاف، جب اس کے پاؤں کوئی چیز نہ ہو۔ کہا جاتا ہے۔ اس لیے "حفیت رجلہ" اس کا پاؤں ننگا ہے۔ کا فقرہ بھی بولا جاتا ہے۔[3]

---

[1] (اکمال اکمال المعلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ج، ۲، ص، ۶۳، ۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ومکمل اکمال الاکمال، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ج، ۲، ص، ۶۳، ۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الکمتبۃ النوریۃ الرضویۃ الجامع البغدادی لائلبور (فیصل آباد) پاکستان)

[3] (احکام القرآن، ج، ۱، ص، ۶۸، سہیل اکیڈیمی لاھور)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۴۴ھ،علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۷۶ھ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ،عبد الرحمن مبارک پوری متوفی،۱۳۲۵ھ،لکھتے ہیں:

ذھب بعضھم بظاھر قولہ"احفوا الشوارب"الی استیصالہ وحلقہ وھو قول الکوفیین واھل الظواھر وکثیر من السلف۔

اور بعض حدیث کے ان الفاظ "احفوا الشوارب" کے ظاہر سے اس کے استیصال (جڑ سے اکھیڑنے) اور حلق (مونڈنے)کی طرف گئے ہیں اور یہ کوفی حضرات اور اہل ظواہر اور سلف میں سے اکثر کا قول ہے۔[1]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۷۰ھ "احفوا الشوارب" کے تحت لکھتے ہیں:

وھو المبالغۃ فی القطع ،فای شیء حصل حصل المقصود غیر انہ بالحلق بالموسی ایسر منہ بالقصۃ فلذا قال الطحاوی:الحلق احسن من القص۔

اوروہ کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے،کسی بھی چیز سے حاصل ہو،مونڈنا مقصود ہے،اس کے علاوہ کہ قینچی سے کاٹنے کی بنسبت استرے سے مونڈنے میں زیادہ آسانی ہے،اس لیے امام طحاوی نے فرمایا:مونڈنا،کاٹنے سے زیادہ اچھا ہے۔[2]

متعارضہ احادیث کے درمیان تطبیق

امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فھذا رسول اللہ ﷺ قد امر باحفاء الشوارب فثبت بذلک الاحفاء علی ما ذکرنا فی حدیث ابن عمر وفی حدیث ابن عباس وابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم جزوا الشوارب فذاک یحتمل ان یکون جزا معہ الاحفاء ویحمل ان یکون علی مادون ذلک فقد ثبت معارضۃ حدیث ابن عمر بحدیث ابی ھریرۃ وعمار وعائشۃ الذی ذکرنا فی اول ھذا الباب واما حدیث المغیرۃ فلیس فیہ دلیل علی شیء لانہ یجوز ان یکون النبی ﷺ فعل ذلک لم یکن بحضرتہ مقراض یقدر علی احفاء الشارب ویحتمل ایضاً حدیث عمار وعائشۃ وابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم فی ذلک معنی اٰخر یحتمل ان یکون الفطرۃ ھی التی لا بدّ منھا وھی قص الشارب وما سوی ذلک فضل حسن فثبت الاٰثار کلھا التی روینا ھا فی ھذا الباب ولا تضاد ویجب بثبوتھا ان الاحفاء افضل من القص وھذا معنی ھذا الباب من طریق الاٰثار۔

---

[1] (لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ج،۲،ص،۶۷، المکتبۃ الحقانیۃ کوئیتہ،شرح مسلم، کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ ،ج،۲،ص۵۵،مکتبۃ البشریٰ کراتشی،تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی ،کتاب الآداب ،باب ماجاء فی قص الشارب،ج،۸،ص،۴۳،دار الضیاء بیروت)

[2] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج،۳،ص، ۱۹ ،۱۸ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تو رسول اکرم ﷺ نے مونچھوں کو منڈوانے کا حکم دیا اس سے منڈوانا ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ذکر کیا اور ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات میں ہے کہ مونچھوں کو کاٹو، تو اس میں احتمال ہے کہ ایسا کاٹنا ہو جس کے ساتھ مونڈنا بھی ہو اور یہ احتمال ہے کہ اس مونڈنے کے بغیر ہو تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان روایات سے جنہیں ہم نے باب کے شروع میں ذکر کیا ٹکراؤ لازم ہوا، جہاں تک حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کسی بات پر دلیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے نبی اکرم ﷺ نے اس لئے ایسا کیا ہو کہ اس وقت آپ کے پاس قینچی نہ ہو جس کے سبب آپ مونچھوں کو مونڈنے پر قادر ہوتے حضرت عمار، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات میں ایک دوسرے معنیٰ کا بھی احتمال ہے وہ یہ کہ فطرت وہی بات ہوتی ہے جو لازمی اور ضروری ہے اور مونچھوں کو کاٹنا ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ حسن ہے ، افضل ہے ، بس وہ تمام روایات جو ہم نے اس باب میں ذکر کی ہیں ، ثابت ہو جائیگی اور تضاد لازم نہیں آئے گا اور ان کے ثابت ہونے سے لازم آئے گا کہ کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے۔ اس باب میں روایات کے طور پر یہ بیان ہے۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وانما قال بعد رواياته الاحاديث المذكورة والتوفيق بينها ان الاحفاء افضل من القص ,ثم قال نعم باب حلق الشارب۔ وانما اراد بذلک الاحفاء حتی يصير كالحلق۔ وفی المختار حلقه سنة وقصه حسن ,وفی المحيط الحلق سنة وهو احسن من القص ,وهو قول ابی حنيفة وصاحبيه رحمهم الله۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث مذکورہ بالا کی روایات کے بعد ان احادیث متعارضہ کے درمیان تطبیق یوں ہو گی کہ "احفاء" "قص" سے افضل ہے پھر باب "حلق الشارب" (مونچھیں مونڈنا) عنوان دینا بھی اس کی طرف مشیر ہے۔ اور "احفاء" اتنا کہ "حلق" (مونڈنے) کی طرح ہو جائے۔ اور مختار میں ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں باریک کرنا حسن ہے اور محیط میں ہے: مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور وہ کاٹنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔[2]

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الكراهة، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (بنایہ شرح ھدایہ، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۴، ص، ۲۵۵، دارالفکر بیروت)

احفاء والی احادیث کو قص والی احادیث پر ترجیح حاصل ہے

شوکانی، متوفی، ۱۲۵۵ھ، اور عبد الرحمن مبارک پوری متوفی، ۱۳۲۵ھ، لکھتے ہیں:

قال ابن قیم: واحتج من لم یر احفاء الشوارب بحدیث عائشة، وابی ھریرة المرفوعین: عشرة من الفطرة۔ فذکر منھا قص الشارب۔ وفی حدیث ابی ھریرة: ان الفطرة خمس، وذکر منھا قص الشارب۔ واحتج المحفون باحادیث الامر بالاحفاء، وھی صحیحة، وبحدیث ابن عباس، ان رسول اللہ ﷺ کان یحفی شاربه۔ قال الشوکانی: (النیل، ج، ۱، ص، ۱۱۵) والاحفاء لیس کما ذکر النووی من أن معناه أحفوا ماطال عن الشفتین، بل الاحفاء الاستئصال کمافی الصحاح (ص، ۱۴۶) والقاموس (، ج، ۱، ص، ۶۷۳) والکشاف وسائر کتب اللغة، قال وروایة القص لا تنافیه لأن القص قد یکون علی جھة الاحفاء وقد لا یکون، وروایة الاحفاء معینة للمراد وکذلک حدیث "من لم یأخذ من شاربه فلیس منا" لا یعارض روایة الاحفاء فیھا زیادة یتعین المصیر الیھا، ولو فرض التعارض من کل وجه لکانت روایة الاحفاء أرجح لأنھا فی الصحیحین۔

ابن قیم نے کہا: جو احفاء الشوارب کے قائل نہیں ہیں انہوں نے حدیث عائشہ وحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ تو ان میں قص الشارب کو ذکر کیا۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: پانچ چیزیں فطرت ہیں اور اس میں قص الشارب کو ذکر کیا۔ سے استدلال کیا۔ اور احفاء کرنے کے قائلین نے ان احادیث سے جن میں احفاء کا حکم دیا گیا ہے سے استدلال کیا ہے اور وہ احادیث صحیحہ ہیں، اور ابن عباس کی حدیث سے، بے شک رسول اللہ ﷺ اپنی مونچھوں کا احفاء کرتے تھے۔ شوکانی نے کہا: (النیل، ج، ۱، ص، ۱۱۵) اور احفاء اس طرح نہیں ہے جس طرح نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ احفوا کا معنیٰ دونوں ہونٹوں سے بڑھے ہوئے بال کاٹ دو، بلکہ احفاء، استئصال یعنی مونچھوں کے بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے، جیسا کہ صحاح (ص،۱۴۶) اور قاموس (،ج،۱،ص،۶۷۳) اور کشاف اور باقی لغت کی کتب میں ہے، فرمایا اور قص کی روایت اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ قص کبھی احفاء کے طور پر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اور احفاء کی روایت کی مراد معین ہے اور اسی طرح حدیث " جو مونچھیں نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں " احفاء کی روایت کے معارض نہیں ہے کیونکہ اس میں زیادتی ہے اسی کی طرف لوٹنا متعین ہوتا ہے، اور اگر تمام صورتوں میں تعارض کو فرض کر لیا جائے تو احفاء کی روایت کو زیادہ ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ صحیحین (بخاری، مسلم) میں ہے۔[1]

[1] (نیل الاوتار من احادیث سید الاخیار شرح منقی الاخبار، باب اخذ الشارب واعفاء اللحیة" ج، ۱، ص، ۱۱۵، دار الکتب العلمیه، بیروت، تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، کتاب الآداب، باب، ماجاء فی ص الشارب، ج، ۸، ص، ۴۴، دار الضیاء بیروت)

شیخ شلبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

قال فخر الاسلام البزدوی فی شرح الجامع الصغیر و من الناس من قال بان الحلق بدعة احتجاجا بحدیث النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم عشر من فطرتی و ذکر منها الشارب و احتج اصحابنا رحمهم اللہ بحدیث ابی هریرة و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهم عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انه قال: احفوا الشوارب و اعفوا اللحی۔ و الاحفاء الاستئصال محتمل فیحمل علی ما روینا لانه محکم۔

حضرت امام فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الجامع الصغیر میں فرمایا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مونڈنا بدعت ہے، اور استدلال نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث سے کیا کہ "دس امور میری سنت میں سے ہیں اور اس میں مونچھوں کا ذکر کیا، اور ہمارے اصحاب (احناف) رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مونچھیں مونڈاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور "**احفاء**" **استئصال** (جڑ سے ختم کرنا) ہے اور قص (کاٹنا) محتمل (اس میں احتمال) ہے تو وہ اس پر محمول ہے جس کو ہم نے روایت کیا، اس لیے کہ وہ بے شک محکم ہے۔[1]

احادیث میں قص (کاٹنے) کا ذکر ہے، مراد جڑ سے ختم کرنا ہے

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۹۷۰ھ، اور محقق احناف شیخ ابن ہمام، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۸٦۱ھ لکھتے ہیں:

و اما ذکر القص فی بعض الاحادیث فالمراد منه المبالغة فی الاستئصال۔

اور رہا بعض احادیث میں قص (کاٹنے) کا ذکر، تو اس سے مراد جڑ سے ختم کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔[2]

[1] (حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الحج باب الجنایات، ج، ۲، ص، ۵۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

[2] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۱۹، ۱۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، فتح القدیر شرح ہدایہ، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲، ص، ۴۴۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مونچھیں منڈانے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب

احناف کے مجتہد فقہاء کا فیصلہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

وقع فی بعض العبارات بالقص وفی بعضها التعبیر بالحلق ففی الھندیة ذکر الطحاوی فی شرح معانی الآثار ان قص الشارب حسن وتفسیرہ ان یوخذ منه حتی ینقص من الاطار وھو الطرف الاعلی من الشفة العلیا۔ قال والحلق سنة وھو احسن من القص ھذا قوله رحمه اللہ تعالی وصاحبیه رحمهمااللہ تعالی کذافی محیط السرخی وعبارة المجتبی وحلق الشارب بدعة والسنة فیه القص صح حلقه سنة نسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه۔

بعض عبارات میں مونچھوں کے کاٹنے کو قص سے تعبیر کیا ہے اور بعض میں حلق (مونڈنے) سے تعبیر کیا گیا ہے، فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری کتاب الکراھیة، ج،۵، ص،۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار (ج،۲، ص،۳۰۸) میں بیان کیا ہے کہ مونچھوں کے بالوں میں قص (کم) کرنا حسن ہے اور اس کی تفسیر کہ اوپر والے ہونٹ کے بالوں کو اتنا باریک اور کم کیا جائے کہ چمڑا نظر آئے اور ان کا مونڈنا سنت ہے۔ اور یہ کاٹنے سے احسن (بہت اچھا) ہے، یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں آئمہ) کا قول ہے اور اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔ اور مجتبیٰ کی عبارت ہے مونچھوں کا مونڈنا بدعت ہے قص (کاٹنا) سنت ہے لیکن مونچھوں کے مونڈنے کا سنت ہونا صحیح ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف منسوب ہے۔[1]

درج ذیل عبارت کو کثیر کتب میں ذکر کیا گیا ہے ایک عبارت نقل کر کے کچھ کتب کے حوالہ جات نقل کرتا ہوں:

ان حلق الشارب ھو سنة عند ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالی۔

بے شک مونچھیں مونڈنا وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنت ہے۔[2]

---

1 (طحطاوی علی در المختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البیع، ج،۴، ص،۲۰۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

2 (علامہ عثمان بن زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج،۲، ص،۵۵، مکتبہ امدادیہ ملتان، وعلامہ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج،۳، ص، ۱۹، ۱۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، وعلامہ ابو جعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الکراھة، ج،۲، ص،۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان، وعلامہ نظام الدین، عالمگیری کتاب الکراھیة، ج،۵، ص،۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، وعلامہ ابن ھمام

علامہ شیخ مجد الدین عبد اللہ بن محمود بن مودود حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، اورامام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی، رحمہ اللہ تعالیٰ ، حنفی، متوفی، ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و السنة تقليم الأظفار، و نتف الابط، و حلق العانة و الشارب و قصه حسن۔

اور ناخنوں کو کاٹنا اور بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے اور زیر ناف بال اور مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں کاٹنا اچھا ہے۔[1]

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

و اخذه الحنفية و الحنابلة بظاهر الحديث فسنوا حلقه۔

اور احناف اور حنابلہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسے مونڈنا سنت کہا ہے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و فی المختار حلقه سنة و قصه حسن۔

اور مختار میں ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں باریک کرنا حسن (اچھا) ہے۔[3]

فتح القدير ، كتاب الحج ،باب الجنايات ، ج، ۱ ، ص، ۴۴۶ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ،وعلامہ ابن عابدین شامی ، ردالمختار ، ج، ۲ ، ص، ۲۲۱ ، و كتاب الحظر والاباحة، ج، ۹ ، ص، ۵۸۳ ،دارالكتب العلميه بيروت ،وعلامه بدرالدين عينى، البناية فى شرح الهدايه ، كتاب اكحج ،باب الجنايات، ۲۵۵ ،دارالفكر بيروت، ومحيط، سرخسى، وعلامه احمد بن محمد طحطاوى ، حاشيه الطحطاوى على درالمختار ، كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء فصل فى البيع ، ج، ۴ ، ص، ۲۰۳ ، مكتبه رشيديه كوئٹه ،والحديقة الندية شرح الطريقة المحمديه، ج، ۲ ، ص، ۵۸۳ ،الكمتبة النورية الرضوية الجامع البغدادى لائلبور (فيصل آباد) پاکستان، وفتح البارى ، كتاب اللباس ،باب قص الشارب، ج، ۱۰ ، ص، ۲۹۳ ،دارالمرفة بيروت، احكام القرآن ، ج، ۱ ، ص، ۶۷ ،سهيل اکیڈیمی لاهور، وحاشيه جلالين ص، ۱۸ ، حاشيه نمبر ۳۳ ،قديمى كتب خانه كراچى)

[1] (المختار الفتوى ، كتاب الكراهية ، ص، ۲۴۶ ،مكتبة نزار امصطفى الباز مكة المكرمة ،الرياض ،الاختيار لتعليل المختار ،الجز الرابع ، كتاب الكراهية ، فصل ، فيما ينبغى للمومن من الآداب ، ج، ۲ ، اص، ۴۲۳ ،شركة دار الارقم بن ابى الارقم ،بيروت ، ص ،مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر ، كتاب الكراهية ، فصل فى المتفرقات ، ج، ۲۲۶ ، ۲۲۵ ، ۴ ،مكتبة المنار كانسى روڈ ، كوئٹه)

[2] (الحديقة الندية شرح طريقة المحمديه ، ج، ۲ ، ص، ۵۸۴ ،الكمتبة النورية الرضوية الجامع البغدادى لائلبور (فيصل آباد) پاکستان)

[3] (بنايه شرح هدايه ، كتاب الحج ، باب الجنايات ، ج، ۴ ، ص، ۲۵۵ ، دار الفكر بيروت)

احناف کے نزدیک مونچھیں کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے

علامہ ابو جعفر طحاوی حنفی ، رحمہ اللہ تعالیٰ ،متوفی ،۳۲۱۱،اورعلامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ،۳۷۰،اورعبدالرحمن مبارک پوری متوفی،۱۳۲۵ھ،ومحمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی ، رحمہ اللہ تعالیٰ ،مالکی ،متوفی ۱۱۲۲ھ،لکھتے ہیں:

وأما أبو حنيفة رضى الله عنه وزفر، وأبو يوسف، ومحمد:فكان مذهبهم فى شعر الرأس والشارب أن الاحفاء افضل من التقصير۔

اوررہاامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،اورامام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مونچھوں اور سر کے بالوں کے بارے میں ان کا مذہب کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے۔[1]

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ،رحمہ اللہ تعالیٰ، حنفی متوفی،۱۲۵۲ھ،لکھتے ہیں:

وكان ابو حنيفة يقول ان احفاء افضل من القص۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مونڈنا،کاٹنے سے افضل ہے۔[2]

مولاناابوسعید خادمی،رحمہ اللہ تعالیٰ،متوفی،۱۱۶۸،اور شیخ رجب بن احمد،رحمہ اللہ تعالیٰ،متوفی،۱۰۶۳،لکھتے ہیں:

وسئل عمر بن عبدالعزيز عن السنة فى قص الشارب فقال يقص حتى يبدو الاطار وقيل الافضل حلقه والقص من عجزها استدلا بحديث انهكوا الشوارب۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مونچھوں کے کاٹنے میں سنت کے متعلق سوال کیا گیاتو فرمایاکاٹنا یہاں تک کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور کہا گیا کہ مونچھوں کو مونڈنا افضل ہے اور مونچھوں کو جڑ سے کاٹنا اس کی دلیل یہ حدیث ہے:مونچھوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرویعنی مونچھوں کو مونڈو۔[3]

---

[1] (مختصر اختلاف العلماء، كتاب الكراهة، ج،۴،ص، ۳۸۲،دار البشائر الاسلامية،بيروت، كشف الغمة،ص،۲۲۸،احكام المذاهب،ص،۴۵،هداية الابرار الى طريقة الاخيار،ص ۲۵،اسلامی کتب خانہ پشاور،شرح الزرقانى على موطأ الامام مالک، كتاب صفة النبى ﷺ،باب ماجاء فى سنة فى الفطرة ،ج،۴،ص، ۳۸۲، دار الحديث القاهرة،واحكام القرآن للجصاص، ج، ۱،ص، ۶۷ ، سهيل اكيڈيمى لاهور ،تحفة الاحوذى،ج،۸،ص،۴۳،دار الضياء بيروت)

[2] (الفتاویٰ تنقيح الحامدية،ج،۲،ص،۳۶۴،المكتبة الحبيبية،كوئٹه)

[3] (بريقة محمودية فى شرح طريقة محمدية ،ج،۴،ص،۱۷۴،مكتبة العلوم الدينية كوئٹه ، الوسيلة الاحمدية والذريعة السرمدية فى شرح الطريقة المحمدية على هامش بريقه،ج،۴،ص،۱۷۴،مكتبة العلوم الدينية كوئٹه)

بعض متاخرین احناف کے نزدیک مونچھوں کا قص (کاٹنا) سنت ہے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اختلف فی المسنون فی الشارب، هل هو القص أو الحلق؟ و المذهب عند بعض المتأخرين من مشائخنا أنه القص۔ قال فی البدائع: وهو الصحيح۔ وقال الطحاوی: القص حسن، و الحلق احسن، و هو قول علمائنا الثلاثة۔ نهر۔

اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا سنت ہے یا مونڈنا؟ اور ہمارے بعض متاخرین مشائخ کا مذہب کاٹنا ہے۔ اور بدائع الصنائع میں (علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کاٹنا اچھا اور مونڈنا بہت اچھا ہے اور یہ ہمارے تینوں ائمہ (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے۔ نہر الفائق۔[1]

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی، ۸۶۱ھ، اور علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و المذهب عند بعض المتاخرين من مشائخنا ان السنة القص۔

اور متاخرین مشائخ میں سے بعض کے نزدیک کاٹنا سنت ہے۔[2]

شیخ داؤد ابن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

و یاخذ من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب۔

اور اپنی مونچھوں کو کاٹو یہاں تک کہ آبرو کی طرح ہو جائیں۔[3]

---

[1] (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۵۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (فتح القدیر شرح هدایہ، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲، ص، ۴۴۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، عنایہ شرح هدایہ، علی حاشیہ فتح القدیر، ۲، ص، ۴۴۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[3] (الفتاویٰ الغیاثیة، کتاب الاستحسان و الکراهیة، ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراهیة، ج، ۵، ص، ۳۵۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، الفتاویٰ البزازیة، کتاب الاستحسان، ج، ۲، ص، ۴۹۵، قدیمی کتب خانہ کراچی، فتاویٰ قاضی خان کتاب الحظر والاباحة، ج، ۳، ص، ۳۱۴، قدیمی کتب خانہ کراچی، الفاویٰ السراجیة، کتاب الکراهة و الاستحسان، ص، ۳۳۷، زم زم پبلیشرز کراچی، الفتاویٰ التاتارخانیة کتاب الکراهیة، الفصل الختان و الخضاب، ج، ۱۸، ص، ۲۱۰، مکتبہ فاروقیہ کوئٹہ)

علامہ سراج الدین ابی محمد بن عثمان بن محمد التیمی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۵۶۹،وعلامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۰۸۸ھ، وغیرہ لکھتے ہیں:

حلق الشارب بدعة، وقیل: سنة۔

مونچھیں منڈانا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشی علیه فی الملتقی، وعبارة المجتبی بعد ما رمز للطحاوی: حلقه سنة، ونسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه، والقص منه حتی توازی الحرف الاعلی من الشفة العلیة سنة بالاجماع۔

ملتقی اور مجتبی میں لکھا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مونچھوں کو مونڈنا سنت ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے اور قص کا بالاتفاق معنی بالوں کو کوتاہ کرنا کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ نظر آئے اور ظاہر ہو جائے بالاجماع سنت ہے۔[2]

شوافع کے نزدیک مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

واما حلقه بالکلیة فمکروه علی الاصح عند الشافعیة۔

شوافع کے نزدیک بالکل مونڈنا اصح قول کے مطابق مکروہ ہے۔[3]

علامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰، علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الطحاوی لم نجد فی ذلک عن الشافعی شیأ منصوصا واصحابه الذی رأیناهم المزنی والربیع کانا یحفان شواربهم فدل علی انهما اخذا ذلک عن الشافعی۔

ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام شافعی سے اس سلسلے میں کوئی منصوص قول منقول نہیں، تاہم امام شافعی کے اصحاب، امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ راست اور فقہ شافعی کے ائمہ میں سے تھے) اور ربیع

---

[1] (در مختار علی هامش الردالمحتار، کتا ب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج۹، ص، ۵۸۳، دارالکتب العلمیه بیروت، فتاویٰ برهنه، ج۱ ص، ۳۹، مکتبه عربیه کوئٹه، الفتاویٰ السراجیة، کتاب اکراهیة والاستحسان، ص، ۳۳۷، زمزم کراچی)

[2] (ردالمختار، کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء فصل فی البیع، ج۹، ص، ۵۸۳، دار الکتب العلمیه بیروت)

[3] (الحدیقة الندیة شرح طریقة المحمدیه، ج۲، ص، ۵۸۴، الکمتبة النوریة الرضویة الجامع البغدادی لائلبور (فیصل آباد) پاکستان)

کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کا "احفاء" (خوب کاٹا) کرتے تھے، یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان دونوں حضرات نے امام شافعی سے یہ چیز اخذ کی تھی۔(یعنی آپ کو دیکھ کر یا آپ کے متعلق پڑھ کر ہی یہ عمل کرتے ہوں گے)۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

واغرب ابن العربی فنقل عن الشافعی انه یستحب حلق الشارب ولیس ذلک معروفا عند اصحابه قال الطحاوی الحلق هو مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد۔

اور ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عجیب بات کہی کہ انہوں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا: امام شافعی کے نزدیک مونچھوں کا مونڈنا مستحب ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مونڈنا ہے۔[2]

امام مالک کے نزدیک مونچھیں مونڈنا مکروہ اور بدعت ہے

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وصرح مالک بانه بدعة۔

اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے۔[3]

علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقال ابن الهیثم عن مالک احفاء الشارب عندی مثلة قال مالک وتفسیر حدیث النبی ﷺ فی احفاء الشارب الاطار وکان یکره ان یؤخذ من اعلاه وانما کان یوسع فی الاطار منه فقط وذکر عنه اشهب قال وسألت مالکا عمن احفی شاربه قال اری ان یوجع ضرباً لیس حدیث النبی ﷺ فی الاحفاء کان یقول لیس یبدی حرف الشفتین الاطار ثم قال لم یحلق شاربه هذا بدع تظهر فی الناس کان عمر اذا حزبه امر نفخ فجعل یفتل شاربه۔

اور ابن الہیثم نے امام مالک سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا "احفاء" (صاف کرنا) میرے نزدیک مثلہ ہے۔ امام مالک نے مونچھوں کے "احفاء" کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی تفسیر "اطار" سے کی ہے، یعنی امام مالک مونچھوں کے بال اوپر کی طرف سے کاٹنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور چاروں طرف سے کاٹنے میں توسع کے قائل تھے۔ اشہب نے

[1] (احکام القرآن للجصاص، ج۱، ص۲۸، سھیل اکیڈیمی لاھور، فتح الباری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج۱۰، ص۲۹۳، دار المرفة بیروت)

[2] (فتح الباری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج۱۰، ص۲۹۳، دار المرفة بیروت)

[3] (الحدیقة الندیة شرح طریقة المحمدیه، ج۲، ص۵۸۴، الکمتبة النوریة الرضویة الجامع البغدادی لائلبور (فیصل آباد) پاکستان)

کہاہے کہ میں نے امام مالک سے اس شخص کے متعلق پوچھاجو اپنی مونچھیں پوری طرح کاٹ دیتاہے ؟انہوں نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ایسے شخص کی زبردست پٹائی ہونی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث **"احفاء"** یعنی پوری طرح کاٹ کر پست کرنے کے بارے میں نہیں ہے۔ گویاامام مالک رضی اللہ عنہ یہ فرماناچاہتے ہیں کہ "اطار" یعنی چاروں طرف کترنے کا عمل لبوں کے کنارے ظاہر کر دیتاہے۔ پھر امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مونچھیں مونڈ دینا ایک بدعت ہے جو لوگوں کے اندر ظہور پذیر ہو گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو جاتاتو آپ کا چہرہ تمتماجاتااور آپ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیناشروع کر دیتے۔[1]

علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقال اللیث: لاأحب أن یحلق احد شاربہ، حتی یبدو الجلد وأکرھہ، ولکن یقص الذی علی طرف الشارب، وأکرہ ان یکون طویل الشاربین۔

اور حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنی مونچھیں اس طرح مونڈ ڈالے کہ اس کی جلد نظر آنے لگے، میں اسے مکروہ سمجھتاہوں، لیکن وہ مونچھوں کے کنارے والے بال کاٹ دے، اور مجھے ایک شخص کا لمبی مونچھوں والا ہوناپسند نہیں ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مونچھیں مونڈناسنت ہے

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

واخذہ الحنفیۃ والحنابلۃ بظاھر الحدیث فسنوا احلقہ۔

اور احناف اور حنابلہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسے مونڈناسنت کہاہے۔[3]

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ، وعلامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الاثرم کان احمد یحفی شاربہ احفاء شدیدا ونص علی انہ اولی من القص۔

---

[1] (احکام القرآن، ج۱، ص۶۷، سہیل اکیڈمی لاہور)

[2] (احکام القرآن، ج۱، ص۶۸، ۶۷، سہیل اکیڈیمی لاہور، مختصر اختلاف العلماء، کتاب الکراھۃ،، ج۴، ص۳۸۲، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)

[3] (الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ المحمدیہ، ج۲، ص۵۸۴، الکمتبۃ النوریۃ الرضویۃ الجامع البغدادی لائلبور (فیصل آباد) پاکستان)

اورامام اثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید مبالغہ کے ساتھ مونچھیں مونڈا کرتے تھے، اور یہ نص ہے کہ کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے۔[1]

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی، ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الأثرم: كان احمد يحفي شاربه احفاء شديدا ويقول: هو سنة۔

اورامام اثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید مبالغہ کے ساتھ مونچھیں مونڈا کرتے تھے، اور فرماتے: یہ سنت ہے۔[2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

ويخير عند الحنابلة بين القص والاحفاء، والحف أولى نصاً۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مونڈنا دونوں میں اختیار ہے اور مونڈنا نص کے زیادہ قریب ہے۔[3]

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں لمبی ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹا نہیں جائے گا، کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دلہنوں کو سنوارتے ہو، اور دلہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اس طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح المنظر ہو گی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور

---

[1] (فتح الباری، کتاب اللباس، باب، قص الشارب ج، ۱۰، ص، ۲۹۳، دار المعرفة بیروت، وتنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ج، ۲، ص، ۵۷۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

[2] (شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک، کتاب صفة النبی ﷺ، ج، ۴، ص، ۳۸۲، دار الحدیث القاھرة)

[3] (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج، ۱، ص، ۳۹۶، دار الفکر بیروت)

کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے ،البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہو گا۔(مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)[1]

مولوی رحمت اللہ ابن ملا موسیٰ مندوخیل لکھتے ہیں:

او د امام اعظـم و صـاحـبانو او د امام احمـد بن حنبل رحمهم لله او اہل کوفی او د صوفیانو کرامو خریل دی د اسنت او احسن دی۔

اور امام اعظم اور صاحبین (امام ابویوسف ،امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) اور امام احمد بن حنبل اور اہل کوفہ اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو(مونچھیں)مونڈنا پسند ہے اور اسے اچھا سمجھتے ہیں اور فرمایا کہ یہ سنت ہے اور احسن ہے۔[2]

قیاس کے تقاضا کے مطابق بھی مونچھیں کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (الفتح ۲۷)

بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے۔

عن ابن عمر :ان رسول اللہ ﷺ قال فی حجۃ الوداع :"اللھم ارحم المحلّقین"۔قالوا :والمقصّرین یا رسول اللہ ﷺ؟قال:"اللھم ارحم المحلّقین"۔قالوا :والمقصّرین یا رسول اللہ ﷺ؟قال:"والمقصّرین"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں دعا فرمائی: اے اللہ سر مونڈنے والوں پر رحم فرما، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا فرمائیں ،یا رسول اللہ ﷺ ،فرمایا:اے اللہ سر منڈانے والوں رحم فرما، صحابہ کرام نے عرض کیا، بالوں کے کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا فرمادیں، یا رسول اللہ ﷺ ، حضور اکرم ﷺ نے عرض کیا اور کتروانے والوں پر بھی رحم فرما۔[3]

---

[1] (المغنی، ج،۲،ص،۲۱۰،دار الفکر بیروت)

[2] (رحمتِ بیان شرح رشید البیان، باب دی پہ بیان دسنتو د اسلام کبی، ص،۳۲۰،صدیقی کتب خانہ کوئٹہ)

[3] (صحیح البخاری، ج،۳،ص ۱۶۵،رقم:۱۷۲۷،وصحیح مسلم، ج،۲،ص،۹۴۵،رقم:۱۳۰۱،۳۱۷،ومشکوۃ المصابیح، کتاب المناسک، باب الحلق ص،۲۳۲،قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

واما من طریق النظر فانا راینا الحلق قد امر فی الاحرام ورخص فی التقصیر فکان الحلق افضل من التقصیر وکان التقصیر من شاء فعله ومن زاد علیه الا انه یکون بزیادته علیه اعظم اجرا ممن قص۔ فالنظر علی ذلک ان یکون کذلک حکم الشارب قصه حسن واحفاءه احسن وافضل وهذا مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد۔

اور قیاس کے طور پر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں احرام کے سلسلے میں (سر) منڈانے کا حکم ہے اور کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے بس کاٹنے سے منڈوانا افضل ہے اب جو چاہے کٹوائے اور جو چاہے اس پر اضافہ کرے البتہ اس اضافہ سے کاٹنے کے مقابلے میں زیادہ عظمت و فضیلت ہے تو اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ مونچھوں کا بھی یہی حکم ہے کاٹنا اچھا ہے اور منڈوانا زیادہ اچھا ہے اور افضل ہے یہ حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب ہے۔[1]

علامہ ابو بکر جصاص حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ولما کان التقصیر مسنونا فی الشارب عند الجمع کان الحلق افضل قال النبی علیه السلام رحم اللہ المحلقین ثلاثا ودعا للمقصرین مرة فجعل حلق الرأس افضل من التقصیر۔

اور جب مونچھوں کے بال چھوٹے کرنا سب کے نزدیک مسنون ہے تو پھر حلق یعنی مونڈ دینا افضل ہو گا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم فرمائے۔ آپ ﷺ نے تین بار یہ دعا کی اور چھوٹے کرانے والوں کے لئے ایک دفعہ دعا کی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے سر کے بال مونڈنے کو سر کے بال چھوٹے کرانے سے افضل قرار دیا۔[2]

مولوی رحمت اللہ ابن ملا موسیٰ مندو خیل لکھتے ہیں:

بریتونہ د حاجی پر سر قیاس دی چی مقصود لہ دواو صفایی او ازلہ داذی دہ نو اچی د حاجی لپارہ قصر رواو حلق افضل دی، همداسی د بریتو کتیل روا او خریل یی بهتر دی۔ طحاوی، دعامہ، محیط، ہندیہ، عینی، اختیار، وغیرہ۔

مونچھوں کو حاجی کے سر کے بالوں پر قیاس کیا گیا ہے، یعنی جس طرح حاجی کے لئے بال تراشنا جائز اور مونڈنا افضل و احسن و بہتر ہے۔ طحاوی، دعامہ، محیط، ہندیہ، عینی، اختیار، وغیرہ۔[3]

---

1 (شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

2 (احکام القرآن، ج، ۱، ص، ۶۸، سہیل اکیڈیمی لاہور)

3 (رحمتِ بیان شرح رشید البیان، باب دی پہ بیان دسنتو د اسلام کیی، ص، ۳۲۱، صدیقی کتب خانہ کوئٹہ)

مونچھیں مونڈنے میں دینی اور دنیاوی حکمت

امام جلال الدین سیوطی، شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، متوفی، ۹۱۱ھ، اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حنفی متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قال الشیخ ولی الدین العراقی فی شرح سنن ابی داؤد الحکمۃ فی قص الشوارب أمر دینی وھو مخالفۃ شعار المجوس فی احفائہ کما ثبت التعلیل بہ فی الصحیح وأمر دنیوی وھو تحسین الھیئۃ والتنظیف مما یعلق بہ من الدھن والاشیاء التی تلتصق بالمحل کالعسل والاشربۃ ونحوھا وقد یرجع تحسین الھیئۃ الی الدین أیضا لانہ یؤدی الی قبول قول صاحبہ وامتثال أمرہ من أرباب الامر کالسلطان والمفتی والخطیب ونحوھم ولعل فی قولہ تعالیٰ: وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔ (المؤمن: ٦۴، التغابن: ۳) اشارۃ الیھا فانہ یناسب الامر بما یزید فی ھذا کأنہ قال قد أحسن صورکم فلا تشوّھا بما یقبحھا وکذا قولہ تعالی حکایۃ عن ابلیس: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ (النساء: ۱۱۹) فان ابقاء ما یشوّہ الخلقۃ تغییر لھا لکونہ تغییر الحسنھا ذکر ذلک کلہ الشیخ تقی الدین السبکی ومقتضاء تأدی السنۃ بحصول مسمی القص لکن فی الصحیحین من حدیث ابن عمر احفوا الشوارب وھو دال علی استحباب قدر زائد علی القص ویساعدہ المعنی الذی شرع قص الشارب لاجلہ وھو اما مخالفۃ شعار المجوس اوزوال المفاسد المتعلقۃ ببقائہ فاخذ بعضھم بظاھر قولہ احفوا وذھب الی استئصالہ وحلقہ والیہ ذھب ابن عمر وبعض التابعین وھو قول الکوفیین ومنع آخرون الحلق والاستئصال وھو قول مالک واختارہ النووی وفی المسئلۃ قول ثالث انہ مخیر بین الامرین حکاہ القاضی عیاض۔

شیخ ولی الدین عراقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرح سنن ابی داؤد میں مونچھیں کاٹنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مونچھیں مونڈنا خالص دینی معاملہ ہے اور یہ مجوسیوں کے شعار کی مخالفت ہے، کیونکہ وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں جیسا کہ روایات صحیحہ سے اس کی علت ثابت ہے اور یہ دنیوی معاملہ بھی ہے کہ اس سے شکل وصورت اچھی دکھائی دیتی ہے جبکہ اس میں منہ کے متعلق امور میں نفاست کا بھی اہتمام ہے اور وہ چیزیں اس مقام سے چھوتی ہیں جیسے شہد اور پینے کی چیزیں وغیرہ (ان سے بھی حفاظت ہوتی ہے) اسی طرح اچھی وضع قطع دین سے بھی تعلق رکھتی ہیں کیونکہ اس طرح دین والے کے احکام کی بجاآوری بھی ہوتی ہے اور اس میں اہلِ اقتدار جیسے حاکم وقت، مفتی اور خطیب وغیرہ کے لیے بھی تعمیلِ ارشاد کا سامان ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہو:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (غافر ٦۴)

اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔

پس بے شک اس امر کے مناسب ہے جو اس میں اضافہ ہے گویا کہ فرمایا تحقیق تمہاری صورتیں بہت اچھی ہیں تو تم ان کو بد شکل نہ بناؤ جس کے سبب وہ قبیح ہو جائیں۔

اور اسی طرح ابلیس کے متعلق اس آیت میں ہے:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ (النساء: ۱۱۹)

اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دینگے۔

پس بے شک بری صورت کو باقی رکھنا اس کے حسن کی تبدیلی کی وجہ سے اس کی پیدا کی ہوئی چیز کو تبدیل کرنا ہے۔ یہ سب کلام شیخ تقی الدین (ابن دقیق العید) سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (بالمعنی "شرح الالمام" میں) بیان کیا ہے۔ (شیخ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:) اس کا مقتضی یہ ہے کہ مونچھیں کاٹنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، لیکن صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت "مونچھیں جڑ سے کاٹو" تراشنے سے زیادہ کاٹنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے اور اس سے ان مقاصد کی بھی تائید ہوتی ہے جن کے حصول کے لیے مونچھوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ مقاصد یا تو مجوسیوں کے طریقے کی مخالفت ہے یا پھر مونچھیں رکھنے کی قباحتوں کا ازالہ ہے لہٰذا "احفوا" کے ظاہری الفاظ سے بعض علماء (احناف وغیرہ) نے استدلال کیا اور مونچھوں کو جڑ سے اکھاڑنے اور مونڈنے کا موقف اختیار کیا حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بعض ائمہ تابعین اور اہل کوفہ (یعنی ائمہ احناف) نے اسی کو اختیار کیا ہے، جبکہ بعض دوسرے علماء نے جڑ سے اکھاڑنے اور مونڈنے سے منع کیا ہے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار ہے، اسی مسئلہ میں ایک تیسرا قول بھی ہے کہ آدمی کو ان دونوں امور میں سے کسی ایک کو اپنانے کا اختیار ہے یہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے۔[1]

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ویتعلق بھذہ الخصال مصالح دینیة ودنیویة تدرک ذلک بالتتبع، منھا تحسین الھیئة، وتنظیف البدن جملة وتفصیلاً، والاحتیاط للطھارتین، والاحسان الی المخالط والمقارن بکف مایتأذی به من رائحة کریھة، ومخالفة

[1] (مجموعہ رسائل سیوطی، بلوغ المآرب فی قص الشوارب، ج، ۱، ص، ۱۲۷، ۱۲۶، دار الاخلاص لاہور، الفتاویٰ تنقیح الحامدیة، ج، ۲، ص، ۳۶۳، ۳۶۴، المکتبة الحبیبیة، کوئٹہ)

شعار الكفار من المجوس واليهود والنصارىٰ وعباد الأوثان، وامتثال أمر الشارع، والمحافظة على ما أشار اليه قوله تعالى: وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔ (المؤمن: ٦٤، التغابن: ٣) لما فى المحافظة على هذه الخصال من مناسبة ذلک۔ وكان قيل قد حسنت صوركم فلا تشوهوها بما يقبحها، أو حافظوا على ما يستمر به حسنها، وفى المحافظة عليها على المروءة وعلى التآليف المطلوب، لأن الانسان اذا بدا فى الهيئة الجميلة كان أدعى لانبساط النفس اليه، فيقبل قوله، ويحمد رأيه، والعكس بالعكس۔

اوران خصلتوں کے ساتھ دینی اور دنیاوی مصلحتیں تعلق رکھتی ہیں جو تلاش کرنے سے پائی جاتی ہیں، اور ان میں شکل وصورت کو آراستہ کرنا ہے، اور بدن کو اجمالی اور تفصیلی طور پر پاک، ستھرا کرنا ہے، اور دونوں پاکیزگیوں کے لیے احتیاط ہے، اور جو بدبو تکلیف دیتی ہے ہم نشین اور ملنے والوں کو اس کو دور کر کے احسان کرنا ہے، اور کفار، مجوس، یہود، نصاریٰ اور بت پرستوں کے شعار کی مخالفت کرنا ہے، اور شارع کا حکم بجالانا ہے، اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے اس کی حفاظت کرنا ہے: وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (المؤمن: ٦٤) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی۔ اس لیے کہ ان خصائل کی حفاظت کرنے میں اس کی مناسبت ہے، اور گویا کہ ارشاد فرمایا گیا میں نے تمہاری صورتوں کو حسین بنایا ہے تو تم ان کو بدصورت نہ بناؤ جس کے سبب صورتیں قبیح ہو جائیں، یا جس کے ساتھ صورتوں کے حسن کا تسلسل قائم رہتا ہے اس کی حفاظت کرو، اور ان کی حفاظت کرنے میں مطلوب کی الفت پر اور مروءت پر حفاظت کرنا ہے، اس لیے کہ انسان جب خوبصورتی کی حالت میں ظاہر ہوتا ہے تو نفس اس کو خوشی سے بلاتا ہے، تو اس کی بات کو قبول کرتا ہے، اور اس کی رائے کی تعریف کرتا ہے، اور عکس ہو تو معاملہ برعکس ہوتا ہے۔[1]

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وأغرب القاضى أبوبكر بن العربى فقال: عندى أن الخصال الخمس المذكورة فى هذا الحديث كلها واجبة، فان المرء لو تركها لم تبق صورته على صورة الآدميين فكيف من جملة المسلمين، كذا قال "شرح الموطأ" وتعقبه أبو شامة بأن الأشياء التى مقصودها مطلوب لتحسين الخلق وهى النظافة لاتحتاج الى ورود أمر ايجاب للشارع فيها اكتفاء بدواعى الأنفس فمجرد الندب اليها كاف۔

قاضی ابو بکر بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زیادہ غریب بات فرمائی: میرے نزدیک اس مذکورہ حدیث میں پانچوں خصلتیں تمام واجب ہیں، اس لیے کہ اگر آدمی ان کو چھوڑ دے تو اس کی شکل آدمیوں کی شکل پر نہیں رہتی تو وہ مجملہ مسلمانوں

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس باب قص الشارب، ج۱۱، ص۲۸۷، دارلکتب العلمیہ بیروت)

میں سے کیسے ہو گا،اسی طرح ''شرح الموطا'' میں فرمایا ہے۔اورابو شامہ نے اس کا تعاقب کیا ہے جن چیزوں کا مقصود بدن کی تحسین کے لیے مطلوب ہے اور وہ نظافت ، ستھرائی ہے،امرِ ایجابی کے ورود کا محتاج نہیں ہوتا،اس میں شارع کے لیے نفوس کے دواعی پر اکتفاء کرنا ہوتا ہے تو اس کی طرف صرف بلانا کافی ہے۔[1]

مونچھیں منڈوانے کو قبیح سمجھنا کفر ہے

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی،۸۶۱ھ،اور علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی، ۹۷۰ھ، اور علامہ شیخ قاری علی بن سلطان محمد القادری النقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ،علامہ بن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

كفّر الحنفية بألفاظ كثيرة،وأفعال تصدر من المتهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمداً،بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا بها بسبب أنها فعلها النبيﷺ زيادة،أو استقباحها،كمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه أو احفاء شاربه۔

احناف نے ان کثیر الفاظ اور افعال کے ساتھ آدمی کے کافر ہو جانے کا ذکر فرمایا جو بے پرواہ اور جری لوگوں سے صادر ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ الفاظ اور افعال دین کے استخفاف پر دلالت کرتے ہیں۔مثلاً جان بوجھ کر بغیر وضو کے نماز پڑھنا،بلکہ اس شخص کی بھی تکفیر کی ہے جو شخص سنت کو ہلکا (بے وقعت) سمجھتے ہوئے اس کے ترک کرنے پر اس لئے ہمیشگی اختیار کرتا ہے کہ یہ تو نبی علیہ السلام کا ایک اضافی اورزائد عمل ہے،یا اس سنت کو قبیح سمجھتے ہوئے جیسے کہ کوئی شخص کسی کے عمامہ کے ایک حصہ کو حلق کے نیچے رکھنے کو قبیح سمجھے یا مونچھوں کے منڈوانے کو قبیح سمجھے۔[2]

علامہ شیخ قاری علی بن سلطان محمد القادری النقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وفي الظهيرية:من قال لفقيه أخذ شاربه:ما أعجب قبحا أو أشدّ قبحا ولفّ طرف العمامة تحت الذقن يكفر،لأنه استخفاف بالعلماء،يعني مستلزم لاستخفاف الانبياء عليهم السلام،لأن العلماء ورثة لأنبياء عليهم السلام،وقصّ الشارب من سنن الأنبياء عليهم السلام،فتقبيحه كفر بلا اختلاف بين العلماء۔وفي الخلاصة:من قال قصصت

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری،کتاب اللباس باب قص الشارب،ج،۱۱،ص،۲۸۸،دار لکتب العلمیہ بیروت)

[2] (المسامرة،الخاتمة فی بحث الایمان،ص،۲۹۵،۲۹۶،مکتبہ نوریہ رضویہ،لاهور،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،کتاب السیر،باب احکام المرتدین،ج،۵،ص،۲۰۲،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،شرح فقہ اکبر،استحلال المعصیة،ص،۱۵۲،میر محمد کتب خانہ کراچی،ردالمحتار علی الدر المختار،کتاب الجہاد،باب المرتد،ج،۶،ص،۳۵۶،دار الکتب العلمیہ بیروت)

شاربک وألقیت العمامة علی العاتق استخفافا یعنی بالعالم أو بعلمه فذلک کفر, أو قال ماأقبح امر أقص الشارب ولفّ طرف العمامة علی العنق, کذافی الخلاصة للحمیدی, وفیه: ان عادته للتاکید۔

اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے جس شخص نے کسی ایسے فقیہ سے کہا جس نے مونچھیں کاٹی ہوئی ہوں، کتنی عجیب و غریب شکل ہے یا کتنی بری شکل ہے کہ مونچھیں کاٹی ہوئی ہیں، اور اپنے عمامے کا پلو(کنارہ) ٹھوڑی کے نیچے سے لپیٹا ہوا ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے علماء کا استخفاف(توہین) کیا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کے استخفاف کو مستلزم ہے کیونکہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور مونچھیں کاٹنا انبیاء کی سنت ہے۔ پس اس کو برا سمجھنا بلا اختلافِ علماء کفر ہے۔ اور خلاصہ میں ہے جس نے کسی عالم دین سے کہا تو نے اپنی مونچھیں کاٹی ہوئی ہیں اور عمامہ کندھے پر لٹکایا ہوا ہے استخفاف کے طور پر یعنی کسی عالم کے ساتھ یا اس کے علم کی وجہ سے تو یہ کافر ہو گیا، یا اس نے کہا کتنا ہی برا ہے یہ شخص جس نہ مونچھیں کاٹی ہوئی ہیں اور عمامے کا کنارہ اپنی گردن پر لپیٹا ہوا ہے۔ اور ایسے ہی خلاصہ حمیدی میں ہے، اس صورت میں اگر اس نے اپنے جملے کو تاکید کے لیے دہرایا۔[1]

وفی مجموع النوازل رجل قال چہ بکار آید سبلت پست کافر شود۔ لانه استخفاف بالسنة۔

اور مجمع النوازل میں ہے ایک شخص نے کہا مونچھوں کے کنارے پست کرنا کیا کام آئے گا، کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ سنت کا استخفاف ہے۔[2]

مونچھیں بڑھانا شیعہ کی علامت ہے

علامہ محمد شہاب الدین بن بزار کردری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی، متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

قص الشارب امارة اهل السنة والجماعة وترکه امارة الرفض۔

مونچھیں کاٹنا اہل سنت و جماعت کی علامت ہے اور مونچھوں کو چھوڑنا(یعنی بڑی رکھنا) روافض(شیعہ) کی علامت ہے۔[3]

---

1 (شرح فقه اکبر, فصل فی العلم والعلماء، ص، ۱۷۳، میر محمد کتب خانه کراچی)

2 (خلاصة الفتاویٰ، ج، ۴، ص، ۳۸۶، مکتبه رشیدیه کوئٹه، فتاویٰ برهنه، ج، ۱ ص، ۱۲۵، مکتبه عربیه کانسی روڈ کوئٹه)

3 (الفتاویٰ البزازیة، کتاب السیر فی الحظر والاباحة، ج، ۲، ۴۳۲، قدیمی کتب خانه کراچی، الوسیلة الاحمدیة والذریعة السرمدیة فی شرح الطریقة المحمدیة علی هامش بریقه، ج، ۴، ص، ۱۷۳، مکتبة العلوم الدینیة کوئٹه)

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

فسبحانہ ماسخف عقول قوم طرحوا الشارب واحفوا اللحی عکس ماعلیہ فطرۃ جمیع الامم، قد بدلوا فطرتھم نعوذ باللہ۔

سبحان اللہ کس قدر ناقص عقل ہے ان لوگوں کی جنہوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں چھوٹی کیں بر عکس اس خصلت کے جس پر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امتوں کی فطرت ہے انہوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی خدا کی پناہ۔[1]

مونچھیں بڑھانا مکروہ ہے

مولانا ابو سعید خادمی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور شیخ رجب بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فی شرح شرعۃ الاسلام اراد بہ النھی عما یفعلہ الاعاجم والافرنج من قص اللحیۃ وتوفیر الشارب فانہ مکروہ۔

شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے کہ اس منع کرنے سے مراد اس چیز سے منع کرنا ہے جس کو پارسی اور فرنگی کرتے ہیں ، داڑھی کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، پس بے شک یہ مکروہ ہے۔[2]

لمبی مونچھیں رکھنا بدعت ہے

موئے لب راپست داشتن سنت است ودراز داشتن بدعت است دراز نشاید داشتن کہ بشومی بدعت بود (ای شاید) کہ آب بحرف ای کنارۂ لب نرسد طہارت درست نبود ونماز روانی۔

مونچھوں کو پست رکھنا سنت ہے اور لمبی رکھنا بدعت ہے، لمبی نہیں رکھنی چاہیے، بدعت کی نحوست ہوتی ہے (یعنی شاید) کہ پانی ہونٹ کے کنارے کو نہ پہنچے، طہارت نہ ہوئی، نماز جائز نہیں۔[3]

مونچھیں کاٹنا سنت مؤکدہ ہے

وأما الأخذ من الشارب فلیس کالأخذ من اللحیۃ والرأس لکنہ سنۃ مؤکدۃ۔

---

[1] (کواکب الدراری شرح صحیح بخاری امام کرمانی، ومجمع بحار الانوار، باب الفا مع الطاء، تحت لفظ "فطر"، ج، ۴، ص، ۱۵۸، مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ)

[2] (بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، ج، ۴، ص، ۱۷۴، مکتبۃ العلوم الدینیۃ کوئٹہ، الوسیلۃ الاحمدیۃ والذریعۃ السرمدیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ علی ہامش بریقہ، ج، ۴، ص، ۱۷۴، مکتبۃ العلوم الدینیۃ کوئٹہ)

[3] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، ہدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

اور بہر حال مونچھیں کاٹنا داڑھی اور سر کے کاٹنے کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔[1]

مونچھیں دائیں جانب سے کاٹنا شروع کرنا مستحب ہے

امام نووی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

يستحب أن يبدأفي قص الشارب باليمين۔

مونچھیں کاٹنے میں دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔(اس لیے کہ نبی کریم ﷺ دائیں جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے)[2]

جمعہ کے دن مونچھیں مونڈنا، افضل و مستحب ہے

ملا علی قاری حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ،۱۰۱۴ھ ،اور علامہ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی ،۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وفي القنية الأفضل أن يقلم أظفاره ويحفي شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة ،فان لم يفعل ذلک ،ففي كل خمسة عشريوماً ولاعذر في تركه وراء الأربعين۔فالأسبوع هو الأفضل والخمسة عشر هو الأسط،والأربعون هو لأبعد ولاعذر فيما وراءالأربعين،ويستحق الوعيدعندنا۔

اور ''القنیہ'' میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ آدمی یہ درج ذیل کام ہر ہفتہ میں ایک بار کر لیا کرے :(۱)اپنے ناخن کاٹنا (۲)اپنی مونچھوں کو جڑ سے ختم کرنا(۳)اپنے زیر ناف بال مونڈنا(۴)اپنے بدن کو غسل کرکے صاف کرنا۔اگر ایسانہ کر سکے تو پھر ہر پندرہ دن میں ایک بار کرے ،اور چالیس دن تک چھوڑنے میں کوئی عذر قبول نہیں ہو گا۔لہٰذا ایک ہفتہ کی مدت افضل ہے ،پندرہ دن کی درمیانی مدت ہے اور چالیس دن کی مدت انتہائی مدت ہے اور چالیس دن سے زیادہ مؤخر کرنا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا،ہمارے نزدیک وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔[3]

---

[1] (شعب الایمان،ج،۵،ص،۲۲۱،رقم:۶۴۴۰،دارالکتب العلمیہ بیروت)

[2] (فتح الباری،کتاب اللباس،باب قص الشارب،ج،۱۰،ص،۲۹۵،دارالمرفۃ بیروت)

[3] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،کتاب اللباس،باب الترجل،ج،۸،ص،۲۷۵،۲۷۴،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،فتاویٰ عالمگیری،کتاب الکراھیۃ باب الختان والخصاء،ج،۵،ص،۴۳۷،قدیمی کتب خانہ کراچی)

کبار علماء اسلام لکھتے ہیں:

ذهب الفقهاء الی أنه يستحب لمن يريد حضور الجمعة تحسين هيئته بقص الشارب وغير ذلک من الأمور المندوبة في ذلک اليوم۔

فقہاء کا مذہب ہے کہ یہ مستحب ہے اس شخص کے لیے جو جمعہ کی حاضری کا ارادہ رکھتا ہے وہ مونچھیں کاٹ کر اور اس دن اس کے علاوہ جو کام مندوب، مستحب ہیں کر کے اپنی شکل وصورت کو حسین بنالے۔[1]

کبار علماء اسلام لکھتے ہیں:

وذهب جمهور الفقهاء الی ان الأخذ من الشارب يکون قبل حضور صلاة الجمعة, ولكن الحنفية قالوا: ان حلق الشعر يوم الجمعة بعد الصلاة افضل لتناله بركة الصلاة۔

اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ نماز جمعہ میں حاضر ہونے سے پہلے مونچھیں کاٹی جائیں، اور لیکن احناف فرماتے ہیں: بے شک بالوں کو مونڈنا جمعہ کے دن نماز کے بعد افضل ہے تاکہ وہ نماز کی برکت کو حاصل کر لیں۔[2]

کبار علماء اسلام لکھتے ہیں:

وعللوا الأخذ من الشارب كل جمعة بأنه اذا ترک يصير وحشا۔

اور فقہاء کرام نے ہر جمعہ کو مونچھیں کاٹنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ جب چھوڑ دے گا تو وحشی ہو جائے گا۔(یعنی شکل وحشیانہ نظر آئے گی)[3]

لمبی مونچھوں والے کے جھوٹے پانی کا شرعی حکم

سوال: یہ کہ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے؟

جواب: اگر اسے وضو نہ تھا اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے تو پانی مستعمل ہو گیا، مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام (ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اصل مذہب میں حرام ہے، ان کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہو گیا خود اس نے جو پیا،

---

[1] (الموسوعة الفقهية، ج۲۵، ص۳۲۲، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

[2] (بدائع الصنائع، ج۱، ص۲۶۹، جواهر الاكليل، ج۱، ص۹۶، کفاية الطالب، ج۱، ص۲۹۶، اسنى المطالب، ج۱، ص۲۶۶، کشاف القناع، ج۲، ص۴۲، مطالب اولی النهی، ج۱، ص۸۷، ردالمحتار، ج۱، ص۵۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، الموسوعة الفقهية، ج۲۵، ص۳۲۳، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

[3] (مطالب اولی النهی، ج۱، ص۸۷، ۸۵" ج۲، ص۴۲۵، الموسوعة الفقهية، ج۲۵، ص۳۲۲، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

ناپاک پیا اور اب جو پئے گا ناپاک پئے گا، اور مذہب مفتٰی بہ پر مستعمل پانی پینا مکروہ ہے، اس نے جو پیا مکروہ پیا اور اب جو بچا ہوا پئے گا مکروہ پئے گا، ہاں اگر اسے وضو تھا یا منہ دھلا تھا تو شرعاً حرج نہیں، اگرچہ اس کی مونچھوں کا دھوون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔[1]

لمبی مونچھیں رکھنے والے کا شرعی حکم

سوال: داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے، لبوں (مونچھوں) کے بال بڑھانے والے کس خطا کے مرتکب ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: حدِ شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حدِ شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلافِ شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے، آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔[2]

ورسول علیہ السلام فرمودہ است کہ فردای قیامت آمنا وصدقنا اہل عرصات سجدہ آرند مر پروردگار را سجدہ تحیت مگر کافران را ایشان سجدہ آوردن نتوانند وسر ہای ایشان ہمچو سرون گاؤ راست ماندہ باشد وکسانی کہ در دنیا لب را دراز داشتہ اند آن مویہای ایشان در زمین استوار شدہ باشند ہمچون نیزہ ہا وایشان مانع باشب از آوردن سجدہ تا اہل عرصات فرق نتوانند کرد میان ایشان ومیان کافران۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کل قیامت پر ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی اہل قیامت خاص پروردگار کو سجدہ تحیت کریں گے مگر کافر اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کر سکیں گے اور ان کے سر بیل کے سینگوں کی طرح ہوں گے اور جس شخص نے دنیا میں مونچھیں لمبی رکھی ہوں گی ان کے بال نیزوں کی طرح زمین میں مضبوط ہوں گے اور انہیں سجدہ کرنے سے رکاوٹ ہو گی، یہاں تک کہ اہل قیامت ان میں اور کافروں میں فرق نہیں کر سکیں گے۔[3]

وسید امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ، در سیر کبیر آوردہ است کہ اگر در معرکہ گاہ مؤمنان با کافران کشتہ شوند مؤمنان را از کافران بچہ طریق فرق کنند مومنان را بچہار چیز فرق توان کردن بموی روی رنگ

---

[1] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۶۰۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[2] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۶۰۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[3] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت، ج، ۱، ص، ۸۱، در طبع محمدی تاجران کتب بمبئی)

کردہ وسنت فرج وموی لب پست بود وجامہ سیاہ تا اگر یکے راسنت فرج (ای ختنہ کردہ نشدہ) نبود ولیکن مویٔ لبش پست بودویرا حکم کنیم باسلامِ وی ودر گورستان مؤمنان دفن کنند واگر مویٔ لب وی دراز بود ولیکن بسنتِ فرج نبود ویرا حکم نکنیم باسلام وی وبخاک دفن نہ کنند۔

اور سید امام ناصر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ، سیر کبیر میں آیا ہے کہ اگر مومن، کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں قتل کئے جائیں، تو مومنوں کو کافروں سے کس طریقہ کے ساتھ فرق کریں گے؟ مومنوں میں چار چیزوں کے ساتھ فرق کیا جاسکتا ہے:

(۱) چہرہ کے بالوں کو رنگ کیے ہونے کے ساتھ

(۲) اور شرمگاہ کی سنت یعنی ختنہ کیا ہوا ہو

(۳) اور مونچھوں کے بال پست ہوں

(۴) اور کپڑے سیاہ پہنے ہوئے ہو۔

یہاں تک کہ اگر ایک کی شرمگاہ کی سنت (ختنہ کیا ہوا) نہ تھا اور لیکن اس کی مونچھوں کے بال پست تھے اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگائیں گے اور مومنوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، اور اگر اس کی مونچھوں کے بال لمبے ہوں اور ختنہ نہ کیا ہوا ہو اس پر مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے اور مٹی میں دفن نہیں کیا جائے گا۔[1]

مونچھیں منڈانے کے متعلق سوالات کے جوابات

مونچھیں مونڈنا بدعت ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھیں مونڈنا ممنوع اور بدعت ہے، اس لیے اسے ترک کرنا چاہیے۔

علامہ اسماعیل حقی، حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

والسنة تقصير الشارب وحلقه بدعة۔

مونچھوں کا پست کرنا سنت ہے اور ان کو مونڈنا بدعت ہے۔[2]

---

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت، ج، ا، ص، ۸۱، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، وهداية الابرار الیٰ طريقة الاخيار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (تفسیر روح البیان، ج، ا، ص، ۲۲۲)

مونچھیں مونڈنا بدعت ہے جیسا کہ درج ذیل کتابوں میں بھی لکھا ہے:

الفتاویٰ السراجیة، کتاب الکراھة ولاستحسان، باب المتفرقات، ص، ۳۳۷، زمزم پبلشرز کراچی، حاشیہ جلالین ص، ۱۸، حاشیہ نمبر ۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی، روح البیان، ج، ۱، ص، ۲۲۲، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

جواب: علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لابد للمفتی أن یعلم حال من یفتی بقوله، ولا یکفیه معرفته باسمه ونسبه، بل لا بد من معرفته فی الروایة، ودرجته فی الدرایة، وطبقته من طبقات الفقهاء، لیکون علی بصیرة فی التمییز بین القائلین المتخالفین وقدرة کافیة فی الترجیح بین القولین المتعاضین۔

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسے اس کا حال معلوم ہو کہ وہ جس کے قول پر فتویٰ دے رہا ہے، اور صرف اس کے نام اور اس کے نسب کی معرفت کافی نہیں ہے، بلکہ روایت میں اس کی معرفت، اور درایت (عقل و فہم) میں اس کے درجہ سے واقفیت ضروری ہے، اور یہ کہ طبقات فقہاء میں سے وہ کون سے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، تاکہ بصیرت کے طور پر دو مخالف اقوال کے درمیان تمیز کر سکے اور دو متعارض اقوال کے درمیان ایک قول کو ترجیح دینے میں کافی قدرت رکھتا ہو۔[1]

فقہاء کے سات طبقات

الأولی: طبقة المجتهدین فی الشرع کالأئمة الأربعة رضی الله عنهم ومن سلک مسلکا فی تأسیس قواعد الأصول، واستنباط أحکام الفروع عن الأدلة الأربعة من غیر تقلید لأحد، لا فی الفروع ولا فی الأصول۔

پہلا طبقہ: مطلق مجتہدین کا ہے جنہوں نے شریعت میں اجتہاد کیا جیسے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) اور وہ مجتہدین جو ان کی روش پر چلے ہیں جنہوں نے اصول فقہ کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے اور اصول و فروع میں کسی کی تقلید کے بغیر ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) سے فروعی احکام مستنبط کئے ہیں۔

الثانیة: طبقة المجتهدین فی المذهب، کأبی یوسف ومحمد وسائر أصحاب أبی حنیفة، القادرین علی استخراج الأحکام عن الأدلة المذکورة علی حسب القواعد التی قررها أستاذهم، فانهم وان خالفوه فی بعض أحکام الفروع، لکنهم یقلدونه فی قواعد الأصول۔

[1] (ردالمحتار علیٰ الدر المختار شرح تنویر الابصار، ۱، ص، ۱۸۰، ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسرا طبقہ: مذہب میں مجتہدین کا ہے جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے دوسرے تلامذہ جو اپنے استاد کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ادلہ اربعہ سے احکام مستنبط کرنے پر پوری طرح قادر ہیں۔ ان حضرات نے اگرچہ بعض جزئیات میں اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے مگر اصول میں وہ اپنے استاذ کی پیری کرتے ہیں۔

الثالثة: طبقة المجتهدين فى المسائل التى لارواية فيها عن صاحب المذهب ،كالخصاف، وأبى جعفر الطحاوى، وأبى الحسن الكرخى، وشمس الأئمة الحلوانى، وشمس الأئمة السرخى، وفخر الاسلام البزدوى، وفخر الدين قاضى خان وغيرهم، فانهم لايقدرون على مخالفة الامام لافى الأصول ولافى الفروع، لكنهم يستنبطون الأحكام فى المسائل التى لانص فيها على حسب الأصول قررها ومقتضى قواعد بسطها۔

تیسرا طبقہ مسائل میں مجتہدین کا ہے: جن جزئیات میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے تلامذہ سے کوئی روایت منقول نہیں یہ حضرات اپنے اجتہاد سے ان کے احکام بیان کرتے ہیں۔

جس طرح امام خصاف، اور امام ابو جعفر طحاوی، اورامام ابو الحسن کرخی، اور امام شمس الائمہ حلوانی، اور امام شمس الائمہ سرخسی، اور امام فخر الاسلام بزدوی، اور امام فخر الدین قاضی خان اور ان جیسے یہ حضرات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ اصول میں مخالفت کرسکتے ہیں اور نہ فروع میں البتہ امام عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تجویز کردہ اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر ان جزئیات کے احکام مستنبط کرسکتے ہیں جن کے بارے میں امام عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی قول مروی نہیں ہے۔

الرابعة: طبقة أصحاب التخريج من المقلدين كالرازى وأضرابه، فانهم لايقدرون على الاجتهاد أصلاً، لكنهم لاحاطتهم بالأصول، وضبطهم للمأخذ يقدرون على تفصيل قول مجمل ذى وجهين، وحكم محتمل لأمرين، منقول عن صاحب المذهب ،أوعن أحد من أصحابه المجتهدين، برأيهم ونظرهم فى الأصول ، والمقايسة على أمثاله ونظائره من الفروع۔ وماوقع فى بعض المواضع من "الهداية" من قوله "كذا فى تخريج الكرخى، وتخريج الرازى" من هذا القبيل۔

چوتھا اصحابِ تخریج کا طبقہ: یہ حضرات مقلد ہوتے ہیں مثلاً جصاص رازی اور ان کے ہم رتبہ حضرات ان حضرات میں اجتہاد کی صلاحیت مطلق نہیں ہوتی مگر چونکہ یہ حضرات اصول کو اچھی طرح محفوظ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان اصول کے ماخذ سے بھی واقف ہوتے ہیں اس لئے صاحب مذہب سے یاان کے کسی مجتہد شاگرد سے منقول کسی ایسے قول کی جو مجمل اور ذووجہین ہوتاہے یاکسی ایسے حکم کی جس میں دواحتمال ہوتے ہیں اپنی خداداد صلاحیت سے اور اپنے امام کے اصول کو پیش

نظر رکھ کر اور نظائر وامثال پر قیاس کر کے تفصیل وتعین کر سکتے ہیں ہدایہ میں جو کہیں آتا ہے کہ یعنی امام کرخی اور امام حصاص رازی نے ان مسائل کی تخریج وتفصیل کی ہے۔

الخامسة : طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين ، كأبى الحسن القدورى،وصاحب "الهداية "وأمثالهما، وشأنهم تفضيل بعض الروايات على بعض آخر ، بقولهم هذا أولى، وهذا أصح رواية، وهذاأوفق للقياس و هذا أرفق للناس۔

پانچواں اصحابِ ترجیح کا طبقہ: یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں ان میں بھی اجتہاد کی مطلق صلاحیت نہیں ہوتی جیسے قدوری ،صاحب ہدایہ اوران ہی جیسے دوسرے حضرات۔ ان فقہاء کا کام مختلف روایتوں میں سے کسی ایک روایت کو ترجیح دینا ہے جس کے لئے عام طور پر یہ تعبیرات اختیار کی جاتی ہے۔ یہ بہتر ہے اس کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ یہ دلائل کے اعتبار سے زیادہ واضح ہے۔ یہ قیاس سے زیادہ ہم آہنگ ہے،اس میں لوگوں کے لئے زیادہ سہولت ہے۔

یہ علماء مقلدین کا وہ طبقہ ہے جنہیں مختلف اقوال میں کسی ایک کو ترجیح دینے کی قدرت ہوتی ہے ، جس طرح ابو الحسن قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ،ان کی شان یہ ہے کہ یہ بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے ان کا فرمان ہے،هذااولى،وهذااصح رواية،وهذاارفق للناس۔

والسادسة :طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين الأقوى والقوى والضعيف ،وظاهرالرواية ، وظاهرالمذهب والرواية النادرة، كأصحاب المتون المعتبرة كصاحب "الكنز"، وصاحب "المختار"، وصاحب "الوقاية"، وصاحب "المجمع"، وشأنهم أن لاينقلواالأقوال المردودة، والروايات الضعيفة۔

چھٹا اصحابِ تمیز کا طبقہ: یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں مگر اقویٰ، قوی اور ضعیف کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں نیز ظاہر روایت ظاہر مذہب اور روایت نادرہ کے درمیان فرق کر سکتے ہیں مثلاً متون معتبرہ کنز، مختار، وقایہ اور مجمع کے مصنفین ان حضرات کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں مردود اقول اور ضعیف روایتیں نقل نہیں کرتے۔

والسابعة :طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر ، ولا يفرّقون بين الغث والسمين۔ ولا يميزون الشمال من اليمين، بل يجمعون مايجدون كحاطب ليل، فالويل لمن قلدهم كل الويل۔

ساتواں مقلدین کا طبقہ: ان فقہاء کا ہے جو مقلد محض ہوتے ہیں اور جو مختلف اقوال میں تمیز بھی نہیں کر سکتے نہ کارآمد اور نکمے کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں، نہ دائیں بائیں میں فرق کر سکتے ہیں بلکہ جو کچھ مل جاتا ہے سب اپنی کتابوں میں جمع کر لیتے ہیں ان کا حال رات میں لکڑیاں چننے والے جیسا ہے اور ان لوگوں کیلیئے بڑی خرابی ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں۔[1]

صاحبِ در مختار فرماتے ہیں: ساتویں طبقہ کی مثال ہم ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان علماء کی ہر اس مسئلہ میں اتباع کریں جس میں انہوں نے کسی حکم کو ترجیح دی ہے یا جس کی تصحیح کی ہے۔ جس طرح وہ زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے۔(تو ہم اسی پر عمل کرتے ،بس اب ہمارا کام نقل کرنا ہے۔)[2]

علامہ اسماعیل حقی، حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی،۱۱۳۷ھ صاحبِ تفسیر روح البیان مذکورہ بالا سات طبقاتِ فقہاء میں سے کسی طبقہ میں نہیں ہیں اس لیے ان کا قول مجتہد فقہاء کے خلاف معتبر نہیں ہے۔

مونچھیں مونڈنے پر بدعت کا اطلاق کرنا باطل ہے۔ کیونکہ بدعت کی تعریف مونچھیں مونڈنے پر سچی نہیں آتی جیسا کہ درج ذیل تعریف میں واضح ہو جائے گا۔

شیخ احمد بن محمد رومی، حنفی، متوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ۱۰۴۳ھ لکھتے ہیں:

البدعۃ السیئۃ التی لیس لھا من الکتاب و السنۃ اصل و سند ظاھر او خفی، ملفوظا او مستنبط۔

بدعت سیئہ وہ ہے جس کی اصل نہ قرآن مجید میں اور نہ حدیث شریف میں ہو اور نہ ظاہر یا خفی، لفظوں سے یا مضمون سے ملتی ہو۔[3]

اور مونچھیں مونڈنے کو بدعت کہنا اس لیے بھی درست نہیں کہ یہ قول حدیث نبوی ﷺ کے صریح مخالف ہے، اس کے الفاظ اور اصل سنت میں ہے اور وہ سنن کبریٰ، نسائی کی روایت ہے۔

مونچھیں مونڈنا سنت ہے

أخبرنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقریء المکی قال حدثنا سفیان عن الزھری عن سعید بن المسیب عن أبی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: الفطرۃ خمس: الختان و حلق العانۃ و نتف الابط و تقلیم الأظفار و حلق الشارب۔

[1] (شرح عقود رسم المفتی، ص، ۱۲، ۱۱، ۱۰، مکتبۃ البشریٰ، کراتشی)

[2] (رد المحتار علیٰ الدر المختار شرح تنویر الابصار، ۱، ص، ۱۸۰، ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (مجالس الابرار و مسالک الاخیار، المجلس الثامن عشر، ص، ۱۴۸، سہیل اکیڈیمی، لاھور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین میں پانچ چیزیں قدیم سنت ہیں:

(۱)ختنہ کرنا (۲)زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا (۳) بغل کے بال نوچنا (۴)ناخن کاٹنا

(۵)مونچھیں مونڈنا۔[1]

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: حلقوا الشوارب واعفوا اللحی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں منڈاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔[2]

اور اس لیے بھی مونچھوں کے بال مونڈنے پر بدعت کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فقہ حنفی کی معتبر کتب کی تصریحات کے خلاف بھی ہے۔ فقہ حنفی کی کثیر کتب میں مونچھیں مونڈنا سنت لکھا ہے۔ جس کو باحوالہ اس رسالہ میں پہلے ذکر کر دیا گیا ہے وہاں مطالعہ فرمالیں۔

اور مونچھوں کو مونڈنا مقصود ہوتا ہے، صوفیاء اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں، جیسا کہ الفتح القدیر اور البحر الرائق اور کفایہ اور عنایہ اور مستخلص میں کتاب الحج باب الجنایات میں ہے۔

اور رہی یہ بات کہ حنفی فقہ کی کتب میں مونچھیں مونڈنا بدعت ہے کا قول مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے اس قول کو قیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو کہ اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ملتقی الابحر میں مونچھیں مونڈنے کو سنت لکھا گیا ہے اس کی شرح میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قول ضعیف کی طرف اشارہ کیا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی، متوفی لکھتے ہیں:

وقيل حلقه بدعة۔

اور قول ضعیف ہے کہ مونچھیں مونڈنا بدعت ہے۔[3]

---

[1] (سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطھارۃ، ابواب الفطرۃ، ج،۱، ص،۲۵، رقم:۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، کنزالعمال، ج،۶، ص،۶۵۳، رقم :۱۷۲۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

[2] (حاشیہ، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص،۲۷، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (الدر المنتقی فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات، ج،۴، ۲۲۶، مکتبۃ المنار کانسی روڈ، کوئٹہ)

اور بدعت کا قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے اور یہ دلیل صرف امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے لئے ہے۔ ہم احناف کے لیے نہیں ہے کیونکہ ہم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں، اور مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی حجت ہوتا ہے ہم مقلدین کے لیے دوسرے امام کے قول پر بلا ضرورت عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فاما المقلد فانما ولاہ لیحکم بمذھب ابی حنیفۃ فلا یملک المخالفۃ فیکون معزو لا بالنسبۃ الی ذلک۔

مقلد کو قاضی صرف اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے آپ کے مذہب کی وہ مخالفت نہیں کر سکتا، اگر کرے تو وہ اس فیصلہ میں معزول ہو گا۔[1]

علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

والعجب من المشایخ کیف یختارون خلاف ظاھر المذھب مع انہ واجب الاتباع علی مقلدی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ان مشائخ پر تعجب ہے کہ وہ کیسے ظاہر مذہب کے خلاف اختیار کرتے ہیں (فتویٰ دیتے ہیں) جبکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلدین کے لیے آپ ہی کی اتباع لازم ہے۔(نہ کہ دوسرے مذہب کی)۔[2]

جب سنت وبدعت کے درمیان تردد ہو؟ کا جواب

سوال: فقہاء کے نزدیک مقرر ہے کہ جب سنت اور بدعت کے درمیان حکم متردد ہو تو فعلِ بدعت پر ترکِ سنت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

جواب: قلنا ان رجحان ترک السنۃ علی فعل البدعۃ او المکروہ فیما اذا کان الروایتان منسوبتین الی صاحب المذھب و ھنا لیس الامر کذلک، لان روایۃ بدعیۃ حلق الشارب غیر منسوبۃ الیہ لانہ لم یوجد عن ابی حنیفۃ روایۃ بدعیۃ اصلا، لا فی فی کتب المتقدمین ولا فی کتب المتاخرین بل روایۃ بدعیۃ منسوبۃ الی مالک۔۔۔وروایۃ کراھیۃ منسوبۃ الی الشافعی۔

فعلِ بدعت یا مکروہ پر ترکِ سنت کا رجحان اس صورت میں ہوتا ہے جب صاحب مذہب کی طرف دو روایتیں منسوب ہوں ،اور یہاں اس طرح کا معاملہ نہیں ہے، اس لیے کہ مونچھیں مونڈنا بدعت کی روایت صاحبِ مذہب کی طرف منسوب نہیں ہے

[1] (ردالمختار، ج۳، ص ۲۳۷، جدید ایڈیشن، ج۵، ص ۴۵۸)

[2] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب المفقود، ج۵، ص ۲۷۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

،اس لیے کہ بدعت کی روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اصلاً پائی ہی نہیں گئی ،نہ متقدمین کی کتب میں اور نہ متاخرین کی کتب میں ،بلکہ بدعت کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے۔۔۔اور مکروہ کی روایت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے۔[1]

اختلاف سے نکلنا مستحب ہے؟کا جواب

سوال:فقہاء کے نزدیک اختلاف کی جگہ سے خروج مستحب ہے تو مونچھیں منڈانے سے بچنا مناسب ہے،اس لیے کہ اس میں امام مالک کا اختلاف ہے،ان کے نزدیک مونچھیں منڈانا بدعت ہے۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اختلاف ہے،ان کے نزدیک مونچھیں منڈانا مکروہ ہے؟

جواب:قلنا ان الخروج عن موضع الخلاف مستحب,بشرط ان لایکون فی ذلک الخروج ترک مستحب المذهب وفی الخروج عن خلافهما بان یحترز عن حلق الشارب ویختار قصه بان یبدو اطار الشفة ای ملتقی جلدتها ولحمتها من غیر ان یحفی من اصله علی حلقه الذی هو مدلول احفائه بان یاخذ الشعر من الاصل بالحلق بالموسی او بالقص بالمقراض بطریق المبالغة بحیث یشبه بالنتف فی ظهور الجلد ویصیر مثله ای الاحفاء بالمعنی المذکور مسنون عند الحنفیة یلزم ترک مستحب المذهب والخروج المستلزم لترک المستحب غیر مندوب ولهذا قال الفقهاء ان صوم یوم الشک حرام عند الشافعی وافضل للخواص عندنا ولم یقل احد من علمائنا باستحباب الافطار للخواص لرعایة الخروج عن خلاف الشافعی لان فیها یلزم ترک مستحب المذهب وهو الصوم۔

ہم کہتے ہیں بے شک اختلاف کی جگہ سے نکلنا مستحب ہے،شرط یہ ہے کہ اس نکلنے میں مذہب کا مستحب ترک نہ ہو۔ان دونوں (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ)کے اختلاف سے نکلنے میں ،یہ کہ مونچھیں مونڈنے سے پرہیز کیا جائے اور مونچھیں کاٹنے کو مونچھوں کے مونڈنے پر اختیار کیا جائے"اس طور پر کہ (کاٹنے کی تفسیر)ہونٹ کا کنارا ظاہر ہو جائے یعنی اس کا چمڑا اور اس کا گوشت مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنے کے بغیر" ،وہ جو "مونچھوں کے احفاء" کا مدلول ہے ،(احفاء کا معنی)یہ ہے کہ بالوں کو جڑ سے مونڈنا ہے استرے کے ساتھ یا قینچی کے ذریعے کاٹنا ہے مبالغہ کے طریقہ پر اس حیثیت سے کہ چمڑے کے ظاہر ہونے میں نوچنے کے مشابہ ہو جائے،اور اس کی مثل ہو جائے جیسا کہ وہ ہے یعنی احفاء مذکور معنی میں مسنون ہے۔(یعنی قص سے افضل ہے)حنفیہ کے نزدیک مذہب کے مستحب کا ترک لازم آتا ہے اور جو نکلنا مستحب کے ترک کو

[1] (هدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار,الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها,ص,۲۸,۲۷,اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

لازم کر دے مستحب نہیں ہے۔اور اس لیے یہ فقہاء نے فرمایاہے کہ شک کے دن کا روزہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرام ہے اور ہمارے نزدیک خواص کے لیے افضل ہے ،اورامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختلاف سے نکلنے کی رعایت کے لیے ہمارے علماء میں سے کسی نے خواص کے لیے افطار کو مستحب نہیں کہا،اس لیے کہ مذہب کے مستحب کا ترک لازم آتاہے اور وہ روزہ ہے۔[1]

مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے جیسا کہ درج ذیل کتابوں میں لکھا ہے:

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ج، ۲، ص، ۸۳، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، الفتاویٰ الغیاثیۃ، کتاب الاستحسان و اکراھیۃ فصل فی الضیافات والولائم، ص، ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، احکام القرآن، ج، ۱، ص، ۱۵۵، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد۔

جواب: یہ قول شوافع کا ہے نہ کہ احناف کا جیسا کہ پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔

مونچھیں مونڈنا حرام ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھیں مونڈنا حرام اس لیے کہ یہ مثلہ ہے جیسا کہ درج ذیل کتابوں لکھا ہے:

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ج، ۲، ص، ۸۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، احکام القرآن، ج، ۱، ص، ۱۵۵، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد۔

جواب: یہ بھی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ان کے لیے دلیل ہے ہمارے لیے نہیں ہے اس لیے کہ اس عاجز نے تفصیل کے ساتھ احناف کا مذہب لکھ دیا ہے جسے امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک عظیم مجتہد ہیں انہوں نے سنت ہونا ثابت کیا ہے، مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ امام کے قول سے تجاوز نہ کرے۔

---

[1] (ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۸، ۲۷، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

مونچھیں مونڈنا خوارج کی علامت کی وجہ سے منع ہے؟ کا جواب

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے مونچھیں خارجی منڈواتے ہیں اس لیے مونچھیں نہیں منڈوانی چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

اور احادیث میں مونچھیں منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔[1]

جواب: یہ عاجز علامہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت نقل کرتا ہے اور اس کا ترجمہ کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ علامہ عینی نے تو مونچھیں منڈانے کو خارجیوں علامت قرار دینے کے اعتراض کا جواب دیا ہے نہ کہ اس کو خارجیوں علامت قرار دیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فان قلت جاء فی الحدیث انہ قال فی الخوارج سیماھم التسبید وھو حلق الشارب من اصلہ قلت قال ابن الاثیر معناہ الحلق واستئصال الشعر ولم یقید بالشارب وھو اعم منہ و من غیرھو قال ایضا التسبید ھو ترک التدھن وغسل الرأس قلت یدل علی صحتہ حدیث آخر وھو قولہ سیماھم التحلیق والتسبید بعطف التسبید علی التحلیق وھو غیرہ۔

پس اگر تو کہے کہ حدیث میں آیا ہے خوارج کے بارے میں ان کی علامت تسبید ہے اور وہ جڑ سے مونچھیں مونڈنا ہے؟ میں (علامہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتا ہوں، ابن اثیر نے فرمایا: اس کا معنی مونڈنا اور بال کو جڑ سے ختم کرنا ہے۔ اور وہ مونچھوں کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اور وہ اس سے عام ہے اور اس کے علاوہ سے۔ اور یہ بھی فرمایا: ایک قول ہے کہ تسبید، وہ تیل لگانے کو چھوڑ دینا ہے، اور سر کا دھونا ہے، میں (علامہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتا ہوں اس کی صحت پر دوسری حدیث دلالت کرتی ہے، اور وہ آپ ﷺ کا فرمان: ان کی علامت تحلیق و تسبید ہے، تسبید کے عطف کے ساتھ تحلیق پر ہے۔[2]

تسبید کا لغوی معنی

تیل لگانا چھوڑ دینا، سر منڈانا، بالوں کو تر کر کے جمالینا پھر چھوڑ دینا۔

[1] (عمدۃ القاری، قص الشارب، ج ۲۲، ص ۴۴، مصر)

[2] (عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، الجزء الثانی والعشرون، ج ۲۲، ص ۴۴، دار الفکر بیروت)

التسبید فیهم فاش: خارجیوں میں سر کا منڈانا بہت ہو گا۔(اکثر سر منڈے ہوں گے)بعضوں نے کہا بالوں میں تیل نہیں ڈالیں گے نہ سر دھوئیں گے۔دوسری روایت میں: سیماهم التحلیق۔ ہے یعنی ان کی نشانی سر منڈانا ہو گا۔بعضے علماء نے اس حدیث کے روسے حج کے سوا اور وقتوں میں سر منڈانا مکروہ رکھا ہے سر پر بال رکھنا مسنون ہے مگر جس کو تکلیف ہو یا بالوں کی خبر گیری نہ کر سکے اس کو منڈانا بھی جائز ہے۔[1]

علامہ زبیدی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۰۵،لکھتے ہیں:

وکان الحلق سیما الخوارج،وقد ورد فی حدیث فی وصف الخوارج سیماهم التحالیق أی حلق شعر الرأس۔

اور منڈانا خارجیوں کی علامت ہے،اور حدیث شریف میں آیا ہے خوارج کی نشانی منڈانا ہے یعنی سر کے بالوں کو منڈانا۔[2]

علامہ شیخ علی بن سلطان محمد قاری حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،متوفی ۱۰۱۴ھ،لکھتے ہیں:

ای علامتهم التحلیق،وهو استئصال الشعر،والمبالغة فی الحلق کما هو مستفاد من صیغة التفعیل التی للتکریر والتکثیر۔قال الطیبی:وانما أتی بهذا البناء،اما لتفریق متابعتهم فی الحلق،اولاکثارهم منه،وفیه وجهان:احدهما استئصال الشعر من الرأس،وهو لایدل علی أن الحلق مذموم،فان الشیم والحلی المحمودة قد یتزیا بها الخبیث ترویجا لخبثه،وافساده علی الناس،وهو کوصفهم بالصلاة ولقیام۔وثانیها أن یرادبه تحلیق القوم واجلاسهم حلقا حلقا۔

التحلیق: یعنی ان کی علامت "تحلیق" ہے،اور وہ بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے اور منڈانے میں مبالغہ کرنا ہے جیسا کہ سر منڈانے کے معنی کو بیان کرنے کے لئے مجرد کے بجائے مزید فیہ کا باب تفعیل ذکر کرنا تکریر وتکثیر کے لیے ہے۔(کہ ان میں سے اکثر لوگ اپنا سر بار بار منڈاتے ہیں)امام طیبی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صیغہ شاید اس لیے فرمایا کہ منڈانے میں ان کی متابعت (مطابقت) میں فرق کرنے لیے،یا یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ لوگ بکثرت سر منڈاتے ہیں۔اور اس کے دو مطلب ہیں:ان دونوں میں سے ایک یہ ہے سر سے بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے،اور وہ مقصد منڈانے کی برائی یا تحقیر کرنا نہیں ہے ،کیونکہ سر منڈانا طاعت میں سے ایک عمل ہے اور نیک لوگوں کی عادات میں سے ہے،بعض خبیث لوگ بھی بعض مرتبہ اپنی خباثت اور اپنا فساد لوگوں میں پھیلانے کے لئے اچھی عادات واطوار اپنا لیتے ہیں،مثلاً بعض لوگ نماز اور تہجد وغیرہ پڑھتے ہیں

---

[1] (لغات الحدیث،کتاب "س"،ج،۲،ص،۲۱،میر محمد کتب خانہ کراچی)

[2] (اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء العلوم الدین،کتاب أسرار الطهارة،القسم الثالث،ج،۲،ص،۶۴۸،دار الکتب العلمیة بیروت)

(تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ بڑے تہجد گزار ہیں) دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قوم کے حلقے بنانا اور لوگوں کو "حلقہ در حلقہ بٹھانا" مراد ہے۔(جو محض نمائش اور تکلف کے طور پر ہوگا)[1]

وقولہ سیماھم التحلیق کتب فی تقریر المکی ای بان التحلیق کان واجباعندھم اھ۔قال الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ قولہ سیمابکسر المھملۃ مقصوراًو ممدوداًالعلامۃ ز والتحلیق ازالۃ الشعر فان قلت یلزم من وجودالعلامۃ وجود ذی العلامۃفکل محلوق الرأس منھم لکنہ خلاف الاجماع قلت کان فی عھد الصحابۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم لایحلقون رؤسھم الافی النسک او الحاجۃ ونحوھاو اماھؤلاءفقد جعلواالحلق شعارھم لجمیع اعیانھم فی جمیع ازمانھم ویحتمل ان یراد بہ حلق الرأس واللحیۃ وجمیع شعورھم وان یراد الافراط فی القتل او فی مخالفۃ الدین ۔قلت ولکون التحلیق شعارھم استدل الموفق علی احدی روایتی احمدان التحلیق مکروہ والاخری عنہ لایکرہ لکن ترکہ افضل وقال ابن عبدالبر قداجمع الناس علی اباحۃ وکفی بہ حجۃ اھ۔قال البجیرمی قال ابن القیم لم یحلق علیہ الصلوۃ والسلام رأسہ الااربع مرات اھ۔وقال فی الھدیٰ ولم یحفظ عنہ ﷺ حلقہ الافی نسک، اھ۔ وما استدل الطیبی من قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن ثم عادیت راسی علی سنیۃ دوام الحلق تعقب علیہ القاری وابن الحجر المکی کمابسط فی البذل وقال ابن عابدین وفی الروضۃ السنۃ فی شعرالرأس اماالفرق اوالحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلاثۃ۔اھ۔وقال ابن تیمیہ فی فتاویہ حلق الرأس علی اربعۃ انواع احدھاحلقہ فی الحج والعمرۃ والثانی للحاجۃ وھماجائزان بالکتاب والسنۃ والاجماع والثالث حلقہ علی وجہ التعبدوالتدین والتزھدمن غیرحج ولاعمرۃ وھذابدعۃ لم یامراللہ بھاورسولہ ولافعلھااحدمن الصحابۃ والتابعین ولا شیوخ المسلمین المشھورین بالزھدوالرابع ان یحلق فی غیر النسک بغیر حاجۃ ولاعلی وجہ التقرب والتدین فھذافیہ قولان للعلماءوھماروایتان عن احمداحدھماانہ مکروہ وھو مذھب مالک وغیرہ والثانی انہ مباح وھو المعروف عنداصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اھ۔مختصراً۔[2]

مونچھیں منڈانے کو خارجیوں علامت قرار دینا یہ بات صحیح نہیں ہے اگر اس طرح ہو تو پھر امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین، اور افغانستان اور بخارا تاشقند، سمرقند، غزنی، اور کثیر احناف، علماء اور صوفیاء، صوبہ سرحد کے علماء و صلحاء اور عالم اسلام کے مقتدر علماء اور صوفیاء اور حضرت قائدِ ملت اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رحمھم اللہ اجمعین، ان تمام حضرات پر خوارج ہونے اور کافر ہونے کا فتویٰ لگتا ہے اور فتاویٰ عالمگیری کے چار سو جید علماء پر خوارج ہونے کا الزام آتا ہے جب کہ یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ بالا تمام علماء کرام اور صوفیاء کرام صحیح العقیدہ حنفی سنی مسلمان تھے۔

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدیات، باب قتل اھل الردۃ، ج،۷، ص، ۲۰۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (ص ۴۶۵، لامع الدراری علی جامع البخاری جلد ۳)

اور مطلوب شرعی کو کسی مشابہت کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا، مثلاً گمراہ فرقے عمامہ باندھتے ہیں، عصا پکڑتے ہیں، دعا کرتے ہیں، شلوار قمیص پہنتے ہیں، داڑھی رکھتے ہیں، اذکار و اوراد وغیرہ یہ تمام گمراہ فرقے بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام کام اسلام کے ہیں اور جو بھی مسلمان ہو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ اصل اختلاف عقیدے کا اختلاف ہے۔ وہ کفریہ عقائد ہیں اور اہل سنت وجماعت کے خلاف ہیں۔ اور ہم الحمد للہ اہلِ سنت وجماعت کے صحیح اور مضبوط عقائد پر ہیں، اور اگر وہ لوگ مونچھیں منڈاتے ہیں اور عمامہ باندھتے ہیں تو صرف مومنین کو دھوکہ دینے کے لیے، لیکن ہم ان کی وجہ سے یہ اچھے اعمال ترک نہیں کر سکتے، اور ان کا عمل ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔

مونچھیں مونڈنے کی روایت شاذ ہے ؟ کا جواب

سوال: مونچھوں کو کاٹنا افضل ہے نہ کہ مونڈنا کیونکہ مونڈنے کی روایت شاذ ہے۔[1]

جواب: علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۲۲۹ھ لکھتے ہیں:

جب سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر وقت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ کتاب تمام صحیح ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔ امیر نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرما دیجئے، تو انہوں نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔[2]

وہ ہم میں سے نہیں جو مونچھیں مونڈے (الحدیث) کا جواب

سوال: حدیث شریف میں ہے: لیس منا من حلق الشارب۔ وہ ہم میں سے نہیں جو مونچھیں مونڈے۔[3] اس لیے مونڈنا منع ہے؟

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کو اس عاجز نے کتب احادیث میں تلاش کیا تو اس کی کوئی اصل نہ مل سکی، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت خود غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے بھی خلاف

---

1 (حاشیہ الفتاویٰ السراجیۃ، کتاب الکراھۃ ولاستحسان، باب المتفرقات، ص، ۳۳۷، زمزم پبلشرز کراچی)

2 (بستان المحدثین، ص، ۱۸۹، میر محمد کتب خانہ کراچی)

3 (غنیۃ الطالبین، ص، ۱۴، مطبوعہ مصر)

ہے اس لئے کہ آپ حنبلی ہیں اور حنابلہ کے مذہب میں مونچھیں مونڈنا سنت ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اس عاجز نے پہلے مذاہب ائمہ کے ذکر میں بیان کر دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو پھر اس کا جواب یہ ہے:

فیحمل علی النسخ او التاویل او الترجیح ولایجوز العمل للحنفیة لما فی التنقیح کل آیة او خبر یخالف قول اصحابنا یحمل علی النسخ او التاویل او الترجیح فیلزم رعایة المذهب و الصلابة فیه وعدم العدول عنه۔

پس اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا اس کی تاویل ہوگی یا اس پر دیگر احادیث کو ترجیح دی جائے گی۔ اور حنفیہ کے لیے عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ تنقیح میں ہے کہ ہر آیت یا حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو، نسخ پر محمول کیا جائے گا یا اس کی تاویل کی جائے گی یا اس پر دوسری احادیث کو ترجیح دی جائے گی، پس مذہب کی رعایت کرنا لازمی ہوتی ہے ۔ اور مضبوطی اسی میں اور اس سے عدول نہ کرنے میں ہے۔[1]

مونچھیں منڈوانے کی افضلیت میں تردد؟ کا جواب

سوال: شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ولیکن بودن مذهب حنفی در افضلیت حلق شارب محل تردد است باآنکه ظاہر از کتب ایشان آنست قص اوست۔

لیکن حنفی مذہب مونچھیں مونڈنے کی افضلیت میں محلِ تردد ہے، ان کی کتب سے ظاہری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت کو تاہ کرنا یعنی قص ہے۔[2]

جواب: لیکن یہ کلام قابل تحقیق ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

فمن اصحابنا من یقول اذا حلق شاربه یلزم الدم لانه مقصود بالحلق تفعله الصوفیة وغیرهم و الاصح انه لا یلزم الدم لانه طرف من اللحیة وهو مع اللحیة کعضو واحد واذا کان الکل عضوا واحدا لا یجب بما دون الربع منه الدم و الشارب دون الربع من اللحیة فتکفیه الصدقة فی حلقه۔

ہمارے کچھ فقہاء فرماتے ہیں اگر اپنی مونچھوں کو مونڈا تو دم لازم آتا ہے اس لیے کہ مونچھوں کا مونڈنا مقصود ہوتا ہے ، اس کو صوفیائے کرام اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اصح (زیادہ صحیح) قول یہ ہے کہ دم لازم نہیں آتا کیونکہ یہ داڑھی کا

---

[1] (حاشیه، هدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۲۷، اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

[2] (شرح سفر سعادت، ص، ۴۹۴، مکتبه نوریه رضویه لاهور)

کچھ حصہ ہے لب اور داڑھی مل کر ایک مکمل عضو بنتا ہے اور صرف لب عضو کے چوتھائی حصہ سے کم ہے، لہٰذا دم لازم نہیں ہوتا لیکن اس کے مونڈنے میں صدقہ کفایت کر جائے گا۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

(و لفظة الاخذ تدل على انه هو السنة فيه دون الحلق) يشير الى خلاف ما ذكر الطحاوى فى شرح معانى الآثار ۔۔۔قال و الحلق احسن و افضل هذا قول ابى حنيفة و ابى يوسف و محمد و المذهب عند بعض المتاخرين من مشايخنا ان السنة القص۔

صاحب ہدایہ کا حلق کے بجائے اخذ کا لفظ ذکر کرنے سے مقصود امام طحاوی کا رد ہے حلق سنت نہیں اخذ اور قص سنت ہے کہ انہوں نے فرمایا حلق احسن اور افضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ اور مشائخ میں سے بعض متاخرین کے نزدیک قص سنت ہے۔[2]

نیز لکھتے ہیں:

فالمصنف ان حكم بكون المذهب القص اخذا من لفظ الاخذ فى الجامع الصغير فهو اعم من الحلق اخذ و الذى ليس اخذ هو النتف انه المتبادر لكثرة استعماله فيه منعناه و ان سلم فليس المقصود هنا فى الجامع بيان ان السنة هو القص او لا بل بيان ما فى ازالة الشعر على المحرم الا ترى انه ذكر فى الابط الحلق و لم يذكر كون المذهب فيه استنان الحلق فعلم ان المقصود ذكر ما يعيد الازالة باى طريق حصلت لتعيين حكمه۔ و اما الحديث و هو قوله عليه السلام خمس من الفطرة الختان و الاستحداد و قص الشارب و تقليم الاظفار و نتف الآباط فلا ينافى ما يريده بلفظ الحلق فان المراد منه المبالغة فى الاستئصال عملا بقوله عليه السلام فى الصحيحين "احفوا الشوارب" و هو المبالغة فى القطع و باى شىء حصل حصل المقصود غير انه بالحلق بالموسى ايسره منه بالقصة۔ فقول الطحاوى الحلق احسن من القص يريد القص الذى لم يبلغ ذلك المبلغ فى المبالغة فان اهل الصناعة قصا يسمونه قص حلاقة۔

اور مصنف نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی الجامع الصغیر سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے (قص والا) قص حلق سے عام ہے اس لیے کہ حلق بھی اخذ میں شامل ہے اور جو اخذ میں شامل نہیں، اس کو نتف (نوچنا) کہتے ہیں۔ اگر مصنف کی مراد کثرت استعمال میں قص، حلق میں شامل نہیں تو اسے ہم تسلیم نہیں کرتے اگر تسلیم بھی کر لیں تو امام محمد کا الجامع الصغیر میں سنت کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ جنایت ہے خواہ تمام بال دور کرے یا بعض کو، اسی لیے بغل کے مونڈنے کا ذکر کیا اور اس کا سنت ہونا بیان نہیں کیا تو

---

[1] (فتح القدير شرح هدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، ۲، ص، ۴۴۲، مكتبه رشيديه كوئٹه)

[2] (فتح القدير شرح هدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، ۲، ص، ۴۴۲، مكتبه رشيديه كوئٹه)

معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں تمام بالوں کو دور کرے یا بعض کو، مقصود صرف ازالہ ہے جس طرح بھی ازالہ ہو سکے اس پر حکم متعین ہو جائے گا۔

باقی رہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں:

(۱) ختنہ کرنا

(۲) زیر ناف بال مونڈنا

(۳) مونچھیں کاٹنا

(۴) ناخن کاٹنا

(۵) بغل کے بال اکھیڑنا۔

تو اس میں قص الشارب کا لفظ ہے تو یہ حلق کے منافی نہیں کیونکہ استئصال میں مبالغہ ہے، بخاری و مسلم کی حدیث "احفوا الشوارب" قطع میں مبالغہ کرنا مقصود ہے جس طرح حاصل ہو قینچی سے ہو یا استرے سے البتہ استرے سے ازالہ میں مبالغہ کرنا آسان ہے۔ امام طحاوی کا قول حلق قص سے احسن ہے، مقصد یہی ہے جس طرح بھی ہو ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے اور اہل لغت کے نزدیک قص، حلق کو بھی شامل ہے اسلئے وہ قص کو "حلاقۃ" کہتے ہیں یعنی کاٹنا مونڈنا ہے۔[1]

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۷۰ھ جن کا لقب ثانی ابو حنیفہ ہے لکھتے ہیں:

و قد ظن صاحب الهداية من تعبير محمد فی الجامع الصغير هنا بالاخذ ان السنة قص الشارب لا حلقه ردا علی الطحاوی القائل بسنية الحلق و ليس كما ظن لان محمدا لم يقصد هنا بيان السنة و انما قصد بيان حكم هذا الجناية بازالة الشعر بای طريق كان۔

صاحب ہدایہ نے امام محمد رضی اللہ عنہ کے قول جو کہ الجامع الصغیر میں مذکور ہے سے گمان کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا سنت ہے مونڈنا نہیں اور امام طحاوی جو کہ مونڈنے کی سنیت کے قائل ہیں کا رد کیا ہے، لیکن صاحب ہدایہ کا یہ گمان درست نہیں کیونکہ الجامع الصغیر میں زیر بحث قول میں سنت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ جنایت اور اس کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ جس طرح بھی لبوں کے بال دور کرے اس میں جنایت ہو گی۔[2]

[1] (فتح القدیر شرح هدایه، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲، ص، ۴۴۷، ۴۴۶، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

[2] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۱۹، ۱۸، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

علامہ ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ جن کا لقب ثانی ابو حنیفہ ہے، لکھتے ہیں:

وبما قررناہ اندفع ما فی البدائع من ان الصحیح ان السنۃ فیہ القص۔

اور جو ہم نے تقریر کی اس سے وہ قول دفع ہو گیا جو بدائع میں ہے کہ قص (کاٹنا) سنت ہے۔ (حلق نہیں)۔[1]

مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے؟ کا جواب

علامہ غلام رسول سعیدی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ نبی ﷺ نے منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔[2]

جواب: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مبارک نوراللہ مرقدہ کا یہ لکھنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف مونچھیں منڈوانے کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ مونچھیں منڈوانے کی نسبت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف مجتہد امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۳۲۱ھ، نے کی ہے جو قدوہ العلماء، علماء متقدمین میں سے ہیں اور مذہب حنفی کو بہتر جانتے ہیں۔

عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد ہیں اور ان کا مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ سے کم نہیں۔[3]

اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مونچھیں مونڈوانے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرنا اور اس کو سنت کہنا ایک قوی دلیل ہے۔

واما المقلد فعندہ قول مجتہدہ۔

مقلد اپنے مجتہد کے قول سے استدلال کرے گا۔[4]

ولذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتہد۔

مقلد کے لیے دلیل مجتہد کا قول ہے۔[5]

---

[1] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۱۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (شرح صحیح مسلم، ج، ۲، ص، ۴۵۲، فرید بک سٹال لاہور)

[3] (فوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ، ص، ۳۲)

[4] (کشف المبہم، ص، ۱۱)

[5] (شرح طریقہ محمدیہ، ج، ۲، ص، ۶۵)

و من شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامہ۔

مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے قول سے تجاوز نہ کرے۔[1]

نعمل بقول المجتهد و ان لم نعلم من این قال۔

ہم عمل مجتہد کے قول پر کریں گے اگرچہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حکم کہاں سے نکالا۔[2]

ان تمام دلائل سے امام طحاوی کا مجتہد ہونا اور مجتہد کے قول کا دلیل قوی ہونا ثابت ہوا اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مونچھیں مونڈنے کی نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرنا اور اس کو سنت قرار دینا ایک قوی دلیل ہے۔ اور اس کے بعد مجتہد امام ابو بکر جصاص، ۳۷۰، نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے۔ اور اس کے بعد مجتہد امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۴۸۳، نے کی ہے۔ اور اس کے علاوہ مونچھیں منڈوانے کی نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کثیر کتب میں موجود ہے جس کا کچھ اندازہ عاجز کے اس رسالہ سے کیا جا سکتا ہے۔ رہا سعیدی صاحب کا مونچھیں منڈوانے کو خارجیوں کی علامت قرار دینا اور اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھیں مونڈنے کو خاجیوں کی علامت قرار نہیں دیا بلکہ نبی کریم ﷺ نے تو مونچھیں مونڈنے کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ سنن کبریٰ للنسائی، میں "حلق الشارب "مونچھوں کو مونڈنا" موجود ہے جو کہ رسالہ کے شروع میں ذکر کر دی گئی ہے، تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھیں منڈوانے کو خارجیوں کی علامت قرار نہیں دیا، جیسا کہ پہلے ذکر دیا گیا ہے وہاں تفصیل معلوم کر لیں۔

فقہاء احناف کی عبارات کا خلاصہ مونچھیں مونڈنا کاٹنے سے افضل ہے

و ان ماذکر فی الهندية ناقلاً من المحيط ان حلق الشارب سنة فی قول ابی حنيفة و صاحبيه و فی شرح معانی الأثار من قوله قصه حسن و احفاء احسن و هذا مذهب ابی حنيفة و ابی یوسف و محمد رحمهم الله و فی تنقيح الحامدية من قوله: و كان ابو حنيفة يقول ان احفاء افضل من القص۔ و فی العينی علی البخاری من قوله: و لكون احفاء الشارب افضل من قصه عبر الطحاوی بقوله باب حلق الشارب الی قوله: جمهور السلف، قالوا المستحب احفاء الشارب و هو افضل من قصها الخ و فی العينی علی الهداية من قوله: و فی المختار حلقه سنة و قصه حسن۔ و فی المحيط: احسن من القص و هو قول ابی حنيفة و صاحبيه۔ و فی ردالمحتار من قوله: القص حسن و الحلق احسن و هو قول علماء الثلثة۔

---

[1] (میزان شعرانی، ص، ۱۳)

[2] (بحر الرائق،، ج، ۵، ص، ۲۶۹)

وفی الحديقة بظاهر الحديث فسنوا حلقه ـوفی الفتح والبحر والكفاية والعناية والمستخلص من قولهم :ان المقصود بالحلق يفعله الصوفية وغيرهم ـوفی البحر من قوله :فبائ شئ حصل الاحفاء حصل المقصود غيرانه بالحلق بالموسى ايسره منه بالقصة ـالى قوله بماقررناانداقع ما فى البدائع من ان الصحيح ان السنة فيه القص دون الحلق ـوفی احكام المذاهب من قوله:واما ابو حنيفة وصاحبيه رحمهم الله فمذهبهم فی شعر الرأس والشارب ان الاحفاء ای الحلق افضل من التقصير صرح فی ان حلق الشارب وقصه بان يبدو طرف الشفة، كلاهما مشرعان فی مذهب الحنفيةوان حلقه افضل من قصه۔

اور(۱)عالمگیری میں(۲) محیط سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین کا قول ہے اور(۳) شرح معانی الآثار میں ہے کہ قص حسن ہے اور احفاء احسن وافضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور(۴) تنقیح حامدیہ میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مونڈنا، کاٹنے سے افضل ہے۔ اور(۵) عمدۃ القاری میں ہے ،احفاء، قص سے افضل ہونے کی وجہ امام طحاوی نے باب حلق الشارب(مونچھوں کو مونڈنا) سے تعبیر کیا ہے اور اپنے قول جمہور سلف تک ،انہوں نے کہا:احفاء الشارب مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرنا یعنی مونڈنا مستحب ہے اور وہ قص سے افضل ہے الخ اور(۶)عینی علی الھدایۃ میں کہا ہے ،اور(۷)مختار میں ہے:مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں کاٹنا اچھا ہے اور محیط میں ہے کہ مونچھیں کاٹنے سے مونڈنا زیادہ اچھا اور افضل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا قول ہے۔اور(۸) ردالمحتار میں ہے کاٹنا اچھا ہے اور مونڈنا زیادہ اچھا ہے اور یہی ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے۔اور(۹) حدیقہ میں ہے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے احناف نے مونڈنے کو سنت کہا ہے۔اور(۱۰)فتح القدیر ،اور(۱۱)بحر الرائق ،اور(۱۲)کفایہ علی الھدایہ ،اور(۱۳)عنایہ علی الھدایہ اور(۱۴) مستخلص میں ایک ہی قول ہے ۔مونچھیں مونڈنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ صوفیاء کرام اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں۔اور بحر الرائق میں ہے کہ مقصود بالوں کو زائل کرنا ہے جس چیز سے بھی ہو قینچی ہو یا استرا لیکن استرے سے آسانی ہوتی ہے اور ہمارے اس بیان سے ،بدائع میں جو قول ہے کہ ’’کاٹنا سنت ہے مونڈنا نہیں‘‘ کا دفع ہو گیا۔(۱۵)اور احکام المذاہب میں ہے ’’سر کے بالوں اور مونچھوں کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا مذہب احفاء ہے یعنی مونڈنا کاٹنے سے افضل ہے ،اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ

مذہب حنفیہ میں مونچھوں کو مونڈنا اور کاٹنا کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، دونوں مشروع ہیں، اور بے شک مونچھوں کو مونڈنا، کاٹنے سے افضل ہے۔[1]

آخر میں چھ اعتراضات کا جواب:

فان قیل ان حلق الشارب بدعة کمافی السراجیه والترغیب وابی المکارم وغیرها فلایکون سنة۔

قلنا بوجوہ۔الوجه الاول: ان تعریف البدعة بقولهم البدعة اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول علیه السلام بمعاندة بل بنوع شبهة، اھ۔[2]

لایصدق علی حلق الشارب لانه معروف عن الرسول ﷺ بالاحادیث الصحیحة۔الوجه الثانی: ان هذاالقول مخالف عن صریح حدیث ابی هریرة رضی الله عنه حلقوا الشوارب واعفوا اللحیٰ اخرجه النسائی ثم احکام المذاهب فلایکون الحلق بدعة۔

والوجه الثالث: انه مخالف عن صریح حدیثَی ابن عمر رضی الله عنه وابی عمر رضی الله عنه مرفوعاً انه ﷺ قال احفوا الشوارب الخ کما من البخاری ومسلم ومشکوٰة وترمذی وغیرهم فی اثبات اعفاء اللحیة۔

والوجه الرابع: ان استنان حلق الشارب مع کونه احسن مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد وزفر۔ومذهب الامام الشافعی واصحابه ومذهب الامام احمد واتباعه ومذهب کثیر من السلف ومذهب جمهور السلف (رضی الله عنهم اجمعین)

فعلم منه ان القول بکون حلق الشارب بدعة لیس الاقول الامام مالک لاسیما وقد صرح به القاضی عیاض رحمه الله تعالیٰ ثم عینی علی البخاری ص ۲۸۲ ج ۲، الحدیقة الندیة ص ۳۹٦ ج ۲ وغیرها۔

لاجرم یکون غیر مقبول لمخالفته لجمهور السلف (رضی الله عنهم) ولقولهم لایرد بمذهب علی مذهب اھ۔ تحریر ص۳۵۷ج۲ ولقولهم لایلزم الحنفی ان یجری علی مقتضی مذهب الشافعی بل یجری بمذهبه اھ۔تحریر ص ۳۷۱ ج ۲ باب فسخ الاجارة۔

فان قیل۔ان حلق الشارب مکروہ کمافی السراجیه والترغیب وابی المکارم۔فلایکون سنة۔

قلنا بوجوہ۔الاول انه مخالف عن حدیث حلقوا الشوارب المذکور آنفا والثانی انه منافی لحدیث احفوا الشوارب المذکور الان۔ الثالث انه قول بعض متاخری اتباع الامام الشافعی ولهذا عبر عنهم بالشافعیة فی قوله واما حلقه بالکلیة فمکروہ علی الاصح عند الشافعیة، اھ۔[1]

---

[1] (هدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص،۲۷، اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

[2] (درمختار جلداول ص۳۷۷ امامة شرح النخبة ص ۵٦، المراقی ص ۱۸۱ امامة، ردالمحتار ص۳۷۷ امامة وغیرها۔)

الوجه الرابع: انه لایصدق تعریف المکروہ بقولھم ماثبت منعه بدلیل ظنی اھ۔ کتاب الفقه علی حلق الشارب لانه مامور به بحلقوا او احفوا او انھکوا و لانھی فیه۔ و المطلق محمول علی الاطلاق۔

فان قیل: انه قدتقرر عندالفقھاء ان الخروج عن موضع الخلاف مندوب فینبغی ان یحترز عن حلق الشارب لقول مالک بالبدعة و قول بعض متاخری اتباع الشافعی بالمکروہ کمامر۔

قلنا۔ ان اطلاق ھذاالمتقرر غیر صحیح لماقالوا: یندب الخروج من الخلاف لاسیماللامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذھبه، اھ۔[2]

الظاھر ان المراد بالکراھة ھنامایعم التنزیه (ای ترک المستحب) کماان التغلیس فی صلوٰۃ الفجر سنة عندالشافعی رحمه اللہ تعالیٰ لایندب مراعاته لان الافضل عندنا الاسفار الخ شامی نواقض الوضوء ۱۰۸ ج ۱۔ فلا یترک حلق الشارب لانه سنة احسن عندالاحناف و الجمھور کمامر۔

فان قیل۔ ان لفظة الاخذ تدل علی انه السنة فی الشارب القص دون الحلق، اھ۔[3]

قلنا بوجوہ۔ الاول: ان المصنف ان حکم بکون المذھب القص۔ اخذ من لفظ الاخذ فی الجامع الصغیر (فی قوله و ان اخذ شاربه فعلیه طعام حکومة عدل) فھو ای الاخذ اعم من الحلق لان الحلق اخذ (وقطع الشارب الذی لایکون کالحلق فرد آخر للاخذ) و الذی لیس اخذاًھو االنتف۔ فان ادعی انه المتبادر لکثرۃ استعماله فیه منعناہ، اھ۔[4]

الثانی: انه لیس کماظن صاحب الھدایة لانه لیس مقصود الامام محمد فی الجامع الصغیر بیان ان السنة ھو القص بل انماقصد بیان حکم ھذہ الجنایة علی المحرم بازالة الشعر بای طریق کان۔ و الدلیل علیه انه ذکر الحلق فی الابط و لم یلزم منه استنان حلق الابط و لھذااختار فی الھدایة سنیة النتف لاالحلق۔ فعلم ان المقصود ذکر مایفید الازالة بای طریق حصلت لتعیین حکمه، اھ۔[5]

و الثالث: ان الاخذ والقص محتمل و الاحفاء والانھاک و الحلق محکم فلاجرم یحمل المحتمل علی المحکم کماھو الاصل و بماقررناہ اندفع مافی البدایع من ان الصحیح ان السنة فیه القص دون الحلق، اھ۔[6]

فان قیل: قدذکر القص و الاخذ والجز فی بعض الاحادیث و ھذاالایتصور مع الاحفاء، اھ۔[7]

---

1 (حدیقه ص ۲۹۳ ج ۲، و لم یقل عندالشافعی و لم یقل عنداصحاب الشافعی لمامر فتذکرہ۔)

2 (درمختار نواقض الوضوء ص ۱۰۸ ج ۱)

3 (ملخصاھدایه، فتح القدیر ص ۵۲۱، بحر ص ۱۲ ج ۳، زیلعی ص ۵۵ ج ۲، شرح الصدر الشھید حاشیه الجامع الصغیر ص ۳۳)

4 (فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱، جنایات، بحر ص ۱۲ ج ۳ جنایات، فبطل الاستدلال لانه اذاالاحتمال بطل الاستدلال)

5 (فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱ جنایات، بحر ص ۱۲ ج ۳ جنایات)

6 (بحر ص ۱۲ ج ۳ جنایات الحج ثم ھدایة الابرار ص ۲۶)

7 (کشف الغمة ص ۲۲۸)

قلنابوجه :الاوّل :هوالتوفیق بین الاحادیث بان الحلق(الماموربه)احسن۔والقص حسن جائزاہ۔اتقانی ثم شبلی ص ۵۵ ج ۲ حج،وقدمرّمن احدعشر کتابا۔

الوجه الثانی:ان الاحفاءوالنهک فی الاحادیث هوالاستیصال کمامرفی تعریف الاحفاء من عشرة کتب فیکون محکما۔والقص محتمل (ای یحتمل ان یقص حتی یوازی الاطار۔)ویحتمل ان یبالغ فی القص حتی یتبین الشفةبیاناظاهراوینظرالی بیاض الجلدویصیر کالحلق)فیحمل القص علی مارویناه لانه محکم،اه۔[1]

ولهذاقالوا:واماذکرالقص فی بعض الاحادیث فالمرادمنه المبالغةوالاستیصال،اه۔[2]

الوجه الثالث:ان القص لماکان محتملاکمامر۔والحلق المذکورفی حدیث ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه الذی اخرجه النسائی ثم احکام المذاهب ص ۷۔حلقواالشوارب واعفوااللحی اه۔صریح محکم فلابدمن ان یحمل القص و الاخذوالجزعلی الحلق توفیقا۔ولهذاقالواان القص لاینافی مایریده بلفظ الحلق ۔فان المراد من القص المبالغةفی الاستیصال عملاًبقوله علیه السلام فی الصحیحین احفوا الشوارب وهو المبالغةفی القطع،اه۔[3]

فان قیل :عن مغیرة بن شعبة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم رأی رجلا طویل الشارب فدعا بسواک وشفرةفقص شارب الرجل علی عوذالسواک۔وهذالایتصورمع الحفاء،اه۔[4]

قلنا:الاول لیس فیه دلیل علی شئ لانه یجوزان یکون النبی صلی الله علیه وآله وسلم فعل (ذلک بشفرة غیرحادة لایمکن بهاالحلق بقرینة طلب السواک مع الشفرة لانهالوکانت حادةلکفت وحدهاللحلق ولهذاقال)ولم یکن بحضرته مقراض یقدربه علی احفاءالشارب،اه۔[5]

الوجه الثانی:ان فعله علیه السلام المذکورفی هذاالحدیث دلیل جوازالقص وحسنه وقدمرفی بیان المذاهب۔

فلاینافی کون الاحفاء احسن ۔فبماقررناه ظهردفع قول من قال ان الاحفاءوالجزوالقص بمعنی واحدوهوالاخذمنه حتی یبدوطرف الشفة،اه۔[6]

لانه عکس الموضوع اذفیه حمل المحکم علی المحتمل بل فیه اخراج الاحفاءعن حقیقته ۔بحواله حلق الشوارب من السنن الرواتب۔مصنفةشیخ الاسلام الحاج مولاناشائسته گل رحمه الله تعالیٰ۔

---

[1] (اتقانی ثم شبلی ص ۵۵ ج ۲۔حج وهومفهوم البحرص ۱۲ ج۳جنایات،فتح القدیرص ۵۲۱ ج ۱ جنایات شامی جنایات)

[2] (بحرص ۱۲ ج۳،فتح القدیرص ۵۲۱ ج ۱)

[3] (فتح القدیرص ۵۲۱ ج ۱ جنایات)

[4] (کشف الغمةص ۲۲۸)

[5] (شرح معانی الاثارللطحاوی ص ۱۳۳)

[6] (نووی ص ۱۲۹ ج ۱)

اعتراضات وجوابات کی عبارات کا ترجمہ:

اعتراض نمبر ا: مونچھوں کو منڈوانا بدعت ہے جیسے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے لہٰذا یہ سنت نہیں رہا۔

جواب: ہم اس کے کئی وجوہ سے جواب دیں گے:

ا۔ علماء کے بقول بدعت کی تعریف یہ ہے کہ کسی عناد یا شبہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے منقول ومعروف کام کے خلاف اعتقاد رکھنا یہ تعریف مونچھیں منڈوانے پر صادق نہیں آتی کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ یہ عمل فرماتے تھے۔(یعنی مونچھیں منڈواتے تھے۔)

۲۔ یہ بدعت کا قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس صریح قول کے مخالف ہے جس میں فرمایا مونچھیں منڈواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔

۳۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع وصریح حدیث کے مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں منڈواؤ۔

۴۔ مونچھیں منڈوانا یہ امام وجمہور کا مذہب ہے اس سے معلوم ہوا کہ بدعت قرار دینے کا قول صرف امام مالک کا ہے جو یقیناً قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ جمہور سلف کے خلاف ہے اور علماء کا فرمان ہے کہ کسی مذہب سے دوسرے مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور علماء کا قول ہے کہ حنفی پر لازم نہیں کہ وہ شافعی مذہب کے مطابق چلے بلکہ وہ اپنے مذہب پر چلے گا۔

اعتراض نمبر ۲:

اگر کہا جائے کہ مونچھوں کا حلق مکروہ ہے جیسے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے لہٰذا یہ سنت نہ ہوا۔(قلنا) کئی وجوہ سے ہم جواب دیں گے۔

ا۔ یہ قول اس حدیث کے مخالف ہے جس میں حلق کا ذکر ہے جو اوپر گزر گئی۔

۲۔ یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے کہ مونچھیں کاٹو جیسے کہ گزر گیا۔

۳۔ یہ شافعی مذہب کے بعض متاخرین علماء کا قول ہے اس وجہ سے اس میں تعبیر شافعیہ سے کی، جیسے کہ کہا کہ مکمل منڈوانا شافعیہ کے نزدیک اصح قول کی بناء پر مکروہ ہے، یہ نہیں کہا کہ اصحاب شافعی کے نزدیک مکروہ ہے۔

۴۔اس پر مکروہ کی تعریف صادق نہیں آتی جو یہ ہے کہ مکروہ وہ عمل ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو، کیونکہ مونچھیں کاٹنے کا حکم ہوا ہے حلق، احفاء، نھک کے الفاظ سے اور اس میں ممانعت نہیں ہے اور مطلق کو اپنے اطلاق پر محل کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳:

اگر کہا جائے کہ علماء نے فرمایا کہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے لہٰذا مونچھوں کو حلق کرنے سے بچنا چاہیئے تاکہ اختلاف ختم ہو جائے کیونکہ امام مالک کے نزدیک بدعت ہے اور متاخرین شوافع کے نزدیک مکروہ ہے۔

(قلنا) یہ قانون صحیح نہیں ہے جیسے کہ علماء نے فرمایا کہ اختلاف سے بچنا اور نکلنا صحیح اور مستحب ہے مگر اس شرط پر کہ اپنے مذہب کے مکروہ کا مرتکب نہ ہو جائے، ظاہر ہے یہاں مکروہ سے مراد تنزیہی ہے یعنی مستحب کا ترک کرنا۔ جیسے کہ شوافع کے نزدیک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا سنت ہے لیکن ہم حنفی اس کا لحاظ نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے احناف کے ہاں فجر کی نماز روشنی کر کے پڑھنا افضل ہے۔ اس طرح مونچھوں کے حلق کو ہم ترک نہیں کریں گے کیونکہ یہ احناف و جمہور کے ہاں سنت ہے۔

(فان قیل) لفظ "اخذ" سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مونچھیں کاٹنا سنت ہے نہ کہ مونڈوانا۔

(قلنا) ہم کئی وجوہ سے جواب دیں گے۔

۱۔اگر مصنف نے جامع صغیر کے حوالے سے لفظ اخذ سے مراد کاٹنا لیا ہو جیسے کہ جامع صغیر میں ہے کہ اگر کسی محرم نے حالت احرام میں مونچھیں لے لیں (کاٹ دیں) تو اس پر دو عادلوں کے فیصلے کے مطابق فدیہ دینا ہے تو یہاں اخذ سے مراد عام ہے یعنی حلق بھی اس میں داخل ہے کیونکہ مونڈنا اور کاٹنا دونوں سے مراد مونچھین لینا ہے اور جو "اخذ" کے زمرے میں داخل نہیں ہے وہ نوچنا ہے۔

۲۔ایسی بات نہیں جو صاحب ہدایہ نے سمجھا ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ کا مقصود یہاں یہ بتانا نہیں ہے کہ مونچھیں کاٹنا سنت ہے بلکہ وہ یہاں محرم (احرام والے) کی جنایت (غلطیوں) کا ذکر کر رہے ہیں کہ محرم جس طرح بھی بال کاٹے گا اس کی گرفت ہو گی اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بغل کے بالوں کے بارے میں حلق کا ذکر کیا ہے لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ بغل کے بالوں کا حلق سنت ہے اس وجہ سے ہدایہ میں اس کے نوچنے کو سنت قرار دیا ہے نہ کہ حلق کو۔

۳۔ لفظ اخذ و قص احتمالی ہے اور احفاء، انھاک اور حلق محکم ہے لہٰذا احتمالی کو محکم پر محل کریں گے لہٰذا بدائع میں جو ہے کہ کاٹنا سنت ہے نہ کہ حلق، تو اس قول کا رد ہو گیا۔

(فان قیل) مونچھوں کے بارے میں احادیث میں لفظ اخذ، جز اور قص آیا ہے اور یہ حلق کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

(قلنا) ہم کئی وجوہ سے جواب دیں گے:

۱۔ احادیث کے مابین تطبیق یہ ہے کہ حلق جس کا حکم ہوا ہے وہ احسن ہے اور کاٹنا حسن و جائز ہے۔

۲۔ احادیث میں احفاء و نھک سے مراد بالوں کی بیخ کنی کرنا ہے جیسے کہ دس کتب سے احفاء کی تعریف میں گزر چکا ہے لہٰذا یہ حکم محکم ہے اور قص میں احتمال ہے یعنی اتنا کم کیا جائے کہ ہونٹ نظر آئے اور اس کی جلد کی سفیدی بھی نظر آئے اور حلق کے مانند ہو جائے لہٰذا قص کو بھی حلق پر محل کریں گے کیونکہ وہ محکم ہے۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ احادیث میں جو کاٹنے کا حکم آیا ہے اس سے مراد مبالغ اور جڑوں سے کاٹنا ہے۔

۳۔ کاٹنا جو کہ احتمالی حکم ہے اور حلق کرنا جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مونچھوں کا حلق کرو یہ محکم حکم ہے لہٰذا ضروری ہے کہ احتمالی حکم یعنی قص، اخذ، جز کو حلق پر حمل کریں گے تاکہ تطبیق آ جائے۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ لفظ قص، حلق کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ قص (کاٹنے) سے مراد کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

(فان قیل) مغیرہ بن سقبہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لمبی مونچھوں والے شخص کو دیکھا اور مسواک اور قینچی منگوا کر اس کی مونچھوں پر مسواک رکھ کر مونچھیں کاٹ دی، معلوم ہوا کہ یہ حلق نہ تھا۔

(قلنا) ۱۔ اس روایت میں کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی مونچھ کے کند قینچی سے بال کاٹے ہوں جس سے حلق کرنا ممکن نہیں اسی وجہ سے تو مسواک بھی منگوایا، اگر وہ تیز ہوتی تو مسواک کی ضرورت نہ تھی بلکہ قینچی کافی تھی۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ ایسی تیز قینچی نہ تھی کہ جس سے حلق ممکن ہوتا۔

۲۔ آپ ﷺ کے اس فعل سے مونچھیں کاٹنے کے جواز اور حسن پر دلالت ہے جو مونڈنے کے احسن ہونے کے منافی نہیں ہے اس سے اس شخص کی بات رد ہو گئی جو احفاء، جز اور قص کو ایک ہی معنیٰ میں سمجھتے ہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

گلے کے بال نہیں مونڈنے چاہئیں اورامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔ مطالب المؤمنین میں ہے:

لایحلق شعر حلقه وعن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ لا بأس بذالک۔

گلے کے بال نہیں مونڈنے چاہئیں اورامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور عالمگیریہ میں بھی اسی طرح ہے۔

داڑھی میں خضاب لگانے کا حکم:

صحیح مذہب میں ہے کہ داڑھی اور سر کے بالوں پر کالا رنگ لگانا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہ کبیرہ کہاہے۔ صرف مجاہدین کے لئے اجازت کا جواز ہے۔ سیاہ رنگ کی حرمت اور کراہت پر احادیثِ صحیحہ اور عباراتِ فقہاء موجود ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله ﷺ یکون قوم یخضبون فی أخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔[1]

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما انّ النبیّ ﷺ قال یکون فی أخر الزمان قوم یسودون اشعارهم لا ینظر الله الیهم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگے گی۔ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔[2]

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیاہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

---

[1] (مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۷۳، بیہقی ج۷ ص ۳۱۱، خلاصہ الفتاویٰ مع مجموعة الفتاویٰ ج۴ ص ۳۵۱، الترغیب والترهیب ج۳ ص ۶۸، سنن ابو داؤد ج۲ ص ۲۲۲ مطبوعه مطبع مجتبائی پاکستان لاهور ۱۴۰۵ھ، شرح صحیح مسلم للسعیدی ج۶ ص ۴۱۴، سنن ابی داؤد ج۲ ص ۲۲۶ مطبع کابل، سنن نسائی ج۲ ص ۲۷۷، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۴۳)

[2] (رواه الطبرانی فی الاوسط واسناده جید، مجمع الزوائد ج۵ ص ۱۶۱ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ الصفرة خضاب المؤمن و الحمرة خضاب المسلم و السواد خضاب الکافر۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زرد رنگ مؤمن کا خضاب ہے، سرخ رنگ مسلم کا خضاب ہے اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔[1]

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ ﷺ من خضب بالسواد سود اللہ وجهه یوم القیامة۔

ترجمہ: حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔[2]

عن مجاهد رضی اللہ تعالیٰ عنه انه کره الخضاب بالسواد و قال اول من خضب به فرعون۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سیاہ خضاب کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا۔[3]

عن ایوب قال سمعت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنه و سئل عن الخضاب بالوسمة فکرهه فقال یکسو اللہ العبد فی وجهه النور ثمّ یطفئه بالسواد۔

ترجمہ: ایوب بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے چہرے میں نور کا لباس پہناتا ہے اور وہ اس نور کو سیاہی سے چھپا دیتا ہے۔[4]

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ غیّروا الشیب و لا تقربوا السواد۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑھاپا (داڑھی کی سفیدی) تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے قریب نہ جاؤ۔[5]

عن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنه مرسلاً: قال رسول اللہ ﷺ: ان اللہ تعالیٰ لا ینظر الیٰ من یخضب بالسواد یوم القیامة۔

---

[1] (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۴۳، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۵۲۶، جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۳ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ)

[2] (خلاصة الفتاویٰ مع مجموعة الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۱، مجمع الزوائد للهیثمی ج ۵ ص ۱۶۳، جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۳)

[3] (مصنف ابن ابی شیبه ج ۸ ص ۲۵۱)

[4] (مصنف ابن ابی شیبه ج ۸ ص ۲۵۲)

[5] (المسند لاحمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۴۷، جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۵)

ترجمہ: حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو سیاہ خضاب لگائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔[1]

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتی بابی قحافۃ یوم فتح مکہ و رأسہ و لحیتہ کالثغامۃ بیاضاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروا ھذا بشیءٍ و اجتنبوا السواد۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا گیا اور آں حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ان کو کسی چیز سے متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔[2]

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول من خضب الحناء و الکتم ابراھیم علیہ السلام و اول من اخضب بالسواد فرعون۔.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حنا اور کتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور سب سے پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون تھا۔[3]

عن واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شر کھولکم من تشبہ بشبابکم۔

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہارے اُدھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔[4]

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الخضاب بالسواد۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔[5]

حدیث: حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغربیب۔

---

[1] (کنز العمال للمتقی ج ٦ ص ٦٧١، جامع الاحادیث ج ۴ ص ٢٥)

[2] (سنن ابی داؤد ج ٢ ص ٢٢٢، سنن نسائی ج ٢ ص ٢٧٧، ریاض الصالحین ص ٥٦٨ باب ٢٩۴)

[3] (الدر المنثور للسیوطی ج ١ ص ١١٥، کنز العمال للمتقی ج ٦ ص ٦٦٨، الجامع الصغیر للسیوطی ج ١ ص ١٦٩، جامع الاحادیث ج ۴ ص ٢٦، مسند الفردوس للدیلمی ج ١ ص ٢٩)

[4] (مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٢٧٠)

[5] (الطبقات الکبریٰ لابن سعد)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بوڑھے کوے کو دشمن (ناپسند) رکھتا ہے۔[1]

اس حدیث شریف میں سیاہ خضاب کے شوقین کو حضور نبی کریم ﷺ "بوڑھے کوے" کا لقب دے رہے ہیں اور یہ لقب ہمارے اور سب کے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ محبت سے نہیں بلکہ غصے اور غضب سے دے رہے ہیں۔ یہ وقعت کی نگاہ سمجھتی ہے کہ جس لقب سے کسی کا آقا رنجیدہ ہو وہ غلام اور نوکر جان تو دے سکتا ہے لیکن اپنے آقا کا رنج بھرا کلمہ اپنے لیئے گوارا نہیں کر سکتا۔ اس سے ہم اپنے ضمیر کو جھنجھوڑیں کہ سیاہ خضاب سے ہمارے آقا کریم ﷺ کی مرضی کیا ہے اور ہم کس شوق سے اپنے آقا کو ناراض کر رہے ہیں۔

تعلیقاتِ علامہ حنفی میں ہے:

"الغربیب ای الذی یسود شیبه"۔

عزیزی میں ہے:

"الغربیب الذی لا یشیب او الذی یسود بشیبه بالخضاب"۔

یعنی غربیب وہ ہے جو چہرے کو سیاہ کرے یا غربیب وہ ہے جس کا بڑھاپا ظاہر نہ ہو یا وہ اپنے بڑھاپے کو کالے خضاب سے سیاہ کرے۔

ویکرہ الخضاب بالسواد لماروی الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ان النبی ﷺ قال فی قوم یغیرون بالسواد یسود اللہ تعالیٰ وجوھهم یوم القیامة۔"

ترجمہ: اور سیاہ خضاب مکروہ ہے ہیں جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ نے ایک قوم کے بارے میں فرمایا جو سیاہ خضاب سے (داڑھی کو سیاہ) کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو بروز قیامت سیاہ کر دے گا۔[2]

ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کا سیاہ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ صرف مجاہدین کے لئے اس کی اجازت ہے۔ لیکن آج کے مسلمان داڑھی کالی کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور ہونے والی بیوی جوان ہے، اس لئے میں داڑھی کالی کرتا ہوں تاکہ جوان نظر آؤں۔ لیکن میرے عزیز بھائیو! یہ کوئی

---

[1] (رواہ ابن عدی کامل و دیلمی مسند الفردوس ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

[2] (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۶)

شرعی عذر نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں حرام اور ناجائز ہے اور دھوکہ ہے۔ اس لئے اس چیز سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارا چہرہ سیاہ کر دے (العیاذ باللہ!)۔

بعض جہلاء اور بے دین لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں عالم یا فلاں مولوی صاحب داڑھی کالی کرتے ہیں تو کیا اس عالم یا مولوی صاحب کے اس طرح کرنے سے یہ جائز ہو گا؟ در آں حالیکہ شریعت کسی عالم یا اس کے عمل و کردار کا نام تو نہیں ہے۔ بلکہ شریعت تو محبوبِ خدا ﷺ کے ارشادات کا نام ہے لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ارشادات واحکامات پر عمل کریں۔

عباراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

محیط میں ہے:

"الخضاب بالسواد قال عامة المشائخ انه مکروہ"۔

عام علماء فرماتے ہیں کہ کالا خضاب مکروہ ہے۔

ذخیرہ میں ہے:

"علیه عامة المشائخ"۔

یہ عام (تمام) مشائخ کا مذہب ہے۔

در مختار میں ہے:

"یکرہ بالسواد و قیل لا"۔

کالا خضاب مکروہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عامہ مشائخ کرام اور جمہور ائمہ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے۔

جب علماء کرام کراہت مطلقہ کی بات کرتے ہیں تو اس سے کراہت تحریمہ مراد لیتے ہیں، جس کا مرتکب گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے۔ (العیاذ باللہ)

علامہ حموی، علامہ سید طحطاوی اور علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ حضرات علماء کرام فرماتے ہیں:

"ھٰذا فی حق غیرہ الغزاۃ ولا یحرم فی حقهم للارھاب"۔

یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے اور غازی کے حق میں کافروں کو ڈرانے کے لئے حرام نہیں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"پیری نور الٰہی است و تغییر نور الٰہی بظلمت مکروہ ووعید در باب خضاب سیاہ شدید آمدہ۔آہ ملخصاً"۔

یعنی پیری (سفید بال) بڑھاپا نورِ الٰہی ہے۔ نور الٰہی کو سیاہی سے تبدیل کرنا مکروہ ہے۔ خضاب سیاہ کے متعلق وعید شدید وارد ہے۔

اسی میں ہے:

"خضاب بسواد حرام است وصحابہ وغیر ہم خضاب سرخ میکردند وگاہے زرد نیز آہ ملخصاً"۔

یعنی سیاہ خضاب حرام ہے، ہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرخ مہندی یا کبھی کبھی زرد مہندی کا بھی خضاب لگاتے تھے۔

حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ویکرہ الخضاب بالسواد۔

یعنی سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔[1]

فقہ کی مشہور کتاب قدوری کی شرح "جوھرۃ النیرۃ" میں ہے:

ویکرہ تغیر الشیب بالسواد۔

ترجمہ: سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے کالا کرنا مکروہ ہے۔[2]

شرح در مختار میں ہے، فرماتے ہیں:

ویکرہ بالسواد وعلیہ عامۃ المشائخ۔

یعنی اور سیاہ خضاب مکروہ ہے اور یہی عام مشائخ کا مذہب ہے۔[1]

---

[1] (غنیۃ الطالبین ج۲ ص۱۶)

[2] (جوھرۃ النیرۃ، ج۲ ص۳۸۳)

مولانا عبد الحئی لکھنوی " التعلیق المجد علی موطا محمد " میں لکھتے ہیں:

"واما الخضاب بالسواد الخالص فغیر جائز۔"

یعنی خالص سیاہ خضاب ناجائز ہے۔

امام طحطاوی نے امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ:

قال النووی ومذھبنا استحباب الشیب للرجل والمرأۃ بصفرۃ أو حمرۃ وتحریم خضابہ بالسواد علی الاصح۔

یعنی مرد و عورت دونوں کو سرخ وزرد خضاب لگانا مستحب ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیاہ خضاب حرام ہے۔

امام شعرانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

اخذ علینا العھد العام من رسول اللہ ﷺ ان لا نخضب لنا لحیۃ بالسواد ولا نقر زوجتنا ولا غیرھا علیٰ خضب رأسھا الا لغرض شرعی کالجھاد فی سبیل اللہ۔

ترجمہ: اور ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عہد لیا کہ ہم داڑھی وغیرہ کالے خضاب سے سیاہ نہ کریں گے اور نہ ہی اپنی عورتوں وغیرہ کو خضاب سے سر سیاہ کرنے دیں گے سوائے غرضِ شرعی کے جیسے کہ جہاد فی سبیل اللہ۔[2]

الزواجر لابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے کہ:

الکبیرۃ الحادیۃ عشر بعد مائۃ خضب نحو ألحیۃ بالسواد لغیر غرض جھاد۔

ترجمہ: ایک سو گیارہواں کبیرہ گناہ سیہ خضاب ہے جو بغیر جہاد کی غرض سے داڑھی کو لگایا جاتا ہے۔[3]

اہل علم تو گناہ کو سمجھتے ہیں اور عوام کو بھی معلوم ہو گا کہ زنا، قتل، اور چوری وغیرہ گناہوں کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب خود سمجھ لیں کہ سیاہ خضاب سے روسیاہی پر آپ کس کھاتے میں شمار کیئے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ مظہری میں لکھا ہے کہ:

"سیاہ خضاب ممنوع ہے۔ سرخی مائل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں"۔[4]

---

[1] (شرح درمختار، ج۴، ص ۳۶۳)

[2] (لواقع للانوار القدسیہ، ص ۳۳۳)

[3] (الزواجر لابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۱۴۴)

[4] (فتاویٰ مظہری، ص ۲۹۵)

فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراھیۃ میں ہے:

الخضاب بالسواد فمن فعل ذالک من الغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو فھو محمود و من فعل ذٰلک لیزین نفسہ للنساء و لیحبب نفسہ الیھن فذالک مکروہ و علیہ عامۃ المشائخ۔

ترجمہ: سیاہ خضاب غازی، دشمنوں پر ہیبت ڈالنے کے لئے کرے تو اچھا ہے، لیکن اس غرض سے مکروہ ہے کہ اپنی عورت کو اچھا لگوں اور وہ مجھ سے محبت کرے۔ عام مشائخ کا یہی فتویٰ ہے۔[1]

حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ "جمع الوسائل شرح الشمائل للترمذی" میں لکھتے ہیں:

اختلفوا فی انہ ھل یجوز الخضاب بالسواد مذھب اکثر العلماء الیٰ کراھۃ الخضب بالسواد و رجح النووی رحمہ اللہ تعالیٰ الیٰ انھا کراھۃ التحریم و ان من علماء من رخص فیہ فی الجھاد و لم یرخص فی غیرہ۔

ترجمہ: سیاہ خضاب کے متعلق اختلاف ہے لیکن اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہی ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ بعض علماء صرف جہاد کے لئے اس کی اجازت دیتے ہیں، جہاد کے علاوہ اس کی رخصت نہیں ہے۔[2]

امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد منھی عنہ لقولہ ﷺ خیر شبابکم من تشبہ بشیوخکم و شر شیوخکم من تشبہ بشبابکم۔

ترجمہ: سیاہ خضاب ممنوع ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے وہ نوجوان بہتر ہیں جو بوڑھوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور تمارے بوڑھوں میں سے وہ بوڑھا برا ہے جو تمہارے نوجوانوں سے مشابہت کرے۔[3]

حضرت علامہ ابراہیم بن محمد البیجوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و عندنا معاشر الشافعیۃ بغیر بالسواد السنۃ و بالسواد حرام۔

ترجمہ: ہمارے علماء شوافع کے نزدیک سیاہ خضاب حرام اور کالے کے علاوہ دیگر رنگ سنت ہے۔[4]

---

[1] (فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراھیۃ، ص ۳۶۹، ج۵)

[2] (جمع الوسائل شرح الشمائل للترمذی، ج ۱ ص ۱۰۲)

[3] (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۱۴۳)

[4] (شرح الشمائل للترمذی للسید محمد امیر البشاوری)

داڑھی سیاہ کرنا اس لئے کہ اپنی بیوی کو جوان نظر آؤں یا اس لئے کہ مزدور اپنے مالک کو جوان نظر آئے اور درحقیقت وہ جوان نہ ہو تو یہ دھوکہ ہے اور ہماری شریعت میں دھوکہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور منافقت کی علامات میں سے ہے۔

امام طبرانی اپنی معجم صغیر و کبیر میں جید اسناد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من غش فلیس منا و المکر و الخداع فی النار۔

جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں اور مکر و فریب اور دھوکہ دینے والا دوزخ میں جائے گا۔

احیاء العلوم (ج ا ص ۱۴۳) میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے سیاہ خضاب لگا کر خود کو جوان ظاہر کر کے کسی عورت سے نکاح کیا۔ چند دن کے بعد اس کے سیاہ بال سفیدی سے بدل گئے تو اس عورت نے اس کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کا نکاح بھی رد کر دیا اور اسے کوڑے بھی لگوائے۔[1]

فائدہ: خدا کرے ہمارے دور میں بھی کوئی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا عادل حاکم پیدا ہو پھر ہم دیکھیں کہ کن صاحب کو کالے خضاب کا شوق چڑھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ فرعون کو فرمایئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے تو زندگی بھر تمہیں بادشاہی سے نہیں ہٹایا جائے گا اور تمہیں از سر نو جوانی بخشی جائے گی لیکن ہامان نے اسے روکا اور کہا کہ میں تجھے از سر نو جوان بنا دیتا ہوں۔ چنانچہ یہ کہہ کر سیاہ خضاب تیار کر کے فرعون کی داڑھی کو سیاہ کر دیا۔ سیاہ خضاب سب سے پہلے فرعون نے استعمال کیا۔

اسی وجہ سے ہمارے نزدیک سیاہ خضاب استعمال کرنا حرام ہے۔

ان دلائل کے علاوہ وہ کتابیں جن میں سیاہ خضاب لگانا حرام مکروہ و ممنوع لکھا ہے وہ یہ ہیں:

ریاض الصالحین ص ۶۲۴ تا ۶۲۵، غایۃ الاوطار ج ۴ ص ۶۲۸، ہدایۃ النور لعبد الحئ لکھنوی مرحوم، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۱۴، نزھۃ الناظرین ص ۵۹، مسئلہ سیاہ خضاب مفتی محمد فیض احمد اویسی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۹۷، ج ۳ ص ۱۶۔

---

[1] (احیاء العلوم، ج ا، ص ۱۴۳)

۱- عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال اتی بأبی قحافۃ یوم فتح مکّۃ و رأسہ و لحیتہ کالثّغامۃ بیاضًا فقال رسول اللہ ﷺ غیّروا ھٰذا بشیئٍ و اجتنبوا السواد۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا گیا اور آں حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو کسی چیز سے متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔[1]

۲-عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ سئل من خضاب رسول اللہ ﷺ فقال ان رسول اللہ لم یکن شابّ الا یسیراً ولٰکن أبابکر و عمر بعدہ قد خضبا بالحناء و الکتم قال و جاء أبو بکر بأبیہ ابی قحافۃ الی رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکّۃ یحملہ حتی وضعہ بین یدی رسول اللہ ﷺ و رأسہ کالثّغامہ بیاضًا فقال رسول اللہ ﷺ غیروہ و جنبوہ السواد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ کے بہت کم موئے مبارک سفید ہوگئے لیکن آپ ﷺ کے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مہندی اور کتم کا خضاب لگاتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے پاس لائے اور سامنے بٹھا دیا۔[2]

۳-عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ غیروا الشّیب و لا تشبّھوا بالیھود و اجتنبوا السّواد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو بدلو اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو اور کالے رنگ سے بچو۔[3]

۴-عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ غیروا الشّیب و لا تقربوا السّواد۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑھاپا (داڑھی کی سفیدی) تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے قریب نہ جاؤ۔[4]

---

[1] (رواہ أحمد فی مسندہ ۳/۳۱۶-۳۲۲ و مسلم ۶/۱۵۵ و النسائی ۸/۱۳۸ و ۱۸۵ و أبو داود ۴/۸۵ و ابن ماجہ ۲/۱۱۹۷ و مصنف ابن أبی شیبۃ ۸/۴۳۲ و مصنف عبدالرزاق ۱۱/۱۵۴ و الحاکم ۳/۲۴۴ و البیھقی ۷/۳۱۰)

[2] (اخرجہ الامام احمد ۳/۱۶۰ و ابن حبان موارد الظمأن ص ۳۵۶ و البزار کشف الأستار ۳/۳۷۳ رقم ۲۹۸۱ وھٰذا صحیح رجالہ کلھم ثقات)

[3] (رواہ البیھقی ۷/۳۱۱ و رجلہ ثقات)

[4] (رواہ احمد ۳/۲۳۷ بسند جید و صححہ السیوطی فی الجامع الصغیر ۲/۲۰۲ و الالبانی فی صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ ۴/۳۷ و قال البانی و الذی أرحجہ ان الحدیث صحیح لان رواتہ کلھم ثقات و للحدیث شواھد فی مسلم و غیرہ)

۵-عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ یکون قومٌ یخضبون فی أخر الزّمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ۔[1]

٦-عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنا یومًا عند النبی ﷺ فدخلت علیہ الیھود فراھم بیض اللحی فقال مالکم لا تغیرون فقیل انھم یکرھون فقال النبی ﷺ ولکنکم غیروا وایای والسواد۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم آپ ﷺ کے پاس تھے کہ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے ان کی سفید داڑھیاں دیکھیں تو فرمایا تم لوگ اس سفیدی کو کیوں نہیں بدلتے؟ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ لوگ مکروہ سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ سفیدی کو بدلو مگر کالے رنگ سے بچو۔[2]

٧-عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انّ النبی ﷺ قال یکون فی أخر الزّمان قومٌ یسودون أشعارھم لا ینظر اللہ الیھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہو گی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگے گی۔ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔[3]

٨-عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من خضب بالسّواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔[4]

٩-عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ ﷺ من غیر البیاض بالسواد لم ینظر اللہ الیھم۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے داڑھی پر کالا رنگ لگایا اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔[5]

١٠۔وعن عامر الشّعبی رفعہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا ینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیامۃ۔

---

[1] (رواہ الامام أحمد ۱/۲۷۳ والنسائی ۱۳۸/۸ وأبو داؤد ۴/۸۷ والبیھقی ۷/۳۱۱)

[2] (مجمع الزوائد للھیثمی ۵/۱۶۰ والطبرانی فی الأوسط وفیہ ابن لھیعۃ وبقیہ رجالہ ثقات وابن لھیعۃ وثقہ الذھبی فی تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۳۷ وتھذیب لابن حجر ۵/۳۷۵ وھو حدیث حسن)

[3] (رواہ الطبرانی فی الأوسط والھیثمی فی مجمع الزوائد ۵/۱۶۱ واسنادہ جید)

[4] (مجمع الزوائد ۵/۱۶۳ والطبرانی)

[5] (أوردہ الحافظ ابن حجر فی ترجمۃ محمد بن مسلم العنبری فی لسان المیزان ۵/۳۸۰ وکنز العمال ۶/۶۷۲)

ترجمہ: حضرت عامر الشعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو سیاہ خضاب لگائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔[1]

۱۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان یکرہ عشر خصالٍ الصفرۃ یعنی الخلوق و تغیر الشّیب و جرّ الازار و التختم بالذھب۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دس خصلتوں کو ناپسند فرماتے تھے پیلا رنگ، سفید بال پر رنگ لگا کر بدلنا، شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اور سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا۔[2]

۱۲-عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ حدث ان رسول اللہ ﷺ نھی عن خضاب السواد۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کالے خضاب سے منع فرمایا۔[3]

۱۳-عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ اللہ یبغض الشّیخ الغربیب۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بوڑھے کوے کو دشمن (ناپسند) رکھتا ہے۔[4]

۱۴۔عن مجاھد قال رای النبی ﷺ رجلاً اسود الشعر قدراہ بالأمس أبیض الشّعر قال من أنت قال أنا فلانٌ قال بل انت شیطان۔

ترجمہ: مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے بالوں پر کالا رنگ لگایا ہوا تھا جبکہ کل گزشتہ اس کے بال سفید تھے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں فلاں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تم شیطان ہو۔[5]

ذم اوبدی بیانول د سلف صالحینو پہ بارہ دگیری تورولو کنبے۔

ترجمہ: سلف صالحین کا داڑھی پر کالے خضاب لگانے کی مذمت کرنا۔

۱) وسُئِلَ عَن أَبِی ھُریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنِ الخِضَابِ بِالوَسمَۃِ فَقَالَ لَا یَجِدُ الْمُخْتَضِبُ بِھَا رِیْحَ الْجَنَّۃِ۔

---

[1] (الطبقات الکبری لابن سعد ۱/۴۴۱ و الجامع الصغیر للسیوطی ۱/۲۸۱)

[2] (الحدیث أخرجہ أحمد ۱/۳۸۰-۳۹۷-۴۳۹ أبو داؤد ۴/۸۹ برقم ۴۲۲۲ النسائی ۸/۱۴۱ ابن حبان ۵۵۳۵ و الحاکم ۴/۱۹۵ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۴۴۰)

[3] (البخاری ۷/۳۰۷ و مسلم ۲/۱۵۵ ومسند أحمد ۵/۲۶۴)

[4] (کنز العمال ۲۸ ۱/۶۷۱ ۶ الجامع الصغیر للسیوطی ۱/۲۸۳)

[5] (الطبقات الکبری لابن سعد ۱/۴۴۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیاتو فرمایا کہ کالا خضاب لگانے والا جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔[1]

۲) وعن مجاهدٍ قال یکون فی أخر الزّمان قومٌ یصبغون بالسّواد لا ینظر اللہ الیهم أو قال لا خلاق لهم۔

ترجمہ: مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کالا خضاب لگائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا یا ان کا جنت میں حصہ نہیں ہو گا۔[2]

۳) وعن مجاهد أیضاً أنّه کره الخضاب بالسواد و قال أوّل من خضب به فرعون۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سیاہ خضاب کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا۔[3]

۴) وعن عطاء بن أبی رباحٍ أنّه سئل من الخضاب بالوسمة فقال هو ممّا أحدث الناس و قد رأیت نفرًا من أصحاب رسول اللہ ﷺ ما رأیت واحدًا منهم یختضب بالوسمة۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیاتو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کا ایجاد کردہ عمل ہے میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا دیدار کیا ہے مگر کسی نے بھی کالا خضاب نہیں لگایا تھا۔[4]

۵) وعن أیوب قال سمعت سعید بن جبیر حین سئل عنه عن الخضاب بالوسمة فقال یعمد أحدکم الیٰ نورٍ جعله اللہ فی وجهه فیطفئة هٰذا لفظ عبد الرزاق و لفظ ابن ابی شیبة و سئل عن الخضاب بالوسمة فکرهه فقال یکسو اللہ العبد فی وجهه النور ثم یطفئه بالسواد و رجاله رجال الصحیح۔

ترجمہ: حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے میں نور پیدا کیا اور تم لوگ اس کو بجھانے کا ارادہ کرتے ہو سعید بن

---

1 (رواه ابن أبی شیبة وفی سنده مقال لان فیه موسی بن نجدة الحنفی الیماسی وهو مجهول (تقریب))

2 (رواه عبد الرزاق فی المصنف ورجاله الصحیح)

3 (رواه ابن أبی شیبة ۸/۴۳۹ وفی سنده أبو رباح وهو مجهول وبقیة رجاله ثقات)

4 (رواه ابن ابی شیبة ۸/۴۳۸ و ابن سعد فی الطبقات الکبری ۱/۴۴۱ و سنده قوی)

جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے چہرے میں نور کا لباس پہناتا ہے اور وہ اس نور کو سیاہی سے چھپا دیتا ہے۔[1]

۶) وعن المکحول أنّہ کرہ الخضاب بالوسمة وقال خضب أبو بکرٍ بالحناء والکتم۔

ترجمہ: حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کالے خضاب کو مکروہ کہتے تھے اور فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم کا خضاب لگایا۔[2]

۷) وعن الشعبی أنہ سئل عن الخضاب بالوسمة فکرھه۔

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے جب کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکروہ ہے۔[3]

۸) وعن فرقد السبخی أنہ سئل من الصباغ بالسواد فقال بلغنا أنہ یشتعل فی رأسہ ولحیتہ نارٌ یوم القیامة۔

فرقد سبخی سے جب کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ اس شخص کے سر اور داڑھی میں قیامت کے دن آگ ہو گی۔[4]

۹) وعن الزھری قال مکتوبٌ فی التوراة ملعونٌ من غیّرھا بالسّواد یعنی اللّحیة۔

زہری نے کہا کہ تورات میں لکھا ہے کہ جو کالا خضاب لگائے گا وہ ملعون ہے۔[5]

۱۰) قال ابن قیم قیل للامام احمد تکرہ الخضاب بالسواد قال أی واللہ ھذہ من المسائل اللّتی حلف علیھا أحمد۔

ترجمہ: ابن قیم نے کہا کہ امام احمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کالے خضاب کو مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ اللہ کی قسم یہ ان مسائل میں سے ہے جن پر امام احمد نے قسم کھائی ہے۔[6]

داڑھی کالی کرنا اور اس کا حکم مذاہب اربعہ میں مذہب الاحناف یہ ہے:

قال محمد أمین المشھور بابن عابدین فی حاشیة رد المختار علی الدر مختار شرح تنویر الأبصار ویستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الأصح ویکرہ بالسواد۔

---

[1] (مصنف عبدالرزاق ۱/۱۵۴)

[2] (مصنف ابن أبی شیبه ۸/۴۳۹ وسندہ جید)

[3] (رواہ ابن ابی شیبه ۸/۴۳۹ بسند فیه مقال من اجل عبیدة بن حمید وصاعد لکن شهید له کثیر من الروایات)

[4] (مصنف عبدالرزاق ۱۱/۱۵۶ ورجاله الصحیح)

[5] (رواہ ابن سعد فی الطبقات الکبری ۱/۴۴۱ وفیه رجل مجهول وبقیة رجاله لا بأس لهم)

[6] (تهذیب السنن ۶/۱۰۴ المغنی لابن قدامه ۱/۹۲ الأداب الشرعیة والمخ المرعیة ۳/۳۵۲)

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ مرد کیلئے مستحب ہے کہ داڑھی پر رنگ لگائے اگرچہ جہاد میں نہ ہو اور کالا مکروہ ہے۔[1]

قال علامہ بدر الدین العینی رحمہ اللہ: والاذن فیہ مقید بغیر السواد وقال فی موضعٍ اخر الجمھور علی ان الخضاب بالحمرۃ والصفرۃ دون السواد۔

علامہ عینی لکھتے ہیں داڑھی رنگنے کی اجازت ہے مگر کالا رنگ نہیں ایک اور مقام پر فرمایا جمہور کا قول ہے کہ سرخ اور پیلا خضاب لگائے اور کالے سے بچے۔[2]

او قال علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ: ویکرہ بالسواد اتفاقا والمراد بالاتفاق ھو اتفاق المذاھب الأربعۃ والمکروہ عند أئمۃ الأحناف حرام کما صرح بہ صاحب أبی حنیفۃ محمد بن الحسن الشیبانی بقولہ ان المکروہ ھو حرام۔

علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ نے فرمایا کالا خضاب بالاتفاق مکروہ ہے اور اتفاق سے مراد چاروں مذاہب کا اتفاق ہے اور احناف کے ہاں مکروہ سے مراد حرام ہے جیسے امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مراد حرام ہے۔[3]

قال امام النووی رحمہ اللہ: فی المجموع علی ذمّ خضاب الرّأس واللحیۃ بالسّواد۔

نووی نے فرمایا کہ مجموعی طور پر سر اور داڑھی پر کالا رنگ لگانا مذموم ہے۔[4]

وقال امام نووی رحمہ اللہ فی شرح مسلم: ویکرہ خضاب بالسواد علی الأصح وقیل یکرہ تنزیہ والمختار التحریم لقولہ علیہ السلام واجتنبوا السواد وھٰذا مذھبنا۔

نووی نے فرمایا کہ صحیح ترین قول کے مطابق کالا خضاب مکروہ ہے ایک قول مکروہ تنزیہی کا ہے مگر مختار قول تحریمی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کالے رنگ سے بچو۔[5]

وقال علامہ سفارینی رحمہ اللہ: ویکرہ بالسّواد اتفاقًا نصّ علیہ أحمد رحمہ اللہ۔

علامہ سفارینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اتفاقی طور پر کالا خضاب مکروہ ہے۔[6]

وقال علامہ المرادوی رحمہ اللہ فی الانصاف: ویکرہ بالسواد نص علیہ۔

علامہ المرادوی رحمہ اللہ نے الانصاف میں لکھا ہے کہ کالا خضاب مکروہ ہے۔[1]

---

[1] (ردالمختار علی در المختار ۴۲۲/۶/ط۲)

[2] (عمدۃ القاری ۴۶/۱۶)

[3] (الفروع لابن مفلح ۱۳۱/۱)

[4] (المجموع ۳۲۳/۱)

[5] (شرح مسلم ۸۰/۱۴)

[6] (شرح ثلاثیات سند الامام احمد ۵۳/۲ و غذاء الالباب ۴۰۹/۱)

خضاب رسول اللہ ﷺ

۱) عن عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال دخلت علی أم سلمۃ فاخرجت شعرًا من شعر النّبی ﷺ مخضوبًا بالحناء او الکتم۔

عثمان بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک نکال کر دکھایا جو مہندی اور کتم سے رنگا ہوا تھا۔[2]

۲) عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أنّہ شھد النّبی ﷺ عند المنحر ھو ور جل من الأنصار فقسم النبی ﷺ ضحایا فلم یصبہ و لا صاحبہ شیئٌ و حلق رأسہ فی ثوبہٖ فأعطاہ و قسم منہ علی رجالٍ و قلم أظفارہ فأعطاہ صاحبہ فانّ شعرہ عندنا مخضوبٌ بالحناء و الکتم۔

ترجمہ: عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور انصار قبیلے کا ایک شخص آپ ﷺ کے پاس قربان گاہ میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے قربانی کا گوشت تقسیم فرمایا مگر مجھے اور میرے دوست کو کچھ بھی گوشت نہ ملا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کا حلق فرمایا اپنے کپڑے میں، تو مجھے اور چند افراد کو سر مبارک کے موئے مبارک عطا فرمائے، پھر آپ ﷺ نے ناخن مبارک کاٹے اور میرے دوست کو عطا کیے آپ ﷺ کے موئے مبارک ہمارے پاس موجود تھے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔[3]

۳) عن ابی رمثۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال أتیت النبی ﷺ و قد لطخ لحیتہ بالحناء۔

ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ نے داڑھی مبارک پر مہندی لگائی تھی۔[4]

۴) عن عبید بن جریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أنّہ قال لعبد اللہ بن عمر یا أبا عبد الرّحمٰن رأیتک تصنع أربعًا لم أر أحدًا من أصحابک یصنعھا و فیہ و رأیتک تصبغ بالصّفرۃ قال عبد اللہ و أمّا الصّفرۃ فانی رأیت رسول اللہ یصبغ بھا فأنا أحبّ أن أصبغ۔

---

[1] (الانصاف ۱/۱۲۳ الاداب الشرعیۃ لابن مفلح ۳/۳۵۳)

[2] (رواہ احمد ۶/۲۹۶، ۳۲۲، ۳۱۹، والبخاری ۷/۲۰۷ وابن ماجہ ۲/۱۱۹۶ و ابن ابی شیبہ ۸/۴۳۴)

[3] (راجع رواہ احمد و اتحاف الامجاد ص ۵۱)

[4] (رواہ احمد ۱۶۳۴ و النسائی ۸/۱۴۰ ابو داؤد ۴/۸۶)

عبید بن جریج نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ وہ چار کام کرتے ہیں جو آپ کے باقی دوست نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ پیلا رنگ لگاتے ہیں تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیلے رنگ کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ بالوں پر استعمال کرتے دیکھا اس لئے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔[1]

جو یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب استعمال نہ فرمایا، اس کے دلائل

۱) عن انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ: أن رسول اللہ ﷺ لم یخضب قط انما کان البیاض فی مقدّم لحیتہ وفی العنفقۃ وفی الرّأس وفی الصّدغین شیئٌ لا یکاد یریٰ وانّ أبا بکرٍ خضب بالحناء۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی خضاب نہیں لگایا کیونکہ آپ ﷺ نے کبھی بھی خضاب نہیں لگایا کیونکہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے سامنے والے بالوں میں اور بچی میں اور سر کے بالوں میں اور کنپٹی میں چند بال سفید تھے جو دکھائی نہیں دے رہے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مہندی لگاتے تھے۔[2]

۲) وعن جابر بن سمرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: وقیل لہ أکان فی رأس رسول اللہ ﷺ شیب قال لم یکن فی رأسہ ولا فی لحیتہ الّا شعراتٌ فی مفرق رأسہ اذا دھنھنّ وأراھنّ الدّھن۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ فرمایا کہ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں مانگ میں چند سفید بال تھے جب آپ ﷺ تیل لگاتے تھے تو ہمیں تیل نظر آتا تھا۔[3]

۳) عن ابی جحیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: قال رأیت رسول اللہ ﷺ أبیض قد شاب کان الحسن بن علی یشبھہ۔

ابو جحیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو خوبصورت دیکھا جب کہ آپ ﷺ جوان تھے حضرت حسن بن علی آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔[4]

---

[1] (رواہ احمد ۲/۱۷/۱۱۰ والبخاری ۱/۵۱ و ۷/۱۹۸ ومسلم ۴/۹ والنسائی ۸/۱۴۰ و ۱۸۶ وابو داؤد ۲/۱۵۰ و ۴/۸۶ والمصنف لابن ابی شیبۃ ۸/۴۴۳ وابن ماجہ ۲/۱۱۹۸)

[2] (رواہ أحمد ۳/۱۰۰ و ۱۸۰ و ۱۴۵ و ۱۶۰ و ۱۷۸ و ۱۹۲ و ۱۹۸ و ۲۰۶ و ۲۱۶ و ۲۲۳ و ۲۲۷ و ۲۵۱ و ۲۵۴ و ۲۶۲ والبخاری ۷/۲۰۶ ومسلم ۷/۸۴ و ۸۵ والنسائی ۸/۱۴۱ وأبو داؤد ۴/۸۶ وابن ماجہ ۲/۱۱۹۸)

[3] (رواہ الامام احمد ۵/۱۰۴)

[4] (رواہ مسلم ۷/۸۵)

خضاب کے احکام اوراس کی اقسام کا بیان:

سرخ وزرد خضاب مردوں، عورتوں دونوں کیلئے جائز و مستحب ہے۔ اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ابوامامہ سے بسند حسن نقل کیاہے کہ: ایک دن حضور ﷺ چند عمر رسیدہ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تشریف لائے جن کی داڑھی سفید تھی تو فرمایا:

یامعشر الانصار حمروا وصفروا وخالفوا أهل الکتاب۔

اے انصار کے گروہ! (اپنے سفید بالوں کو) سرخ کرو اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔[1]

کیونکہ اہل کتاب خضاب نہیں کرتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں کئی اقوال ہیں صحیح تر یہ ہے کہ بوڑھے، مرد و عورت دونوں کیلئے خضاب کرنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب کرنا حرام ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں فرمایاہے:

ولا نریٰ بالوسمة والحناء والصفرة بأساً وان ترکه ابیض فلا بأس وکل ذلک حسن۔

ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے وسمہ، حنا اور زرد رنگ کے خضاب میں اور بالوں کو سفید بھی چھوڑے تب بھی کوئی حرج نہیں ہر طرح صحیح ہے۔

قاضی خان فرماتے ہیں:

الخضاب بالحناء والوسمة حسن۔

حنا اور وسمہ سے خضاب کرنا بہتر ہے۔[2]

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ:

أَنَّ الْخِضَابَ حَسَنٌ لٰکِنْ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ وَالْوَسْمَةِ وَأَرَادَ بِهِ اللِّحْيَةَ وَشَعْرَ الرَّأْسِ وَالْخِضَابُ فِي غَيْرِ حَالِ الْحَرْبِ لَا بَأْسَ بِهِ فِي الْأَصَحِّ۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، ج۵، ص۲۶۵، بیروت)

[2] (قاضی خان علی هاش الهندیه ج۳ ص ۴۱۲ باب مایکره من الثیاب الحلی والزینة۔)

ترجمہ: تحقیق مہندی، وسمہ اور کتم سے خضاب کرنا پسندیدہ عمل ہے مراد سر اور داڑھی کو خضاب کرنا ہے اور جہاد کے علاوہ بھی خضاب کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔[1]

میرے پیارے! بالکل سیاہ خضاب جو حقیقی سیاہی کے مشابہ ہو سوائے غازیوں کے باقی سب کے لئے حرام ہے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - رَجُلًا أَسْوَدَ الشَّعْرِ قَدْ رَآهُ بِالأَمْسِ أَبْيَضَ الشَّعْرِ قَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا فُلانٌ. قَالَ: بَلْ أَنْتَ شَيْطَانٌ۔

ترجمہ: مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال کالے تھے اور ایک دن پہلے اسے سفید بالوں میں دیکھا تھا تو آپ ﷺ نے پوچھا آپ کون ہیں ؟ اس نے کہا کہ میں فلاں ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں نہیں بلکہ تو شیطان ہے۔[2]

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ مَلْعُونٌ مَنْ غَيَّرَهَا بِالسَّوَادِ. يَعْنِي اللِّحْيَةَ.

ترجمہ: زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا گیا ہے کہ جو اپنی داڑھی کو کالا کرے وہ ملعون ہے۔[3]

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ فَرْقَدًا السَّبَخِيَّ، عَنِ الصِّبَاغِ بِالسَّوَادِ، قَالَ بَلَغَنَا أَنَّهُ يَشْتَعِلُ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ نَارٌ يَعْنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: ہمیں عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، معمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے فرقد سبخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کالے رنگ سے رنگنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن اس کے سر اور داڑھی سے آگ سے شعلے نکلیں گے۔[4]

الخضاب بالسواد خضاب اهل النار۔

ترجمہ: سیاہ خضاب کرنا جہنمیوں کا خضاب ہے۔[5]

الخضاب بالسواد خضاب الکفار۔

ترجمہ: سیاہ خضاب کافروں کا خضاب ہے۔[1]

---

[1] (فتاوی الهندية، الْبَابُ الْعِشْرُونَ فِي الزِّينَةِ وَاتِّخَاذِ الْخَادِمِ لِلْخِدْمَةِ، ج۵ ص ۳۵۹)

[2] (الطبقات الکبرٰی، باب ذکر ماقال رسول اللہ ﷺ و اصحابه عن تغيير الشيب، ج ا ص ۳۴۰)

[3] (الطبقات الکبرٰی، ج ا ص ۳۴۰)

[4] (جامع معمر بن راشد، باب صباغ و نتف الشعر، ج ١١ ص ١٥٦)

[5] (اخرجه الطبرانی والحاکم من حدیث ابن عمر بلفظ الکافر، قال ابن ابی حاتم منکر (تخریج احادیث الاحیاء للعراقی ج ا ص ۳۵۰)

اور پیچھے گزر چکا کہ پہلا شخص جس نے سیاہ خضاب کیا تھا فرعون تھا۔[2]

اور ابن حجر رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب) ,,الزواجر،، میں سیاہ خضاب کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ مہندی کا خضاب بالاتفاق جائز ہے۔ اور سیاہ خضاب میں قول مختار حرمت کا ہے اور سیاہ خضاب کی ممانعت کی علت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے بالوں کی اصلی سیاہی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔[3]

یہ توجیہ قریب اور مناسب ہے اس لئے وصل اشعار (بالوں میں مصنوعی بال ملانے) کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور اسے جھوٹ و دھوکہ فرمایا ہے۔

اور اسی لئے سیاہ خضاب کرنے والے کو ''کاذب فی اللحیۃ'' کہتے ہیں بر خلاف زرد و سرخ رنگ کے کہ اس سے اصلی بالوں کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آتی۔[4]

حاصل یہ ہے کہ سیاہ خضاب لگانا ماسوائے مجاہد اور غازی کے حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اسے ''کاذب فی اللحیۃ'' کہتے ہیں، لہذا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں اگر کسی نے پڑھ لی تو واجب الاعادہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ بالاتفاق اعلم بمذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، آپ رحمہ اللہ کی تحریر کے مطابق باتفاق ائمتنا الثلاثۃ رحمہم اللہ تعالیٰ حلق شوارب مسنون ہے، ترجمہ الباب ''حلق الشارب،، کے تحت احادیث احفاء لانے سے مقصد یہ ہے کہ ان احادیث میں احفاء بمعنی حلق ہے، چنانچہ فتح الباری کی ایک روایت میں صراحۃً لفظ حلق مذکور ہے، و سیجیء نصہ۔

حافظ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں حلق سے احفاء یعنی استیصال کالحلق مراد ہے، جس کو بغرض اظہار مبالغہ حلق سے تعبیر کیا ہے۔ ولا یخفی ان ھذا التحمل تمحل و تأویل القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ و تفرد بہ الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ، ثم نقل ھو نفسہ فی البنایۃ سنیۃ الحلق عن المختار و المحیط و سیجیء نصہ۔ یہ تأویل بوجوہ ذیل ناقابل قبول ہے۔ صنیع مصنفین میں اصل مقصود ترجمۃ الباب ہوتا ہے، اس کے اثبات کیلئے اس کے تحت احادیث لائی جاتی ہیں، ترجمۃ الباب میں مصنف اپنا دعوی پیش کرتا ہے پھر اس کے تحت مندرجہ احادیث سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرتا ہے، اس

---

[1] (اخرجہ الطبرانی و الحاکم من حدیث ابن عمر بلفظ الکافر, قال ابن ابی حاتم منکر (تخریج احادیث الاحیاء للعراقی ج ا ص ۳۵۰)

[2] (مرقاۃ ج۸ ص ۳۰۶)

[3] (مرقاۃ ج۸ ص ۳۰۴)

[4] (کذا فی شرح الوجیز فی فقہ الحنابلۃ)

سے ثابت ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ احادیث احفاء سے سنیت حلق ثابت کر رہے ہیں۔اس کے برعکس حلق سے احفاء مراد لینااصول تصنیف کے خلاف ہے اور قلب موضوع۔ حلق کااستیصال کالحلق سے ابلغ فی المعنیٰ والیسر فی العمل ہونا ظاہر ہے، اس لئے حلق پر احفاء بمعنی الاستیصال بالقص کالحلق کوترجیح دیناخلاف معقول ہے۔

قال الحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ :وَوَرَدَ الْخَبَرُ بِلَفْظِ الْحَلْقِ وَهِيَ رِوَايَةُ النَّسَائِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ بِسَنَدِ هَذَا الْبَابِ وَرَوَاهُ جُمْهُورُ أَصْحَابِ بن عُيَيْنَةَ بِلَفْظِ الْقَصِّ وَكَذَا سَائِرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ شَيْخِهِ الزُّهْرِيِّ وَوَقَعَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ طَرِيقِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ تَقْصِيرِ الشَّارِبِ نَعَمْ وَقَعَ الْأَمْرُ بِمَا يُشْعِرُ بِأَنَّ رِوَايَةَ الْحلق محفوظه كَحَدِيثِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ بِلَفْظِ جُزُّوا الشوارب وَحَدِيث بن عُمَرَ الْمَذْكُورِ فِي الْبَابِ الَّذِي يَلِيهِ بِلَفْظِ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِي الْبَابِ الَّذِي يَلِيهِ بِلَفْظِ انْهَكُوا الشَّوَارِبَ فَكُلُّ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَطْلُوبَ الْمُبَالَغَةُ فِي الْإِزَالَةِ لِأَنَّ الْجَزَّ وَهُوَ بِالْجِيمِ وَالزَّايِ الثَّقِيلَةِ قَصُّ الشَّعْرِ وَالصُّوفِ إِلَى أَنْ يَبْلُغَ الْجِلْدَ وَالْإِحْفَاءُ بِالْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءِ الِاسْتِقْصَاءُ وَمِنْهُ حَتَّى أَحْفَوْهُ بِالْمَسْأَلَةِ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ الْهَرَوِيُّ مَعْنَاهُ الْزَقُوا الْجَزَّ بِالْبَشَرَةِ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ هُوَ بِمَعْنَى الِاسْتِقْصَاءِ وَالنَّهْكُ بِالنُّونِ وَالْكَافِ الْمُبَالَغَةُ فِي الْإِزَالَةِ وَمِنْهُ مَا تَقَدَّمَ فِي الْكَلَامِ عَلَى الْخِتَانِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْخَافِضَةِ أَشِمِّي وَلَا تُنْهِكِي أَيْ لَا تُبَالِغِي فِي خِتَانِ الْمَرْأَةِ وَجَرَى عَلَى ذَلِكَ أَهلُ اللُّغَةِ وَقَالَ بن بَطَّالٍ النَّهْكُ التَّأْثِيرُ فِي الشَّيْءِ وَهُوَ غَيْرُ الِاسْتِئْصَالِ۔

وقال:قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ :قَالَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقُ هُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ اھ۔

وَقَدْ رَجَحَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقَ عَلَى الْقَصِّ بِتَفْضِيلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحلق على التَّقْصِيرِ فِي النّسك۔

لفظ ''قص'' اکثر احادیث میں مروی ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے، امام مسلم کی دو روایات حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی ''قص'' مذکور ہے اس باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں بھی ''قص'' ہے اور امام نسائی نے حلق (مونڈنا) کی روایت اپنی سند سے ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ سند باب کی ابتداء میں محمد بن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر اصحاب، جمہور اصحاب ابن عیینہ نے ''قص'' ذکر کیا ہے اور اس کے شیخ امام زہری سے جو روایات ہیں ان میں بھی '' قص ''ہی مذکور ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ '' حلق ''کی روایت محفوظ ہے، علاء بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی طرح، انہوں اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلم کے الفاظ ہیں ''جزوا الشوارب'' اور باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ ''احفوا الشوارب'' اور آئندہ باب میں آرہاہے اس میں ہے ''انھکوا الشوارب''۔اور یہ تمام عبارات اس

بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے مقصود بالوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے، کیونکہ اور "الجز" جیم اور زاء ثقیلہ کے ساتھ، بالوں اور اون کو اس حد تک کاٹنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے اور "احفاء" حاء مہملہ اور فاء کے ساتھ، بالوں کو اکھاڑنے میں شدید مبالغہ کو کہتے ہیں اور امام ابو عبید اللہ الہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنا کاٹو کہ چمڑا ظاہر ہو جائے اور امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد بالوں کو اکھاڑنے اور صاف کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔ اور "نہک" نون اور کاف کے ساتھ، بالوں کے ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے۔[1]

(احفاء، انھاک، تقصیر، حلق، ان تمام الفاظ کا مفہوم بنتا ہے اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بالوں کے ازالہ میں خوب مبالغہ کرے)[2]

وقال: قال الطحاوی رحمہ اللہ: قَالَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقُ هُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ اھ۔

ترجمہ: امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ مونچھوں کو حلق کرنا امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ومذہب ہے۔[3]

وَقَدْ رَجَّحَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقَ عَلَى الْقَصِّ بِتَفْضِيلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحلق على التَّقْصِير فِي النّسک۔

ترجمہ: اور طحاوی رحمہم اللہ نے حلق کو قص پر ترجیح دی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حج میں حلق کو قصر پر ترجیح دی ہے۔

قوْله: (يحفي) من الإحفاء بِالْحَاء الْمُهْملَة وَالْفَاء، يُقَال: أحفى شعره إِذا استأصله حَتَّى يصير كالحلق وَلكَون إحفاء الشَّارِب أفضل من قصه عبر الطَّحَاوِيّ بقوله: بَاب حلق الشَّارِب۔

یحفی، احفاء سے ہے جس کا معنیٰ ہے اس نے اپنے بالوں کو جڑوں سے ایسا ترشوایا جیسے کہ حلق کر دیا ہو، کیونکہ بالوں کا مونڈنا، کاٹنے سے افضل ہے جس کی تعبیر امام طحاوی نے باب حلق الشارب سے کی ہے۔[4]

فَصْلٌ (وَالسُّنَّةُ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالشَّارِبِ، وَقَصُّهُ أَحْسَنُ) وَهَذِهِ مِنْ سُنَنِ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ، وَفَعَلَهَا نَبِيُّنَا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَمَرَ بِهَا، وَقِيلَ أَوَّلُ مَنْ قَصَّ الشَّارِبَ وَاخْتَتَنَ وَقَلَّمَ الْأَظْفَارَ وَرَأَى الشَّيْبَ إِبْرَاهِيمُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - . قَالَ الطَّحَاوِيُّ فِي شَرْحِ الْآثَارِ: قَصُّ الشَّارِبِ حَسَنٌ، وَهُوَ أَنْ تَأْخُذَ حَتَّى يَنْتَقِصَ عَنِ الْإِطَارِ وَهُوَ الطَّرَفُ الْأَعْلَى مِنَ الشَّفَةِ الْعُلْيَا. قَالَ: وَالْحَلْقُ سُنَّةٌ وَهُوَ أَحْسَنُ مِنَ الْقَصِّ وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا. قَالَ - عَلَيْهِ

---

[1] (فتح الباری ص ۲۸۵ ج ۱۰، باب قص الشارب)

[2] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج ۱۰، ص ۲۹۳، دار المعرفۃ بیروت)

[3] (فتح الباری ۲۸۶ ج ۱۰، باب قص الشارب)

[4] (عمدۃ القاری ص ۴۳، ج ۲۲، باب قص الشارب)

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْفُوا الشَّارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى، وَالْإِحْفَاءُ الِاسْتِئْصَالُ، وَإِعْفَاءُ اللِّحَى، قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: تَرْكُهَا حَتَّى تَكَثَّ وَتَكْثُرَ وَالتَّقْصِيرُ فِيهَا سُنَّةٌ، وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَمَا زَادَ عَلَى قَبْضَتِهِ قَطَعَهُ لِأَنَّ اللِّحْيَةَ زِينَةٌ وَكَثْرَتَهَا مِنْ كَمَالِ الزِّينَةِ وَطُولَهَا الْفَاحِشَ خِلَافُ السُّنَّةِ.

وَالسُّنَّةُ النَّتْفُ فِي الْإِبِطِ وَلَا بَأْسَ بِالْحَلْقِ، وَيَبْتَدِئُ فِي حَلْقِ الْعَانَةِ مِنْ تَحْتِ السُّرَّةِ؛ وَإِذَا قَصَّ أَظْفَارَهُ أَوْ حَلَقَ شَعْرَهُ يَنْبَغِي أَنْ يَدْفِنَهُ، قَالَ تَعَالَى {أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا (المرسلات: 25) {أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا (المرسلات: 26) وَإِنْ أَلْقَاهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَيُكْرَهُ إِلْقَاؤُهُ فِي الْكَنِيفِ.

وَالْمُغْتَسَلِ، قَالُوا لِأَنَّهُ يُورِثُ الْمَرَضَ. وَتَوْفِيرُ الْأَظْفَارِ وَالشَّارِبِ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ فِي دَارِ الْحَرْبِ لِيَكُونَ أَهْيَبَ فِي عَيْنِ الْعَدُوِّ، وَالْأَظَافِيرُ سِلَاحٌ عِنْدَ عَدَمِ السِّلَاحِ۔[1]

وقال الكاكي - رَحِمَهُ اللَّهُ - وذكر الطحاوي في "شرح الآثار" أن حلقه سنة ونسب ذلک إلى العلماء الثلاثة، انتهى قلت: لم يذكر الطحاوي كذلک وإنما قال بعد روايته الأحاديث المذكورة والتوفيق بينها أن الإخفاء أفضل من القص، ثم قال نعم باب حلق الشارب. وإنما أراد بذلک الإحفاء حتى يصير كالحلق. وفي "المختار" حلقه سنة وقصه حسن. وفي "المحيط" الحلق أحسن من القص، وهو قول أبي حنيفة وصاحبيه - رحمهما الله -

یخفی، احفاء سے ہے جس کا معنٰی ہے کہ اس نے اپنے بالوں کو جڑوں سے ایسا ترشوایا جیسے کہ حلق کر دیا ہو، کیونکہ بالوں کا مونڈنا کاٹنے سے افضل ہے جس کی تعبیر امام طحاوی نے باب حلق الشارب سے کی ہے۔

فصل - ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال نوچنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھویں مونڈوانا سنت ہے، مونچھوں کو کاٹنا احسن ہے۔ یہ امور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنن میں سے ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل بھی فرمایا ہے اور حکم بھی دیا ہے کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے مونچھیں کاٹنے والے، ختنہ کرنے والے، ناخن کاٹنے والے اور سفید بال دیکھنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ مونچھیں کاٹنا حسن ہے جو اتنا کاٹا جائے کہ اوپر والے ہونٹ کے اوپر کی طرف سے کم ہو جائے (یعنی ہونٹ مکمل نظر آجائے) فرمایا: منڈوانا سنت اور ترشوانے سے اچھا ہے۔ یہ ہمارے آئمہ احناف کا قول ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مونچھ کم کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔ احفاء بالوں کو ختم کرنا ہے اور داڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ داڑھی کو چھوڑو کہ بڑی ہو جائے اور داڑھی میں قصر (چھوٹی) کرنا سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ

[1] (الاختيار لتعليل المختار ج٤ ص١٦٧]فَصْلٌ فِي آدَابٍ للمؤمن ينبغي أن يحافظ عليها)

مرد داڑھی کو مٹھی میں پکڑے جو مٹھی سے زائد بال ہوں ان کو کاٹ دے کیونکہ داڑھی حسن وجمال ہے اوراس کی کثرت (بڑی ہونا) کمال حسن وزینت ہے اورانتہائی لمبی جونازیبا لگے خلاف سنت ہے۔

بغلوں کے بالوں کی صفائی میں نوچنا سنت ہے جبکہ استرے سے صاف کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، موئے زیرناف کی صفائی میں ابتداءناف کی طرف سے کرنا ہے، جب ناخن کاٹے یابال صاف کرے تو بہتر ہے کہ اس کو دفنایاجائے۔

فرمان الٰہی ہے: ”کیاہم نے زمین کو چھپانے والانہیں بنایا۔“ اوراگر کسی نے ان بالوں اور ناخن کو گرایاتو بھی کوئی حرج نہیں لیکن غسل خانے اورناپاک جگہ گرانامکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیداہوتی ہے۔ دارالحرب میں ناخن اور مونچھوں کو بڑا کرنا مستحب ہے تاکہ دشمن گھبراجائے کیونکہ اسلحہ پاس نہ ہونے کی صورت میں ناخن اسلحہ کاکام دیتاہے۔

کاکی نے کہاکہ امام طحاوی نے ذکر کیاکہ ہمارے آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مونچھوں کاحلق کرناسنت ہے۔ میں کہتاہوں کہ امام طحاوی نے ایساذکر نہیں کیابعد احادیث مذکورہ روایت کرنے کے بعد ان میں تطبیق یوں کی کہ مونڈانا، ترشوانے سے افضل ہے، پھر کہا ہاں، اوراس سے مرادیہ ہے کہ مونچھیں اتنی کم کی جائیں کہ حلق نظر آئے۔ مختار میں ہے کہ مونچھوں کامونڈواناسنت اور کاٹنا اچھاہے۔ محیط میں ہے کہ حلق کرناکاٹنے سے احسن ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اوران کے شاگردوں کاقول ہے۔

متن میں قصہ احسن کتابت کی غلطی ہے، صحیح لفظ ”حسن،، ہے، اس پر دو دلائل ہیں:

عینی رحمہ اللہ کی مختار سے منقولہ عبارت مذکورہ میں وقصہ حسن ہے۔ مصنف نے شرح میں خودامام طحاوی رحمہ اللہ سے حلق کااحسن ہونانقل کیاہے، عینی رحمہ اللہ نے حلق کے احسن من القص ہونے کے بارے میں مختار اور محیط کاحوالہ دیا ہے، عبارت مختار کی تحقیق اوپر گزرچکی، محیط سے بظاہر محیط سرخسی مرادہے، اس لئے کہ حاشیہ طحطاوی علی الدر میں اسکی تصریح ہے۔